سلسلہ منہج السلفیہ: ۲

فتنۂ تکفیر اور حکم بغیر ما انزل اللہ

(قرآن وسنت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں)

محدث العصر الشیخ محمد ناصر الدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ) م ۱۴۲۰ھ

مع تقریظ وتعلیق

سماحۃ الشیخ العلامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رحمۃ اللہ علیہ) م ۱۴۲۰ھ

الفقیہ العلامہ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) م ۱۴۲۱ھ

وفتاوی

مفتی اعظم، سعودی عرب [سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (حفظہ اللہ)]

رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب [الشیخ العلامہ صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ)]

کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب

اور دیگر جید وممتاز سلفی علماء کرام

ترجمہ جمع وترتیب

طارق علی بروہی

انتباہ

اہم نوٹ

کتاب ھذا ایک آن لائن کتاب ہے جو ویب سائٹ اصلی اہل سنت ڈاٹ کام کے لئے شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ پر رکھنے کے لئے مرتب کیا گیا تاکہ اس کی باآسانی نشرواشاعت ہو سکے۔ فی الوقت ہمارے علم کے مطابق اس سے پہلے یہ ترجمہ وترتیب اس کی اصل عربی سے کہیں اور موجود نہیں۔ چونکہ اس کتاب کو مفت آن لائن تقسیم کے لئے جاری کیا جارہا ہے لہذا اس کی ذاتی یا تبلیغی مقاصد کے لئے پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذریعہ سے محض اس کے مندرجات نشر کرنے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے لیکن اسے منافع کمانے کے لئے چھاپنے (پبلش) کرنے کی اجازت نہیں الا یہ کہ اصل پبلیشرز سے پیشگی اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت دے دی جائے۔

نام کتاب : فتنۂ تکفیر اور حکم بغیر ما انزل اللہ (مع تقریظ، تعلیق وفتاوی)

مولف : محدّث العصر الشیخ محمد ناصر الدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ)
اور دیگر جید وممتاز سلفی علماء کرام

مترجم : طارق علی بروہی

صفحات : ۱۸۴

ناشر : اصلی اہل سنت ڈاٹ کام



فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد:

اللہ سبحانہ وتعالی ہی تمام حمد وثناء کا سزاوار ہے اور ہم اسی وحدہ لاشریک لہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے دنیا میں پھیلے باطل ادیان سے محفوظ رکھ کر ہمیں اسلام جیسی نعمت عظیمہ عطا کی اور پھر اس اسلام میں بھی اپنی خواہشات اور باطل عقائد ونظریات رکھنے والے فرقوں سے بچا کر سلفی عقیدۂ و منہج کی جانب رہنمائی فرمائی۔ جب ایک مسلمان کسی خیروبھلائی کو پاتا ہے تو اس کے دل میں یہ جذبہ جاگزین ہوتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو بھی اس خیر وبھلائی سے آگاہ کروں اور اصل خیر وبھلائی تو دین کی سلامتی ہے۔ کتاب ہذا اسی سوچ وفکر کے پیش نظر اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس فرمان کہ دین تو اللہ، اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اس کی کتاب، مسلمانوں کے حکام اور عامۃ المسلمین کی خیرخواہی کا نام ہے کو بروئے کار لاتے ہوئے ترجمہ کی گئی ہے۔ کیونکہ جہاں عام مسلمانوں کو توحیدوسنت کی جانب دعوت دینا ہماری ذمہ داری ہے وہاں خصوصاً اپنے ان بھائیوں کی نصیحت چاہنا جو مسلک اہل سنت والجماعت یعنی سلفی منہج کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں ایک اہم ترین ذمہ داری ہے۔

موجودہ دور میں امت مسلمہ کو ایسے فتنوں کا سامنا ہے جن کی وجہ سے دنیا بھر میں اسے بدنام کیا جارہا ہے اور جو کفار کو موقع بھی فراہم کررہے ہیں کہ وہ ہمارے علاقوں، مالوں اور عزتوں کو نشانہ بنائیں۔ ان میں سے ایک عظیم ترین فتنہ فتنۂ تکفیر ہے جس کو پروان چڑھانے والے موجودہ دور کے خوارج ہیں جو کبھی جماعت تکفیر وہجرت کے نام سے تو کبھی اباضیہ، حزب التحریر، اخوان المسلمین، جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی، قطبی، جماعت الجہاد اور مختلف خلافت، جہاد اور تحکیم شریعت کی طرف دعوت دینے والی سیاسی، جہادی اور خلافتی جماعتوں وپارٹیوں کے نام سے سرگرم ہیں۔ وہ جن دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ جس مسئلہ پر سب سے ذیادہ مسلمان ممالک کی عوام اور خصوصاً حکومتوں کی تکفیر کرتے ہیں وہ حکم بغیر ماانزل اللہ (اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا) ہے۔ اس بات میں کوئی

شک نہیں کہ شریعت کے مطابق اپنے تمام فیصلے کرنا فرض ہے اور یہ مومنین کی نشانی ہے اور اسی میں مسلمانوں کی فلاح کا راز ہے اور اس کی مخالفت میں دنیا و آخرت کی ذلت ورسوائی ہے اور عذاب الیم ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کے ہم ہر گنہگار مخالفِ شریعت فیصلہ کرنے والے کوایک ہی کفر اکبر کے ترازو میں تول دیں بلکہ اللہ تعالی نے تو قرآن کریم میں دشمنوں تک کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم دیا ہے اور کسی قوم کی نفرت و دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کے تم ناانصافی وظلم پر اتر آؤ بلکہ ہر حالت میں عدل کا دامن تھامے رکھو۔ اور اسی وجہ سے مسلمانوں کو امت وسط کا لقب دیا گیا اور مسلمانوں میں بھی اہل سنت والجماعت کو یہ شرف وامتیاز حاصل ہے کہ وہ ہر دو انتہاؤں میں سے عقیدہ و مسلکِ وسط پر کاربند رہتے ہیں۔ جیساکہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی مایہ ناز تصنیف "عقیدۂ واسطیہ" میں بیان کیا۔ اسی لئے یہ لازم ہے کہ ہم مخالفین شریعت کے بارے میں قرآن وحدیث اور منہج سلف صالحین کو ہمیشہ مدنظر رکھیں تاکہ کسی قسم کی گمراہی کا شکار ہوکر خود حکم بغیر ماانزل اللہ کے مرتکب نہ ہوجائیں کہ جس سے ہم لوگوں کو روک رہیں ہیں۔ بلکہ سلف صالحین نے اسے اہل بدعت کی ایک نشانی قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کی تکفیر کرنے میں بہت جلد باز اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ جبکہ اگر یہ لوگ غور وفکر سے کام لیتے تو انہیں معلوم چلتا کہ اس باطل منہج کو اپنا کر ہم خود حکم بغیر ما انزل اللہ کے مرتکب ہورہے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اس قسم کا منہج رکھنے والی جماعتیں وتنظیمیں اکثر خود باطل افکار، شرکیہ عقائد اور بدعات میں جکڑی ہوئی ہوتی ہے جبکہ ایک بدعتی کا معاملے ایک غیر شرعی فیصلہ کردینے والے سے بدتر ہے اول الذکر تو اللہ تعالی کے دین میں نقص کا طعن لگا کر دین میں اضافے کا مرتکب ہورہا ہے جبکہ آخر الذکر اپنی خواہش نفس کی پیروی کررہا ہے یا کفار کی اختراع پر عمل پیرا ہے۔ ایسے لوگوں کے اس متضاد رویہ کی کچھ مثالیں ان شاء اللہ کتاب میں بیان ہوں گی۔

کتاب میں بعض ابواب کا اصل موضوع یعنی شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی بصیرت افروز تقریر کے علاوہ اضافہ کیا گیا ہے جس کی بعض وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ اس کتاب کے شروع میں **اہمیت، برکات تحکیمِ شریعت اسی طرح عقوبت ترک تحکیمِ شریعت** کا بیان شامل کیا گیا ہے اگرچہ کسی بھی مسلم کو اس کی اہمیت یا صلاحیت سے انکار نہیں مگر چونکہ گمراہ تکفیری لوگ علماء حق پر یہ الزام

عائد کرتے ہیں کہ حکم بغیر ما انزل اللہ پر مطلقاً تکفیر نہ کرنے سے ان علماء کا مقصد تحکیم شریعت کی اہمیت کا انکار یا اس کی قدر کو گھٹانا ہے اور اس کے مرتکبین کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

☆ اسی طرح کتاب میں **آیتِ تحکیم** سے **متعلق بہت سے آئمہ سلف و خلف کی تفاسیر** بھی شامل کی گئی ہیں، اس کی بھی وجہ لوگوں پر یہ واضح کرنا ہے کہ یہ محض موجودہ علماء حق کا منہج نہیں جیسا کے بعض گمراہ لوگ یہ باور کراتے ہیں بلکہ سلف صالحین سے لے کر آج تک تمام علماء حق اس کے قائل ہیں۔ والحمدللہ۔

اور ان علماء حق پر لگائے جانے والے **بہتانات** کا بھی ازالہ کرنے کے لئے یہ مفید اضافہ جات کئے گئے ہیں۔

☆ جیسے **توحید حاکمیت سے متعلق علماء کرام کے کلام** کا اضافہ کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کا اپنے شریعت سازی کے حق میں واحد ہونے جیسے کلمۂ حق کو یہ تکفیری سیاسی و انقلابی لوگ اپنے مذموم سیاسی مقاصد اور مسلمانوں کی تکفیر کے لئے بطور حیلہ استعمال کرتے ہیں۔

☆ انہیں بہتانات میں کچھ یہ ہیں کہ یہ علماء فقہ الواقع یعنی موجودہ حالات اور سیاسیات نہیں جانتے اور یہ محض علماء حیض ونفاس یعنی فقہی مسائل اور عقائد وغیرہ ہی جانتے ہیں۔ یا کبھی کہتے ہیں کہ یہ عملاء الحکام (حکومت کے ایجنٹ)، علماء السلاطین (حکومتی علماء جو انہیں ان کی مرضی کے مطابق فتوی گڑھ گڑھ کر دیتے) ہیں اور نعوذباللہ کچھ تو یہاں تک مبالغہ آرائی کر گئے کہ یہ امریکی (یہود ونصاری) کے ایجنٹ ہیں۔ اور یہ تمام القابات کچھ نئے نہیں ہیں شروع سے ہی اہل بدعت کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ علماء حق اہل حدیث و سلف کو ایسے بے بنیاد اور تعصب پر مبنی القابات سے متہم کرتے رہیں ہیں۔

☆ جن میں سے ایک تازہ الزام یہ بھی ہے کہ نعوذباللہ عظیم محدث مجدد شیخ ناصر الدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ) (مصنف کتاب ہذا) مرجیئہ مذہب پر تھے، **سبحانک ھذا بھتان عظیم**۔ ہم نے اپنی کتاب میں ایک باب **شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) پر ارجاء کی تہمت سے برأت پر علماء کرام کے کلام** کا بھی شامل کیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ علماء کرام کا اصول تکفیر سے متعلق یہ مؤقف خالصتاً قرآن، سنت اور فہم سلف صالحین کے عین مطابق ہے۔

نوجوانوں کے لئے خصوصی تنبیہ یہ کہ یہ انتہائی حساس اور وقت کا سلگھتا ہوا موضوع ہے جس پر ہمارے علم کے مطابق اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا جامع ترجمہ ہے جو اس کی انتہائی ناگزیر حاجت کے تحت لکھا گیا کیونکہ نوجوان اس سلسلے میں بہت لاپرواہ اور جذبات کی رو میں بہہ کر اتنے گمراہ اور برین واش ہورہے ہیں کہ وہ خودکش حملہ کرنے تک کو کار ثواب سمجھ رہے ہیں اور آئے دن مسلم ممالک میں خود مسلمانوں کے خلاف یہ گھناؤنی کارروائیوں کی جارہی ہیں۔ اسی لئے اس موضوع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر ٹھنڈے دل اور کھلے ذہن سے غوروفکر کرنا، اس پر عمل پیرا ہوکر دوسروں کو بھی نصیحت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالی ہی ہے۔

آخر میں اللہ تعالی سے اس کے اسماء حسنی اور صفات عالیہ کے واسطے سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور اس فتنے سے متاثرہ افراد اور جماعتوں کے لئے خصوصاً ذریعۂ ہدایت بنائے۔ **انه ولی ذلک والقادر علیه**۔

﴾ اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا وجوب واہمیت ﴿

شیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ) اپنی مشہور تصنیف "کتاب التوحید" میں اس طرح رقمطراز ہوتے ہیں:

فصل ششم: اللہ تعالی کی شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا

اللہ تعالی پر ایمان اور اس کی عبادت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کردیں، اس کی نازل کردہ شریعت سے راضی وخوش ہوں۔ اور اقوال وافعال، اصول وفروع، لڑائی جھگڑے، اموال وانفس کے معاملات اور دیگر تمام حقوق میں اختلاف کے وقت ہم صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طرف رجوع کریں، اللہ تعالی ہی حاکم اعلی ہے اور فیصلے کے وقت اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ لہذا حکام وشاہان مملکت کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی سنت میں جوکچھ فرمایا ہے اسی کے مطابق فیصلے کریں[۱]۔ حکمران طبقے کے لئے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ ﴾ (النساء: ۵۸)

(اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو، اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلے کیا کرو)

---

[۱] مندرجہ ذیل آیات کے علاوہ فرمایا:

﴿ وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴾ (المائدة: 49)

(آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں)

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّهُ وَلاَ تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴾ (النساء: 105)

(یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ تعالی نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو)۔ [مترجم]

رعیت کے حق میں فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً ﴾ (النساء: ۵۹)

(مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں، ان کی بھی، اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ سب سے اچھی بات ہے اور انجام کار کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہے)

پھر واضح فرما دیا کہ ایمان اور شریعت کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلے کروانا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُواْ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّـٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَـٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَـٰلاً بَعِيداً ﴾ (النساء: ٦٠)

(کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جاکر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہت دور کی گمراہی میں مبتلا رکھے)

آگے فرمایا:

﴿ فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِى أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً ﴾ (النساء: ٦۵)

(تیرے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ اپنے تمام تنازعات میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم نہ بنالیں، پھر جو فیصلہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں فرما دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں)

یہاں پر اللہ تعالی نے بہت ہی سختی کے ساتھ ان لوگوں کے ایمان کی نفی کردی ہے جو شریعت کے علاوہ دوسرے وضعی قوانین سے راضی ہیں، ان کو تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح ان حکمرانوں کو کفر، ظلم اور فسق سے متصف کیا ہے جو شریعت کے علاوہ دوسرے نظام کے مطابق حکومت چلاتے ہیں:

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدة: ۴۴)

(اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ (المائدة: ۴۵)

(اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں)

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** ﴾ (المائدة: ۴۷)

(اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ فاسق ہیں)

اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکومت کرنا اور اسی کے مطابق فیصلے کرنا اور تمام نزاعات و اختلافات میں اسی کو حکم بنانا فرض اور ضروری ہے[۲]۔ علماء کے مابین اجتہادی اختلافات میں بھی اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اجتہادی مسائل میں سے جو قرآن وسنت کے موافق ہوں وہی قبول کئے جاسکتے ہیں، اس سلسلے میں کسی طرح کا تعصب اور کسی امام یا مذہب کی طرف داری قابل قبول نہ ہوگی۔ اس طرح پرسنل لاء ہی میں نہیں جیساکہ

---

[۲] سابقہ تمام امتوں کو بھی یہی حکم تھا کہ وہ اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم کریں، جیسے فرمایا:

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ اللّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَاء فَلاَ تَخْشَوُاْ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلاً وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (المائدة: 44)

(ہم نے توراۃ نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالی کے ماننے والے انبیاء (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالی کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے اب تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو، میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بیچو، جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ کافر ہیں)

﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (المائدة: 47)

(اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ تعالی نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق حکم کریں اور جو اللہ تعالی کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں)

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّىَ تُقِيمُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيراً مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلاَ تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾ (المائدة: 68)

(آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم دراصل کسی چیز پر نہیں جب تک کہ تورات وانجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ کرو، جو کچھ آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے اترا ہے وہ ان میں سے بہتوں کو شرارت اور انکار میں ہی اور بھی بڑھائے گا، تو آپ ان کافروں پر غمگین نہ ہوں)۔ [مترجم]

بعض ممالک میں رائج ہے بلکہ تمام حقوق، مسائل و مشکلات اور مقدمات میں اسی کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا اس لئے کہ اسلام ایک ایسی مکمل اکائی ہے جسے الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ **يَـأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً** ﴾ (البقرة: ۲۰۸)

(مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ **أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ** ﴾ (البقرة: ۸۵)

(کیا (بات ہے کہ تم) کتاب اللہ کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو)

اسی طرح تمام مذاہب کے متبعین پر ضروری ہے کہ اپنے آئمہ کے اقوال کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں، جو کتاب وسنت کے موافق ہوں انہیں لے لیں اور جو خلاف ہوں انہیں بلاکسی تعصب و طرف داری کے رد کردیں، خاص طور پر عقیدے کے معاملوں میں، اس لئے کہ خود آئمہ کرام نے یہی کیا ہے۔ لہذا آج جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا پیروکار نہیں ہوسکتا، چاہے اس کی نسبت ان آئمہ کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ **اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ** ﴾ (التوبة: ۳۱)

(انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی)

یہ آیت صرف نصاری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص (فرد وجماعت) پر صادق آتی ہے جو نصاری جیسے عمل کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص بھی اللہ تعالی اور اس کے آخری رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالی کی شریعت اور قانون کو چھوڑ کر عصری و وضعی قوانین کا سہارا لے گا اور شریعت کو چھوڑ کر خواہشات نفس پر عمل کرے گا، وہ اسلام اور ایمان کا پٹہ اپنے گردن سے اتار پھینکنے والا ہوگا اگرچہ اس کو یہ گمان ہوکہ وہ مومن ہے[۳]۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ایسے اعمال کی سخت نکیر کی ہے اور ایسے افراد کے ایمان کو باطل قرار دیا ہے، آیت کریمہ میں جو لفظ ﴿ **يَزْعُمُونَ** ﴾ (وہ گمان کرتے ہیں) استعمال ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ

[۳] جس کی تفصیلی بحث کے کب وہ اسلام سے مکمل طور پر خارج ہوگا اور کب نہیں ان شاء اللہ کتاب میں آگے بیان ہوگی۔

ان کے ایمان کی نفی کی جارہی ہے۔ اس لئے یہ لفظ غلط دعوی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس حقیقت کا اظہار ایک اور آیت سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ **وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ** ﴾ (النساء: ٦٠)

(حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اسکا انکار کریں)

اس لئے کہ طاغوت کو جھٹلانا، اس کا انکار کرنا توحید کا ایک رکن ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ** ﴾ (البقرة: ٢٥٦)

(تو جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا ہے)

اگر بندہ مومن کے اندر یہ رکن توحید نہیں تو پھر وہ موحد نہیں، توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے، جس کے وجود سے سارے اعمال درست ہوتے ہیں اور جس کی عدم موجودگی سے تمام اعمال خراب وفاسد ہوجاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ** ﴾ (البقرة: ٢٥٦)

(تو جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا ہے)

وہ اس لئے کہ طاغوت کے پاس فیصلے لے جانا یا اس کے حکم کو ماننا دراصل اس پر ایمان لانا ہے۔ شریعت الہی کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کروانے سے جب ایمان کی نفی ہوجاتی ہے اس سے یہ بات خود بخود سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت الہی کو حکم بنانا، اس کے فیصلے کو ماننا، ایمان، عقیدہ اور اللہ تعالی کی عبادت ہے۔ اس پر عمل کرنا ہر مسلم پر ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت کے حکم کو صرف اس لئے ماننا کہ یہ لوگوں کے فائدہ میں ہے یا اس میں کوئی مصلحت یا امن وسلامتی کی ضمانت ہے سراسر غلط ہے۔ آج بعض لوگ شریعت کی بات صرف اس لئے کرتے ہیں کہ تمام دیگر نظامہائے زندگی سے عاجز آچکے ہیں، جبکہ شریعت کے نفاذ کا اصل مقصد عبادت ہے اور یہ لوگ اس کے اس پہلو کو بھول جاتے ہیں[۴]۔ جب کہ اللہ تعالی نے خود ایسے لوگوں کی

---

[۴] یہی وجہ ہے کہ بہت سے دنیا پرست لوگ بھی اسلام پسند یا انقلابی جماعتوں کی شانہ بہ شانہ ہوتے ہیں اور خود ان اسلامی سیاسی جماعتوں کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی ہے، کیونکہ اگر یہ اسلام کے نفاذ میں مخلص ہوتے تو سب سے پہلی اور بنیادی چیز توحید کو چھوڑ کر شرک و قبرپرستی میں مبتلا نہ ہوتے اور اہل توحید کے درپے آزار نہ ہوتے۔ [مترجم]

نکیر فرمائی ہے جو اپنی ذاتی مصلحت یا فائدہ کے لئے شریعت کی پناہ لیتے ہیں اور اس کے عبادت وقربت کے پہلو کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ○ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴾ (النور: ۴۸-۴۹)

(اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کا قضیہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے اور اگر (معاملہ) حق (ہو اور) ان کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہوکر چلے آتے ہیں)

اس طرح کے لوگ انہی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جنہیں وہ چاہتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کی پیروی ہی ان کا مذہب ہے۔ اور جو ان کی خواہشات کے خلاف پڑتا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالی کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنا فیصلہ ومسئلہ لے جاتے ہیں[5]۔

وضعی قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے کا حکم

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (المائدة: ۴۴)

(اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر واضح کردیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظام یا قانون کے حکم کو ماننا سراسر کفر ہے، اور یہ کہ کفر کبھی تو کفر اکبر ہوتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت سے نکل جاتا ہے اور کبھی کفر اصغر ہوتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت سے نہیں نکلتا۔ اب اس کا فیصلہ کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے یا کفر اصغر کا؟ اس کی حالت کو دیکھ کر کیا جائے گا۔ اگر اس شخص کا اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم ماننا واجب نہیں اس میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ جس کا چاہے حکم مانے یا پھر اللہ تعالی کے حکم وشریعت کی توہین کرتا ہے اور یہ اعتقاد کہ دوسرے قوانین اور نظامہائے زندگی اسلامی شریعت سے بہتر ہیں اور شریعت اسلامی موجودہ دور کے

[5] دیکھیے باب توحید حاکمیت میں شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام۔

لئے موزوں و لائق نہیں ہے یا پھر کفار و منافقین کی رضا و خوشنودی کے لئے وضعی قوانین ونظام کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو یہ کفر اکبر ہے۔ لیکن اگر اس کا اعتقاد ہو کہ اللہ تعالی کی شریعت کو نافذ کرنا فرض ہے اور اس سلسلہ میں اس کو پورا علم بھی ہے، اس کے باوجود اسے وہ نافذ نہیں کرتا ہے لیکن اس کی پاداش میں اپنے آپ کو مستحق سزا بھی سمجھتا ہے تو ایسا شخص گناہ گار اور کافر ہوگا، لیکن اس کا کفر کفر اصغر ہوگا۔

لیکن اگر ایک شخص شریعت سے ناواقف ہے اسے معلوم کرنے کے لئے اپنے امکان بھر محنت وکوشش کرتا ہے پھر وہ غلط فیصلہ دے دیتا ہے تو ایسے شخص کو خاطی یا خطا کار کہا جائے گا۔ اس کی محنت و کوشش اور اجتہاد کا حسن نیت کی وجہ سے ایک اجر ملے گا۔ اور اس کی غلطی کو معاف کردیا جائے گا[٦]۔ ایسا کسی خاص مسئلہ ہی میں ہوگا لیکن عام مسائل و معاملات میں مسئلہ اس کے برعکس ہوگا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) "مجموع الفتاوی" (۳۸۸/۳۵) میں فرماتے ہیں:

"اگر حاکم دین دار ہے لیکن عدم علم کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرتا ہے تو وہ جہنمی ہے، اور اگر شریعت سے واقف ہے لیکن اس معلوم شدہ حق کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو بھی وہ جہنمی ہے، اور اگر بلا علم وعدل فیصلہ کرتا ہے تو جہنم کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ ایسا اس وقت ہوگا جب کسی شخص کے مخصوص مسئلہ میں فیصلہ دیتا ہے۔ لیکن اگر مسلمان کے دین وملت کے کسی عام معاملہ میں اس طرح کا کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے، حق کو باطل اور باطل کو حق گردانتا ہے، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت قرار دیتا ہے، معروف کو منکر اور منکر کو معروف کہتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو حکم دیا ہے اس سے وہ روکتا ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جس چیز سے روکا ہے اس کا حکم دیتا ہے تو ایسا شخص کچھ اور ہی ہے، اس کے بارے میں رب العالمین ہی بہتر فیصلہ کرے گا جو الہ المرسلین مالک یوم الدین ہے اور دنیا وآخرت کی تمام تعریفیں جس کے لئے زیبا ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

---

[٦] "شرح الطحاویہ" صفحہ (364-363)۔

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيداً ﴾ (الفتح: ۲۸)

(وہی تو ہے جس نے اپنی رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے)۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے "منہاج السنۃ النبویۃ" (۱۳۰/۵) میں فرمایا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہوکہ شریعت کے مطابق فیصلہ اور اس کی پیروی واجب نہیں وہ کافر ہے۔ لہذا کوئی شخص لوگوں کے معاملے میں شریعت سے ہٹ کر ایسے قانون کے مطابق فیصلہ دیتا ہے جسے وہ عادلانہ قانون سمجھتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہر مذہب وملت عموماً منصفانہ فیصلے کا ہی حکم دیتی ہے۔ کبھی یہ عدل وانصاف کسی دین میں موجود ہوتا ہے۔ اور اس دین کے اکابر اسی کا حکم دیتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف انتساب کرنے والے مسلمان اپنی عادات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یعنی اپنے آباء واجداد کے فیصلوں کو دیکھ کر ویسا ہی فیصلہ کردیتے ہیں، اس طرح کے امرائے سلطنت کا عام اعتقاد ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ ان سے متنفر نہ ہوں، یہ بھی سراسر کفر ہے۔ بہت سے لوگ اپنا انتساب اسلام کی طرف کرتے ہیں لیکن کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ فیصلہ کے وقت لوگوں کے یا اپنے آباء واجداد کی روش کو دیکھتے ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے لیکن پھر بھی وہ اسکا التزام نہیں کرتے بلکہ (عدم التزام کرتے ہوئے) شریعت کے برخلاف فیصلے کو اپنے لئے جائز سمجھ لیتے ہیں، ایسے لوگ بھی کافر ہیں (اور اگر شریعت کے خلاف فیصلوں کو اپنے لئے حلال نہیں سمجھتے) تو وہ جاہل ہیں[۷]۔"

اور شیخ محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: "اور جہاں تک اس مندرجہ ذیل صورتحال کا تعلق ہے کہ جسے **کفر دون کفر** (کفر اصغر جو ملت سے خارج نہیں کرتا) کہا گیا ہے۔ اس طرح کہ اگر وہ غیراللہ کی طرف فیصلہ لے

---

[۷] **والا كانوا جهالا** کے الفاظ اصل کتاب منہاج السنۃ سے لئے گئے ہیں۔ اور شیخ الاسلام کا یہ نظریہ آپ کی دیگر عبارات سے بھی ثابت کیا گیا ہے۔ دیکھئے اس کتاب میں "معتبر علماء کرام کے اقوال" کا باب۔

جاتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ایسا کرنے کی صورت میں وہ گنہگار بھی ہے اور اللہ کا جو فیصلہ ہے وہی حق ہے، تو یہ ایسا اس سے محض ایک یا کچھ بار ہی سرزد ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ جو انہیں باقاعدہ وبضابطہ قانون کی حیثیت دیتے ہیں اور جو ان کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں، تو یہ کفر ہی ہے اگرچہ وہ یہ اقرار بھی کرتے ہوں کہ ہم نے غلطی کی اور شریعت ہی زیادہ عدل والی ہے، بہرحال یہ ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا کفر ہے[۸]۔" (شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ کی تقریر سے لیا گیا، دیکھیئے مجموع الفتاوی [۱۲/ ۲۸۰])

پس شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک جزئی حکم جس میں تکرار نہ ہو اور اس حکم عام میں فرق کیا ہے جو تمام یا غالب احکام وفیصلوں میں مرجع ومنبع ہو۔ اور اسے مطلقاً ملت اسلامیہ سے خارج کردینے والا کفر قرار دیا ہے۔ وہ اس لئے کہ جو شریعت اسلامیہ کو ہٹا کر اس کے جگہ وضعی وخودساختہ قوانین نافذ کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس قانون کو شریعت سے بہتر اور افضل سمجھتا ہے، اور یہ بلاشبہ کفر اکبر ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اور جو توحید کے منافی ہے[۹]۔

---

[۸] سماحۃ الشیخ ابن باز (رحمۃ اللہ علیہ) سے علامہ محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس فتوی سے متعلق پوچھا گیا کہ وہ قضیہ معینہ اور تشریع عام میں فرق کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "محمد بن ابراہیم معصوم عن الخطاء نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی نبی یا رسول ہیں، بلکہ وہ علماء کرام میں سے ایک عالم ہیں جن سے خطاء و صواب دونوں ممکن ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن القیم اور ابن کثیر وغیرہ بھی علماء ہیں جن سے خطاء وصواب دونوں کا احتمال ہے۔ پس ان کے اقوال میں سے جو موافق حق ہوگا اسے لے لیا جائے گا اور جو حق کے خلاف ہوگا اسے اس کے قائل کی طرف پھیر دیا جائے گا۔" [مجلۃ "الفرقان" کویت، عدد (28)]

[۹] گزشتہ کچھ برسوں سے قطبی تکفیریوں نے شیخ فوزان وشیخ محمد بن ابراہیم کے مندرجہ بالا کلام کو مطلقاً حکم بغیر ما انزل اللہ کرنے والے حکام پر تکفیر کرنے کی دلیل بنانا شروع کردیا ہے۔ چناچہ جب یہ بات بہت افشاں ہونے لگی تو خود شیخ فوزان سے اس کے متعلق پوچھا گیا:

سوال: بعض لوگ آپ کی "کتاب التوحید" میں حاکمیت اور حکم بغیر ما انزل اللہ پر کئے گئے کلام سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ آپ ان حکام کی جو اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تکفیر معین کرتے ہیں ۔ اور اسی کو لے کر وہ لوگ خلیجی (اور دیگر اسلامی) ممالک کے حکام پر چسپاں کرتے ہیں (یعنی اس تکفیر کا مصداق ٹھہراتے ہیں)؟

جواب: (کچھ مسکرا کر فرماتے ہیں) ۔۔۔ کیا یہ لوگ اہواپرستی میں ایسے کررہے ہیں؟ ۔۔۔ میرے الفاظ توکتاب میں بالکل واضح ہیں اور ان میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔ جو تفصیل (اس باب کے شروع میں) بیان ہوئی وہ ان پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ یعنی جو شریعت کو مکمل طور پر کالعدم قرار دے کر اس کی جگہ وضعی قانون کو نافذ کرتا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ وضعی قوانین کو شریعت سے بہتر سمجھ رہا ہے اور جو ایسا سمجھے تو وہ کافر ہے۔ یہ بات تو خود اسی کتاب میں ذکر ہوئی ہے ۔۔۔ البتہ یہ لوگ کتاب میں سے صرف اپنے فہم کے مطابق وہی بات لیتے ہیں جو ان کے (باطل منہج) کو فائدہ پہنچا سکے اور باقی سارے کلام کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں۔ اگر یہ صرف ان الفاظ کو ہی شروع سے پڑھ لیتے تو معاملہ ان پر بالکل واضح ہوجاتا۔

سوال: اور کیا شیخ محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کا بھی یہی مفہوم لیا جائے؟

جواب: ہاں! بالکل اس کا بھی وہی مفہوم ہے ۔۔۔ ان کے الفاظ کا (صحیح) مفہوم یہ ہے کہ جو شریعت کو مکمل طور پر کالعدم قرار دے کر اس کے جگہ وضعی قوانین کو نافذ کرتا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس قانون کو شریعت سے بہتر سمجھتا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جو ان قوانین کا شریعت سے بہتر ہونے کا عقیدہ رکھے تو ایسا شخص تمام لوگوں کے نزدیک بلاشبہ کافر ہے۔

سوال: وہ اس سے خلیجی (اور دیگر اسلامی) ممالک کے حکام مراد لیتے ہیں؟

جواب: ۔۔۔ (کتاب میں وارد) الفاظ بالکل واضح ہیں۔ البتہ جہاں تک معین افراد اور حاکم (کی تکفیر) کا معاملہ ہے تو وہ مزید تفتش وتحقیق کا متقاضی ہے۔

سوال: یعنی ثابت یہ ہوا کہ تکفیر معین اور حکم عام میں فرق ہے؟ ←

اسی طرح کتاب التوحید فصل ہفتم "قانون سازی اور حلال وحرام ٹھہرانے کے حق کا دعوی" کے تحت فرماتے ہیں:

ان احکام و قوانین کو وضع کرنے کا حق صرف اللہ تعالی کو ہے جن پر بندوں کی صلاح وفلاح کا دارومدار ہے اور ان کی عبادت، معاملات اور زندگی کے تمام شعبے جن کے مطابق چلتے ہیں اور جن کے ذریعہ بندوں کے آپسی لڑائی جھگڑے اور تنازعات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ **أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ تَبَارَكَ اللّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ** ﴾ (الاعراف: ٥٤)

(دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے، یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے)

چونکہ وہی جانتا ہے کہ اس کے بندے کے لئے کیا چیز مفید ہے، لہذا اسی کے مطابق وہ ان کے لئے احکام وضع کرتا ہے۔ اور چونکہ وہ سب کا رب ہے اس لئے رب ہونے کے ناطے قانون سازی کا حق بھی اسی کو پہونچتا ہے۔ اور چونکہ تمام بندے اس کے بندے وغلام ہیں اس لئے ان کے لئے اللہ تعالی کے احکام کی بجاآوری ضروری ہے، اس کے احکامات کی پیروی کا پورا فائدہ انہی کی طرف لوٹتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً** ﴾ **(النساء: ٥٩)**

(مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں، ان کی بھی، اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ تعالی اور روزآخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ سب سے اچھی بات ہے اور انجام کار کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہے)

← **جواب:** جی بالکل، اس میں اور حکم عام میں فرق ہے ---
سوال: سو آپ کی مراد (کتاب میں) عام حکم تھا (ناکہ حکم معین)؟
جواب: جی، بلاشبہ وہ ایک عام حکم ہے۔ اور وہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ "اس سے خلیجی (اور دیگر اسلامی) ریاستوں کے حکام مقصود ہیں؟"
سائل: جی وہ ایسا ہی کہتے ہیں بہرحال وہ اہوا پرستی میں مبتلا ہیں؟
الشیخ: جی ہاں، (یہ تو) اہوا پرستی ہی ہے --- کیا یہی اصلاح ہے؟ یعنی خلیجی (اور دیگر مسلم ممالک) کے حکمرانوں کی تکفیر کرنا، کیا اسی طرح سے (حکام اور معاملات کی) اصلاح کی جاتی ہے؟
سائل: نہیں یہ طریقہ تو نہیں ---
الشیخ: یہ تو کوئی اصلاح نہیں --- (بلکہ) یہ تو فتنہ وفساد کی آگ کو بڑھکانے والی باتیں ہیں۔
سائل: جزاکم اللہ خیرا۔ (اختتام گفتگو) [کیسٹ "الأسئلة حول قضية الحاكمية" سے لیا گیا]

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ **وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي** ﴾ (الشوری: ۱۰)

(تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہوگا) یہی اللہ میرا رب ہے)

اللہ تعالی نے اس کی سخت نکیر فرمائی کہ بندہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو قانون ساز مانے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **أَمْ لَهُمْ شُرَكَاء شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ** ﴾ (الشوری: ۲۱)

(کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا)

لہذا جو شخص بھی اللہ تعالی کی شریعت کے علاوہ کسی دوسری شریعت کو قبول کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے، عبادات میں سے جو عبادت اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے مشروع کردہ نہیں وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے:

"من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد." (بخاری ومسلم)

(اگر کوئی ہمارے اس معاملے (دین) میں ایسی نئی بات ایجاد کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے)

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد." (مسلم)

(اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے)

اور سیاسی وانتظامی معاملات میں اگر شریعت الہی سے ہٹ کر کام کیا جائے تو وہ طاغوتی وجاہلی حکومت ہوگی۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ **أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ** ﴾ (المائدہ: ۵۰)

(کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟)

اسی طرح حلال وحرام قرار دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالی کو ہے، کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس معاملہ میں وہ اللہ تعالی کا شریک ہو، ارشاد الہی ہے:

﴿ وَلاَ تَأْكُلُواْ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴾ (الانعام: ۱۲۱)

(اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤکہ اسکا کھانا گناہ ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بیشک تم بھی مشرک ہوئے)

آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے شیاطین اور ان کے حواری کی حلت وحرمت کے معاملے میں اطاعت کو اللہ تعالی کے ساتھ کھلا شرک قرار دیا ہے، اسی طرح حلت وحرمت کے معاملے میں علماء وامراء کی اطاعت وپیروی بھی اللہ تعالی کے سوا دوسروں کو رب وحاجت روا بنانے کے مترادف ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿ اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (التوبة: ۳۱)

(انہوں نے اپنے احبار (علماء) اور رہبان (درویشوں) اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے)

بخاری شریف میں آیا ہے کہ اس آیت کریمہ کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عدی بن حاتم الطائی (رضی اللہ عنہ) کے سامنے تلاوت کیا تو جناب عدی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے! پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا:

"ألستم كنتم إذا حرموا لكم حلالاً حرمتموه؟ وإذا حللوا لكم حراما حللتموه؟"

(کیا وہ جس حلال چیز کو تم پر حرام کردیتے تھے تم اسے حرام نہیں قرار دیتے تھے، اور جس حرام چیز کو تم پر حلال کردیتے تھے تم اسے حلال نہیں سمجھتے تھے؟) انہوں نے کہا: ہاں! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو ایسا تو ضرور تھا۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: **"فذاك اتخاذكم إياهم أربابا من دون الله."**

(تمہارا ایسا کرنا ہی انہیں اللہ کے سوا رب بنانا تھا)

اس سے پتہ چلا کہ احکام الہی کو چھوڑ کر حلت وحرمت کے معاملے میں ان کی اطاعت وپیروی کرنا دراصل ان کی عبادت کرنا ہے جو اللہ تعالی کے ساتھ کھلا ہوا شرک ہے، یہ شرک اکبر ہے، جو توحید کے سراسر خلاف ومنافی ہے، اس لئے کہ توحید کے معنی ہیں "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرنا اور اس اقرار کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالی کو ہے، جب حقیقت یہ ہے پھر جو بھی شخص حلال وحرام کے معاملے میں اپنے علماء ومشائخ کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالی کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے، اگرچہ علماء کرام دین کی سمجھ بوجھ میں بہت قریب ہیں۔ اور اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی ہوجائے اور حق تک ان کی رسائی نہ ہوسکے پھر بھی ان کو ایک اجر ملے گا۔ ان سب کے باوجود ان کی اطاعت وپیروی جب جائز نہیں تو پھر ان خودساختہ وضعی قوانین کی پیروی کیسے جائز ہوگی؟ جو کفار وملحدین کے وضع کردہ ہیں، جو باہر سے منگائے گئے ہیں اور عالم اسلام اور وہاں کے مسلم عوام پر زبردستی تھوپے گئے ہیں۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**۔ اس طرح تو اللہ تعالی کے بجائے کفار وملحدین کو **ارباب من دون اللہ** بنایا جاتا ہے، جو ان کے لئے احکام وقوانین وضع کرتے ہیں، حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور بندوں پر حکومت کرتے ہیں۔

حدود الہی کے نفاذ کی فضیلت

شیخ سلطان بن عبدالرحمن العید (حفظہ اللہ)

(مدرس جامع خالد بن الولید، البدیعۃ، سعودی عرب)

اگرچہ ہمارے وطن بلاد حرمین میں اتنی بارشیں نہ بھی ہوں اس سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حدود قائم ہے۔

ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"**اقامة حد بأرض خير لإهلها من مطر أربعين ليلة.**"(رواہ النسائی وسندہ صحیح ولہ حکم الرفع)

(زمین پر صرف ایک حدود الہی کا قیام بھی چالیس راتوں کی لگاتار بارش سے بہتر ہے)

عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"اقامة حد بأرض خير لإهلها من مطر أربعين ليلة[10]." (طبرانی فی الاوسط بسند حسن کما قال الحافظ العراقی)

(زمین پر صرف ایک حدود الٰہی کا قیام بھی چالیس راتوں کی لگاتار بارش سے بہتر ہے)

اللہ تعالی کی شریعت کے خلاف فیصلے کرنے کی دنیا وآخرت میں عقوبت وسزا

شیخ خالد بن علی العنبری (حفظہ اللہ)

الأصالة العدد ۱۳، ۱۴ بتاریخ ۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ[11]

جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت مطہرہ ومحکمہ جو سراسر بنی نوع انسان کی بھلائی وفلاح پر مشتمل ہے اور انسانیت کی سعادت مندی وکامیابی کی ضامن ہے تو وہاں اسے پس پشت ڈالنا عظیم ترین جرائم میں سے ایک جرم اور بدترین قباحتوں میں سے ایک قباحت ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں عظیم ترین مفاسد جیسے رب تعالی کا غیض وغضب، انسان کی شقاوت وانحراف، شہوات کا پنپنا اور فواحش کا عام ہونا، دین اور دیندار لوگوں کا اجنبی ہوجانا، امت کی پسماندگی وزبوحالی، اور دشمنوں کا اس پر مسلط ہوجانا اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جن کا نتیجہ شر اور جس کا

---

[10] آپ کے خطبۂ جمعہ بعنوان "أحكام الشتاء" (سردیوں کے احکام) سے لیا گیا۔
شیخ سلطان العید (حفظہ اللہ) کے کلام کے علاوہ بھی بہت سے نصوص میں حدود الٰہی کے نفاذ کی برکات بیان ہوئی ہیں جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُواْ وَاتَّقَوْاْ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلأدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاء مَا يَعْمَلُونَ ﴾ (المائدة: 65-66)
(اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت وآرام کی جنتوں میں لے جاتے۔ اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالی کی طرف سے نازل فرمایا گیا، انہیں قائم کرتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے، ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے، باقی ان میں سے بہت سے لوگوں کے برے اعمال ہیں)۔

[11] شیخ خالد العنبری کی اصول التکفیر وحکم بغیر ماانزل اللہ پر لکھی گئی بہترین وجامع کتاب کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ نعوذباللہ اسے انہوں نے حکومتوں کی رضا چاہنے اور شرعی احکامات کی نفاذ کی اہانت وبے قدری کے لئے لکھا ہے جس کا جواب شیخ نے جریدة "المسلمون" العدد (595) بتاریخ 1417/2/12ھ کو انٹرویو میں دیا جب ان پر یہی اعتراض کیا گیا، دیکھئے کتاب کا چوتھا ایڈیشن مطبوعہ مکتبہ الفرقان۔ اور خود یہ مضمون بھی دلیل ہے جس میں انہوں نے وضعی قوانین پر چلنے کی دنیا و آخرت میں عقوبت بیان کی ہیں جو انکی کتاب پر اعتراض ہونے کے بعد نہیں (کہ کوئی کہے کہ اپنے دفاع میں اب لکھ رہے ہیں) بلکہ اس سے پہلے کی بات ہے، کتاب کا پہلا ایڈیشن ہی 1416ھ کا ہے اور یہ مضمون 1415ھ کا ہے۔ اسی طرح اپنی کتاب "الحاكمية و أصول التكفير" کے شروع میں تحکیم شریعت کے وجوب وغیرہ کا باب باندھا ہے اور کئی صفحات اس سلسلے میں مختص کئے ہیں حالانکہ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں اور اصل مسئلہ تو ہے اصول تکفیر کا ہے۔ [مترجم]

ثمرہ مصیبت کے سوا کچھ نہیں۔ شریعت اسلامیہ کے علاوہ فیصلے کرنے کا آخر انجام عذاب وعبرت انگیزی ہی ہے، جیسا کہ حافظ ابن القیم "زاد المعاد" میں فرماتے ہیں:

"فإن المحرمات كلما تغلظت، تغلظت عقوبتها[١٢]**."**

(کیونکہ جسقدر محرمات شدید ہوتے ہیں ان کی عقوبت وسزا بھی اسی قدر شدید ہوتی ہے)

حالانکہ یہ چند عقوبتیں وسزائیں ہی کافی تھیں اس قابل نفرت جرم سے زجر وتوبیخ کے لئے اور جب یہ سب مجتمع ہوجائیں تو کیا حال ہوگا؟ مندرجہ ذیل کچھ عقوبتیں بیان کی جاتی ہیں جو شریعت کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں بھگتنی پڑتی ہیں:

١- الضلال والشقاء (دینا میں گمراہی اور آخرت میں شقاوت):

اللہ تعالی نے اس کی ہدایت، فلاح وسعادت کی ضمانت دی ہے جو اس کی جانب سے آئی ہوئی ہدایت کی پیروی کرے، اس کی کتاب اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت پر ایمان لائے، ان کے ذریعہ فیصلے کرے اور انہیں تمام باتوں پر مقدم رکھے۔ اس کے برعکس دنیا وآخرت میں گمراہی، شقاوت، تنگدستی اس کا مقدر کردی ہے جو ان سے منہ موڑے، اور ان کے علاوہ خودساختہ وضعی قوانین اور مذاہب جاہلیت کے ذریعہ فیصلے کرے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيراً ○ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى ﴾
(طه: ١٢٤-١٢٦)

(اور جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے)

---

[١٢] "زاد المعاد": (41/5).

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: **"تكفل الله لمن قرأ القرآن، وعمل بما فيه أن لا يضل في الدنيا، ولا يشقى في الآخرة، ثم قرأ هذه الآية."**

(اللہ تعالی نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو قرآن کریم کو پڑھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ نہ اس دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں شقاوت وبدبختی کا شکار ہوگا، پھر آپ نے وہی مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی)

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ○ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ** ﴾ (الزخرف: ۳٦-۳۷)

(اور جو شخص رحمن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔ اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں)

پس اللہ تعالی نے خبر دی کہ جو شخص اس شر میں مبتلا ہو کہ اس کا ساتھی شیطانوں میں سے کوئی بن جائے جو اسے راہ راست سے روک دے تو اس کا سبب یہی ہے کہ اس نے اللہ تعالی کے رسول پر نازل شدہ شریعت سے اعراض وغفلت برتی۔ پس اس کی سزا یہ ہوئی کہ اس پر ایک شیطان مقرر کردیا گیا جو اس کا ساتھی بن کر اسے اس کے رب اور اس کے فوزوفلاح کی راہ سے روکنے لگا جبکہ وہ یہ خیال کرتا رہا کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، یہاں تک کہ جب بروز قیامت اس کا اس کے قرین (ساتھی) سمیت اس کے رب سے سامنا ہوا اور اس نے اپنی ہلاکت وافلاسئ حال کا مشاہدہ کرلیا تو کہہ اٹھا:

﴿ **حَتَّى إِذَا جَاءنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ** ﴾ (الزخرف: ۳۸)

(یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی (تو) بڑا برا ساتھی ہے)

"وكل من أعرض عن الاهتداء بالوحي - الذي هو ذكر الله - فلابد أن يقول هذا يوم القيامة[۱۳]**".**

---

[۱۳] "تحذير أهل الإيمان": (73).

(اور جو کوئی بھی وحی الٰہی جوکہ ذکر اللہ ہے کے ذریعے ہدایت پانے سے اعراض کرے تو وہ یقیناً روز قیامت یہ کہے گا)

خلیفۂ راشد عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے امت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم حدود الٰہی میں سے محض ایک حد تک کو ترک کرو گے تو گمراہ ہوجاؤں گے۔ پھر اس سے اندازہ لگائیے جو تمام کی تمام حدود کو ہی پس پشت ڈال دے؟

بخاری میں ابن عباس (رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے وہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالی کی اس کی شایان شان حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"أما بعد، فإني قائل لكم مقالة قد قدر لي أن أقولها، لا أدري لعلها بين يدي أجلي، فمن عقلها ووعاها، فليحدث بها حيث انتهت به راحلته، ومن خشي أن لا يعقلها، فلا أحل لأحد أن يكذب علي: إن الله بعث محمد صلى الله عليه وسلم بالحق، وأنزل عليه الكتاب، فكان مما أنزل الله آية الرجم، فقرأناها وعقلناها ووعيناها، رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورجمنا بعده، فأخشى إن طال بالناس زمان أن يقول قائل: والله ما نجد آية الرجم في كتاب الله، فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، والرجم في كتاب الله حق على من زنى إذا أحصن من الرجال والنساء، إذا قامت البينة، أو كان الحبل، أو الاعتراف."

(میں تم لوگوں سے ایک بات کہتا ہوں جو میرے لئے مقدر کردی گئی ہے کہ میں کہوں کیونکہ مجھے نہیں معلوم کہ میری موت قریب ہی ہو، پس جو اسے اچھی طرح سمجھ لے اور ذہن نشین کرلے تو اسے چاہیے کہ جہاں تک اس کی سواری ساتھ دے وہاں تک یہ بات پہنچا دے۔ اور جسے یہ خوف ہو کہ شاید وہ بات کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پایا تو اس کے لئے جائز نہیں کہ مجھ پر جھوٹ باندھے:

"اللہ تعالی نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی، اور جوکچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا تھا اس میں آیت رجم بھی تھی، تو ہم نے اسے پڑھا اور اچھی طرح

سمجھ کر ذہن نشین کرلیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عملاً رجم فرمایا اور ہم نے ان کے بعد بھی رجم کیا، مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ بیت جانے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم قرآن میں آیت رجم نہیں پاتے چناچہ وہ ایک فریضۂ الٰہی جو اس نے نازل کیا تھا کو ترک کر کے گمراہی کا شکار ہوجائیں گے۔ کتاب اللہ میں رجم کی سزا حق ہے ہر اس شادی شدہ کے لئے جو زنا کرے خواہ مرد ہو یا عورت، اگر دلائل ثابت ہوجائیں یا عورت حاملہ ہوجائے یا وہ اعتراف کرلیں"[١٣])۔

٢- العنت و المشقة (سختی و مشقت):

شریعت الٰہی اور اس کے احکامات انتہائی سہل وآسان ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی تنگی، مشقت، ضرر نہیں اسی وجہ سے یہ ہر زمان ومکان میں نافذ ہونے کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ **يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** ﴾ (البقرة: ١٨٥)

(اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں)

وقال سبحانه: ﴿ **يُرِيدُ اللّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفاً** ﴾ (النساء: ٢٨)

(اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)

وقال جل ذكره: ﴿ **وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ** ﴾ (الحج: ٧٨)

(اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"ما كلفكم ما لا تطيقون، وما ألزمكم بشيء يشق عليكم إلا جعل الله لكم فرجا ومخرجا، فالصلاة التي هي أكبر أركان الإسلام بعد الشهادتين تجب في الحضر أربعا، وفي السفر تقصر إلى اثنتين، وفي الخوف يصليها بعض الأئمة ركعة، كما ورد به الحديث، وتصلى رجالا وركبانا، مستقبلي القبلة وغير مستقبليها، وكذا في النافلة في السفر إلى القبلة وغيرها، والقيام فيها

[١٣] البخاري: (6442).

يسقط لعذر المرض، فيصليها المريض جالسا، فإن لم يستطع فعلى جنبه، إلى غير ذلك من الرخص و التخفيفات في سائر الفرائض الواجبات."

(اللہ تعالی نے وہ احکام تم پر نہ رکھے، وہ سختی تم پر نہ کی، وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں، جنہیں تم بجا نہ لاسکو۔ شہادتین [اسلام] کے بعد سب سے اعلی اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں اور خوف میں تو بعض آئمہ حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت کے قائل ہیں، وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو روبہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو، اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو، پڑھ سکتے ہیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے ساقط ہوجاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کرلے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالی نے آسانیاں رکھی ہیں [15])۔

بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جو صفت سابقہ آسمانی کتابوں میں بیان ہوئیں:

﴿ **وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ** ﴾ (الأعراف: ١٥٧)

(اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں)

امام ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: "یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دین میں آسانیوں اور رخصتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے جبکہ اس سے پہلے کی امتوں پر ان کی شریعت تنگ کردی گئی تھی۔ پس اللہ تعالی نے اس امت کے لئے اس کے کاموں میں وسعت فرمائی اور انہیں سہل فرمادیا"۔

بلکہ یسر (آسانی) اور رفع الحرج (تنگی کو دور کرنا) ان پانچ بنیادی قواعد میں سے ہے جن پر فقہ اسلامی قائم ہے، اور جو اس باسہولت وآسان شریعت سے روگردانی کرتے ہیں وہ اپنے تئیں اور اپنے معاشروں کو مشقت میں مبتلا کرتے ہیں۔

درحقیقت جتنے بھی وضعی قوانین ہیں ان سب کا معاملہ تنگی، مشقت اور دشواری سے تعبیر ہے اگرچہ بعض لوگوں پر بظاہر اس کی کچھ سہولتیں وآسانیاں نمودار ہوں۔ کیونکہ کوئی شخص بھی یہ گمان ہرگز نہیں کرسکتا کہ خودساختہ قوانین

---

[15] "تفسیر ابن کثیر"، مترجم مولانا محمد جوناگڑھی (رحمۃ اللہ علیہ).

بنانے والا لوگوں پر ان کے رب سے زیادہ مہربان ہے یا انسانوں کے مصالح ومفادات کا انسانوں کے مالک سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

چونکہ سنت الہیہ کبھی نہیں بدلتی لہذا **"أن الجزاء من جنس العمل"** (کسی چیز کی جزا یا سزا اسی کی مانند عمل سے دی جاتی ہے) پس جو کوئی امت محمدیہ پر اللہ تعالی کی نازل کردہ ہر قسم کی خیر وبھلائی پر مشتمل باسہولت شریعت کو تبدیل کرکے تنگی کرے گا اللہ تعالی بھی اسے نہایت سخت مشقت میں ڈال دیں گے۔ اور اسے اس امت کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ مشقت اور عذاب شدید میں ڈال کر نشان عبرت بنانے والی بددعا ہی کافی ہے۔

عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا:

"اللهم، من ولي من أمر أمتي شيئا فشق عليهم فاشقق عليه، ومن ولي من أمر أمتي شيئا فرفق بهم فارفق به." (صحيح مسلم)

(اے اللہ! جس کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ کیا جائے (حاکم بنایا جائے) اور وہ ان پر تنگی کرکے مشقت میں ڈال دے تو تو بھی اسے مشقت میں مبتلا کردے، اور جس کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ کیا جائے [حاکم بنایا جائے] اور وہ ان پر نرمی وآسانی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما)

اسی طرح ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور اس میں فرمایا:

"من ولي منهم شيئا فشق عليهم فعليه بهلة الله، قالوا: يا رسول الله، وما بهلة الله؟ قال: لعنة الله."

(جو ان [میری امت] کے کسی امر پر ولی وحاکم بنایا جائے پس وہ ان پر تنگی کرے تو اس پر **"بهلة الله"** ہو، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ **"بهلة الله"** کیا ہے؟، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت)

۳- **الفساد العام** (فساد عام پھیل جانا):

تحکیمِ شریعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں مکمل وجامع فلاح ہے اور یہ ہر فرد، سوسائٹی اور گھریلو زندگی کے لئے فلاح عام ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے خالق کی شریعت واحکام ہیں جو ان کے مصالح کے بارے میں کامل علم رکھتا ہے اور ان کی اس دنیا کے معاش اور آخرت میں نفع پہنچانے والی چیزوں سے مکمل طور پر باخبر ہے۔ اور وہ ان پر رحیم ہے، احسان کرنے والا ہے اور ان پر فضل وکرم کرنے والا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** ﴾ (الملك: ۱۴)

(کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو)

"اور یہ بات تمام عقل مندوں کے نزدیک مسلم ہے کہ بیشک انبیاء ورسل تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں اور ان کی عقل کامل ترین عقل ہوتی ہے، اسی لئے جو کچھ وہ اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں وہ عقل بشر سے بالاترین شئی ہوتی ہے[۱۶]، اسی لئے ان کے ہاتھوں جو خیر حاصل ہوئی وہ کسی اور کے ہاتھوں نہ ہوسکی اور انہوں نے نفوس وقلوب کے حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور ان کی خیر وبھلائی پر تعمیر کی اور علم وعمل کے ذریعہ ان کا ایسا تزکیہ کیا جو ان کے سوا اور کسی سے نہ ہوسکا۔ دلوں، دنیا اور آخرت کی تعمیر ان کے ہاتھوں ہوئی۔ دنیا میں جتنا بھی فساد ہے عام ہو خاص اس کا سبب ہی انبیاء کی تعلیمات سے روگرانی ہے۔

اور اگر آپ سارے عالم میں پھیلی برائیوں، فتنہ وفساد اور مصائب وآلام کا ان کی جزئیات وکلیات سمیت تجزیہ کریں گے تو اس کا سبب ان لوگوں کا انبیاء کرام کی نافرمانیاں کرنا ہی پائیں گے۔ اور اس کے برعکس دنیا وآخرت کی تمام نعمت وبھلائی کا سرچشمہ لوگوں کا انبیاء کرام کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہی پائیں گے۔ آپ اس کا تجزیہ نوح (علیہ السلام) کے دور سے لے کر اپنے اس دور تک کریں، امتوں کو انواع واقسام کے جو عذاب ہوئے اور جو حالت زار اس امت کی اب ہے، یہاں تک کہ جس مصیبت سے مسلمانوں کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موجودگی میں یوم احد میں دوچار ہونا پڑا تھا اس کا سبب بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حکم عدولی ہی تھا۔ ایک

---

[۱۶] عقل انسانی سے اس طور پر بلند ہوتی ہے کہ وہ اس جیسی چیز لانے کی قدرت نہیں رکھتے کیونکہ یہ دین اللہ تعالی کی طرف سے ہے ناکہ اس طور پر بلند کے وہ اس کا اصل فہم وادراک ہی نہ کرسکیں۔ [مجلۃ الاصالۃ]

بصیرت افروز عقل کے لئے اپنے نفس اور اپنے خاص احوال میں عبرت ہوا کرتی ہے[۱۷]۔" پس جب انسانیت پستی کا شکار ہوکر شریعت الٰہی سے بیگانہ ہوجاتی ہے، اور گمراہی کی اتھا کھائیوں میں جاگرتی ہے پھر وہ اس بات پر راضی ہوجاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے خود ہی قانون سازی کرے۔ مگر اس کا انجام ناقابل ستائش ہوتا ہے، اس کے ثمرات بدمزہ ہوتے ہیں، اس کے نتائج واثرات سے بچا نہیں جاسکتا ہے۔

دیکھو تو سہی، اگر انسانیت اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت جیسے زنا اور لواطت کی حد کو نافذ کرتی ہے تو پھر کیا آپ انسانیت کو درپیش اس معاشی تنگی اور ان گندے عذابوں کے بارے میں سن یا دیکھ سکیں گے جو مختلف جان لیوا ومتعدی جنسی امراض جن میں سب سے خطرناک انسانی مدافعتی نظام کا ناکارہ ہوجانا (ایڈز) اور آتشک کی صورت میں پھیل رہے ہیں، یا ان کے علاوہ ایسی باتیں جو معاشرے کے فساد اور انہیں رذائل میں ڈبونے کا باعث ہیں۔

۴- **تسليط الأعداء** (دشمنوں کا غلبہ وتسلط):

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"كيف أنتم إذا وقعت فيكم خمس، وأعوذ بالله أن تكون فيكم، أو تدركوهن."

(تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں پانچ چیزیں واقع ہوں گی، اور میں اللہ تعالی کی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ تم میں واقع ہوں یا تم انہیں پالو:

۱- **ما ظهرت الفاحشة في قوم قط، يعمل بها فيهم علانية إلا ظهر فيهم الطاعون، والأوجاع التي لم تكن في أسلافهم.**

[کسی قوم میں ایسی فحاشی ظاہر نہیں ہوتی جس پر کھلم کھلا عمل کیا جارہا ہو مگر اس کے نتیجے میں ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے لوگوں میں نا تھیں]

۲- **وما منع قوم الزكاة إلا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم يمطروا.**

---

[۱۷] "الصواعق المرسلة": (350/4) لابن القيم.

[کوئی قوم زکوۃ ادا کرنا نہیں چھوڑتی مگر آسمان سے ان کے لئے بارش روک دی جاتی ہے اور اگر یہ چوپائے نہ ہوتے تو ان کے لئے قطعاً کوئی بارش نہ ہوتی]

۳- **ولا حكم أمراؤهم بغير ما أنزل الله إلا سلط عليهم عدوهم، فاستنقذوا بعض ما في أيديهم.**

[اس کے حکام اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ فیصلے نہیں کرتے مگر اللہ تعالی اس کے بدلے میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کردیتا ہے، تو جو ان کی دسترس میں ہوتا ہے اس سے کچھ وہ چھین لیتے ہیں]

۴- **وما عطلوا كتاب الله وسنة نبيه إلا جعل بأسهم بينهم.**

[اور وہ کتاب اللہ اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کو ترک نہیں کرتے مگر اللہ تعالی ان کے آپس میں پھوٹ ڈال دیتا ہے])[۱۸]۔

اور اس حدیث پر کسی قسم کے تبصرے کی حاجت نہیں کیونکہ امت کی حالت زار اپنے آپ ہی اس پر شاہد ہے۔

اور اللہ تعالی نے نصرت اور غلبے کا وعدہ اس کے دین کی نصرت، شریعت کی اقامت اور حدود کا نفاذ کرنے سے مشروط فرمایا ہے اور ایسا نہ کیا گیا تو شکست فاش اور ذلت ورسوائی مقدر ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ** ﴾ (محمد: ۷)

(اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا)

اور فرمایا:

﴿ **وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ** ﴾ (الحج: ۴۰)

(جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشک اللہ تعالی بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے)

۵- **حلول غضب الرب -عز وجل-** (عتاب وغضب الہی کا نزول):

---

[۱۸] حدیث اپنے شواہد کے اعتبار سے صحیح ہے، دیکھئے "السلسلة الصحيحة": (106).

یقیناً رب تعالی کا غضب اور غصہ اس قوم پر شدید ہوا جنہوں نے شریعت کو جان لینے کے بعد اسے پس پشت ڈال دیا اور انہیں ناقص وناپائیدار وضعی قوانین سے بدل ڈالا نتیجتاً اپنے معاشروں کو ان موعود الہی سے محروم کردیا جو اس نے اس کا دین قائم کرنے اور چھوٹے بڑے معاملے میں شرعی حکم کرنے والوں سے نصرت، تمکین، امن واستقرار، شرف وعزت، برکات زندگانی اور وسعت رزق کے سلسلے میں کئے ہیں۔

"فمن لم يعرف الحق كان ضالا، ومن عرفه ولم يتبعه كان مغضوبا عليه، ومن عرفه واتبعه فقد هدي إلى الصراط المستقيم، و أول الشر الضلال ومنتهاه الغضب، كما إن أول الخير الهدى، ومنتهاه الرحمة والرضوان [19]."

(جو حق کو نہیں جانتا وہ گمراہ ہے، اور جو اسے جانتا ہے مگر اس کی اتباع نہیں کرتا تو وہ مغضوب علیہ ہے، اور جو اسے جانتا بھی اور اس کی اتباع بھی کرتا ہے تو وہ صراط مستقیم کی جانب ہدایت پاگیا، پس برائی کی ابتداء گمراہی اور انتہا غضب الہی، جسطرح بھلائی کی ابتداء ہدایت اور انتہاء رحمت ورضا مندء رب)

ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"أربعة يبغضهم الله -عز وجل-: البياع الحلاف، والفقير المختال، والشيخ الزاني، والأمام الجائر."

(چار قسم کے لوگوں پر اللہ تعالی غضب فرماتے ہیں: بے تحاشہ قسمیں کھانے والا تاجر، فقیر متکبر، بوڑھا زانی، ظالم حاکم [20])

سب سے شدید ناانصافی اور سب سے بڑھ کر ظلم اس کا ہے جو جاہلیت کے حکم وضعی قوانین کا طالبگار ہو اور حکم شریعت ربانی سے پھر جائے! جس کا انجام ظلم وطغیان کے انتشار پر ہی منتج ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ (المائدة: ۴۵)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں)

---

[19] "الصواعق المرسلة": (1089/3).

[20] حديث صحيح ہے ديكھئے "السلسلة الصحيحة": (363).

٦- مخاصمة الرب ومحاربته (رب تعالی سے جنگ مول لینا):

اس بدترین جرم کے ذریعہ ایک شخص اپنے رب سے جنگ مول لیتا ہے، اور اس کی نامرادی، جہالت اور اندھاپن کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے رب سے جنگ مول لیتا ہے۔ اور اللہ تعالی سے جنگ مول لینے والے درحقیقت وہ لوگ ہیں جو اس کی کتاب اور جو کچھ دے کر اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا ہے اس سے اپنی عقل وآراء کو بروکار لاتے ہوئے اعراض کرتے ہیں، کیونکہ اگر یہ لوگ اللہ تعالی سے اعلان جنگ کرنے والے نہیں ہیں تو پھر اور کون ہوسکتے ہیں؟!

جو کتاب اللہ کے لئے جھگڑے، اور اسے حاکم بنائے اور اس پر اعتماد کرے وہ اس کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا جو کتاب اللہ سے جھگڑے اور ان وضعی قوانین کو حاکم بنائے جو کافروں وفاجروں جو اللہ ورسول کے دشمن ہیں کی ذہنی اپچ اور خباثت ذہنی ہیں۔

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: **"من حالت شفاعته دون حد من حدود الله -عز وجل- فقد ضاد الله في أمره، ومن مات وعليه دين فليس بالدينار ولا بالدرهم، ولكنها الحسنات والسيئات، ومن خاصم في باطل - وهو يعلمه - لم يزل في سخط الله حتى ينزع، ومن قال في مؤمن ما ليس فيه اسكنه الله ردغة[21] الخبال حتى يخرج مما قال، وليس بخارج[22]."**

(جس کسی کی سفارش اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کے درمیان حائل ہوگئی تحقیق اس نے اللہ تعالی کے حکم میں مخالفت کی، اور جو کوئی مرا اس حال میں کہ اس کے ذمے قرض تھا تو [اسے چکانے کے لئے] درہم ودینار سے نہیں بلکہ نیکیاں [لے کر] اور برائیاں [دے کر چکایا جائے گا]۔ اور جو کسی باطل بات کے لئے جھگڑا جبکہ وہ اس کا باطل ہونا جانتا بھی تھا تو ہمیشہ اللہ تعالی اس پر غصے میں رہے گا یہاں تک وہ اس سے دستبردار ہوجائے، اور اگر کسی نے کسی مومن کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں تو اللہ تعالی اسے جہنمیوں کے

[21] الردغة: بمعنی شدید کیچڑ ودلدل، خطابی فرماتے ہیں: "ردغة الخبال: عصارة أهل النار" (ردغة الخبال معنی جہنمیوں کا دھون).
[22] حدیث صحیح ہے دیکھئے "الإرواء": (2318).

[پیپ وفضلات کے] دھون میں رکھے گا جس سے وہ اس وقت تک چھٹکارا نہیں پا سکے گا جب تک کہ اپنے قول سے برأت کا اظہار نہیں کرے گا)

یہ تو اس شخص کا حال ہے جو حدود الہی میں سے صرف ایک حد کے نفاذ کے درمیان آڑے آجائے تو اسے اللہ تعالی کا مخالف، جنگ مول لینے والا اور دشمن قرار دیا گیا، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ساری کی ساری شریعت اور حدود کو ہی معطل کردے؟!

ایسے کے بارے میں تو رب العالمین ہی فیصلہ کرے گا جو الہ الاولین والآخرین ہے۔

۷- **حبوط الأعمال** (اعمال صالحہ کا ضائع ہونا):

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ** ﴾ (الحجرات: ٢)

(اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہوکہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو)

"جب محض رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ہے، تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جو اپنی آراء، عقل، ذوق، سیاست، معارف، قوانین، رویہ کو اس چیز پر عمداً مقدم رکھے جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے کر آئے اسے جانتے بوجھتے ہوئے بھی، اور اسی کے ذریعہ فیصلہ کرے، کیا یہ اس بات کا بالاولی حقدار نہیں کہ ان کے اعمال ضائع وبرباد ہوجائیں؟ اگر اللہ تعالی کو یہ علم ہوتا کہ دین ودنیا کا نظام ایک ساتھ صرف اس جامع، کامل، غایت درجۂ عدل وانصاف پر مبنی شریعت کے ذریعہ قائم نہیں ہوسکتا تو وہ کوئی رسول مبعوث فرما دیتا جو ان باتوں کو منسوخ کردیتا جو اس موجودہ زمانے کے لائق نہ ہوتی جیسا کہ المارقین (حد سے تجاوز کرنے والے) خیال کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اس سے پہلے بھی اس وقت ایسا کیا تھا جب ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خاتم النبیین بنایا گیا، اور ان کے بعد کسی نبی کو نہیں بھیجا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ

شریعت کافی ووافی ہے، کامل اوردین ودنیا کے تمام مصالح کی ضامن ہے، اس کے ہوتے ہوئے لوگوں کی آراء وسیاست کی کوئی احتیاج نہیں الا یہ کہ کوئی ایسا ایضاح حق کے لئے کرے جس میں اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی ہو بعد اس کے کہ مقاصد شریعت کے معرفتِ تامہّ حاصل کرچکا ہو۔ اسی لئے لوگوں کی آراء، ذوق، وجدان (دلی میلان) اور ایسی سیاست جو شرعی سیاستِ حقہ و صحیحہ کے مخالف ومحارب ہو کو جو مقدم رکھتا ہے یقیناً یہ اس کے بربادیٔ اعمال کو مستلزم ہے، اور کبھی تو ارتداد اور امت اسلامیہ اور ملت حنیفیہ سے خروج کا سبب بھی بن سکتا ہے[٢٣]۔"

اور ایسا اس حالت میں ہوسکتا ہے جب کتاب وسنت اور جو کچھ خیرالبشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے کر آئے سے انکارواستحلال، عناد وکراہیت ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ **ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ** ﴾ (محمد: ٩)

(یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے، پس اللہ تعالی نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کردیئے)

اور فرمایا:

﴿ **ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ** ﴾ (محمد: ٢٨)

(یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ کو ناراض کردیا اور انہوں نے اس کی رضامندی کو برا جانا، تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے)

٨- الجنة عليه حرام (اس پر جنت کا حرام ہونا):

میرے رب کی قسم ایسا ہی ہے کہ وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکے گا، جبکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت (عظیم مسافت) سے سونگھی جاسکتی ہوگی۔ اور یہ بھرپور بدلہ ہوگا کیونکہ انہوں نے امت کو ان نعمتوں، امن وامان کی پرسکون زندگی سے محروم رکھا جو کہ سب سے بلند اور سب سے بڑے اللہ تعالی کی شریعت کی نافذ کرنے کی صورت میں انہیں مل سکتی تھیں۔ پس اس نے امت کے ساتھ دھوکہ بازی کی جب اس نے انہیں شریعت الہی اور احکام ربانی سے روکے رکھا۔

---

[٢٣] "تحذير أهل الإيمان": (112-113) سے معمولی ترمیم کے ساتھ۔

معقل بن یسار المزنی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ما من عبد يسترعيه الله رعية، يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة." (متفق عليه)

(جس شخص کو بھی اللہ تعالی کسی رعیت کا ولی ورکھوالا بنائے اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ اپنی رعیت سے دھوکہ بازی کرنے والا تھا تو اللہ تعالی اس پر جنت کو حرام کردیتا ہے)

اور اس حدیث کو اہل سنت کے قاعدۂ وعدہ ووعید کے تناظر میں ہی سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاء** ... ﴾ (النساء: ۴۸)

(یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے ...)

اسی لئے مندرجہ بالا حدیث سے امت کو دھوکہ دینے والے کا کافر ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالی کی مشیئت کے رحم وکرم پر ہوگا یا تو وہ اس سے درگزر کرے گا یا پھر اپنی وعید کو اس پر نافذ کرکے رہے گا، پس وہ اس پر جنت کو طویل یا قلیل مدت کے لئے حرام کئے رہے گا چناچہ وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اسے وہاں بہت برا عذاب دیا جائے گا پھر بالآخر اس سے نکال دیا جائے گا۔

لیکن یہ اس وقت ہوگا جب اس کا رعیت کے ساتھ دھوکہ دہی کرنا شریعت میں معلوم شدہ عام حقائق سے جحودوانکار پر مبنی نہ ہو، البتہ بعض لوگوں نے اس سے استحلال کرنے والے ہی مراد لئے ہیں جبکہ اولی یہی ہے کہ استحلال نہ کرنے والے اس سے مراد ہیں جیساکہ حافظ ابن حجر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

"ومما يؤيد ما ذهبنا إليه ما قد وقع في رواية لهذا الحديث في (صحيح مسلم) بلفظ: (لم يدخل معهم الجنة) وهو يؤيد أن المراد أنه لا يدخل الجنة في وقت دون وقت[۲۴]."

[۲۴] دیکھیے **"فتح الباري"**: (137/13).

(اور جو اس بات کی تائید کرتا ہے جس کے ہم قائل ہیں کہ اس حدیث کی ہی ایک روایت جو صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے: "وہ ان [اپنی رعیت] کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوپائے گا" اور یہ اس بات کا مؤید ہے کہ وہ کسی مخصوص وقت جنت میں داخل نہ ہوپائے گا نہ کہ ہمیشہ)۔

٩- محروم من الشفاعة (شفاعت سے محرومی):

ایسا شخص شفاعت محمدی کا اہل نہ ہوگا اور نہ ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی شریعت و روشن سنت سے اعراض کرکے اس کی امت میں معذور واپاہج قوانین جاہلیت، سنن یہودونصاری اور خواہش پرستوں کے ذریعہ فیصلے کرنے والے کی شفاعت کریں گے، اس سے زیادہ کون اس سخت ترین دن میں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کا محتاج ہوگا!

ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي، إمام ظلوم غشوم، وكل غال مارق[٢٥]."

(میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میری شفاعت حاصل نہ ہوگی، بہت ظالم ودھوکہ باز حاکم، اور ہر غالی وحد سے تجاوز کرنے والا)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو امت کے اور جو وہ چاہتی ہے اور پسند کرتی ہے کہ تحکیم شریعت مطہرہ جو خیر وبھلائی، فوز وفلاح، سعادت دنیا وآخرت کی ضامن ہے کہ مابین حائل ہوجائے۔

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ (المائدة: ٤٥)

١٠- الخزي والندامة والعذاب يوم القيامة (یوم حساب ہوگی رسوائی، ندامت وعذاب):

بخاری نے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

---

[٢٥] حديث حسن ہے دیکھئے "السلسلة الصحيحة": (470).

"إنكم ستحرصون على الإمارة، وإنها ستكون ندامة يوم القيامة، فنعم المرضعة، وبئست الفاطمة."

(تم لوگ عنقریب حکومت وامارت کی حرص کروگے، لیکن وہ بروزقیامت تمہارے لئے ندامت کا سبب بنے گی، تو دودھ پلانے والی کتنی اچھی لگتی اور چھڑانے والی کتنی بری)

یہ حدیث اس نفس انسانی کی حب جاہ وریاست کو بیان کرتی ہے کیونکہ اس میں نصیبۂ دنیا اور لذات دنیا میں سے بہت کچھ ملتا ہے اس وجہ سے کتنی اچھی دودھ پلانے والی ہے یہ کہ مال، جاہ، حکم کی تعمیل، جلد ملنے والی لذات پلاتی ہے ۔ اور کتنی ہی بری دودھ چھڑانے والی ہے کہ جب موت کے ذریعہ اس کا خاتمہ ہوتا ہے یا معزول ہونے کی صورت میں اس سے تمام لذتیں اور منافع چھوٹ جاتے ہیں، اور بس حسرت وندامت ہی باقی رہ جاتی ہے ۔ کسی عقل مند کے لئے یہ لائق نہیں کہ وہ ایسی لذتوں کو جمع کرنے کے پیچھے لگے جن کا انجام حسرتوں کے سوا کچھ نہ ہو۔

اظغاث أحلام وظل زائل

إن اللبيب بمثلها لا يخدع

یہ تو خواب ہائے پریشان اور چھٹ جانے والا سایہ ہے

کوئی صاحب عقل ان کے دام فریب میں نہیں آتا

اسی وجہ سے بہت سی احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ طلب امارت وریاست اور ان کی حرص کرنا منع ہے ۔ ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں: "میں اور میرے چچیرے بھائیوں میں سے دو اور اشخاص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے چناچہ ان میں سے ایک مخاطب ہوا اور کہا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہمیں بعض ان (معاملات / علاقوں) پر امیر مقرر کردیں جو اللہ تعالی نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کئے ہیں ۔ دوسرے نے بھی ایسا ہی کچھ کہا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب دیا:

"إنا واللّٰه لا نولي على هذا العمل أحدا سأله، ولا أحدا حرص عليه." (متفق عليه)

(اللہ کی قسم! ہم اس عمل پر کسی ایسے کو کبھی ولایت نہیں سونپتے جو اسے خود طلب کرے، اور نہ ہی کسی ایسے کو جو اس کی حرص وطمع کرے)۔ "

علماء کرام فرماتے ہیں: **"والحكمة في أنه لا يولي من سأل الولاية انه يوكل إليها ولا تكون معه إعانة**[٢٦]."

(رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ولایت کا سوال کرنے والے کو ولایت نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ [اگر وہ سوال کرے گا تو] اس کے سپرد کردیا جائے گا اور اس سے [عہدہ براء ہونے میں اس کی] اعانت ومدد نہیں کی جائے گی)

جیسا کہ حدیث عبدالرحمن بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) میں اس بات کی صراحت موجود ہے، آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا:

"يا عبد الرحمن، لا تسأل الإمارة، فانك إن أعطيتها عن مسالة وكلت إليها، وإن أعطيتها من غير مسألة أعنت عليها." (أخرجه الشيخان)

(اے عبدالرحمن! کبھی امارت وحکومت کا سوال نہ کرنا[٢٧]، کیونکہ اگر تو مانگنے پر دیا گیا تو اس کے سپرد کردیا جائے گا اور اگر بن مانگے تجھے مل جائے تو اس [سے بحسن وخوبی عہدہ براء ہونے] پر تیری [اللہ کی طرف سے] مدد کی جائے گی)

پس حصول ریاست کی اس حرص کا انجام سوائے ندامت کے اور کچھ نہیں اور اس کی وراثت حسرت ہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس میں کماحقہ عمل نہ کرے، اور حق سوائے اس کے جو اللہ تعالی نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا اور کچھ نہیں۔ اور اسے "کماحقہ" کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الامارت میں ابو ذر غفاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

---

[٢٦] "شرح صحيح مسلم": (207/12) للنووي.

[٢٧] جبکہ طریقۂ وٹنگ والیکشن کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ حکومت کے لئے باقاعدہ امیدوار بنا جاتا ہے اور اس کے لئے ہر حلال وحرام کام کیا جاتا ہے اور اسلام کے نفاذ کا نعرہ بلند کرنے والی دینی سیاسی جماعتیں بھی اس ممنوعہ حرکت میں مصروف عمل ہیں جس کی بنیاد ہی اسلام مخالف عمل پر ہو اس سے اسلام کیسے نافذ ہوسکتا ہے۔ [مترجم]

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے عامل (امیر وغیرہ) کیوں نہیں بنا لیتے؟ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا ہاتھ میرے کاندھے پر مارا اور فرمایا:

"يا أبا ذر، إنك ضعيف، وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها."

(اے ابا ذر! تم کمزور ہو اور یہ [امارت وغیرہ] قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی الا یہ کہ کوئی اس کا واقعی حق ادا کرتے ہوئے لینے والا ہو اور اس چیز کو جو اس [امارت] کے تعلق سے اس کے ذمہ ہے ادا کرنے والا ہو)

امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: **"هذا الحديث أصلا عظيم في اجتناب الولايات لاسيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائف تلك الولاية، و أما الخذي والندامة، فهو في حق من لم يكن لها أهلا، أو كان أهلا ولم يعدل فيها، فيخزيه الله تعالى يوم القيامة، ويفضحه، ويندم على ما فرط، و أما من كان أهلا للولاية، وعدل فيها، فله فضل عظيم تظاهرت به الأحاديث الصحيحة[۲۸]."**

(یہ حدیث ولایت وحکومت [کی طلب وحرص] سے اجتناب کرنے کے بارے میں عظیم ترین اصول پر مبنی ہے خصوصاً جو اس کے وظائف کی ادائیگی میں کمزور ہو، البتہ رسوائی اور ندامت اس کے لئے ہے جو اس کا اہل نہ ہو یا اہل تو ہو مگر اس میں عدل سے کام نہ لے، پس ایسے کو اللہ تعالی روزقیامت رسوا وبے نقاب کریں گے اور وہ اپنی تقصیروں پر نادم وپشیمان ہوگا۔ مگر جو ولایت کا واقعی اہل ہو اور وہ اس میں عدل سے کام لے تو اس کے لئے بہت بڑی فضیلت احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے)

اور محض رسوائی وندامت ہی نہیں بلکہ نار جہنم بھی ہر اس شخص کا مقدر ہے جو اللہ تعالی کی شریعت کے علاوہ فیصلے کرتا ہے[۲۹]۔

---

[۲۸] "شرح صحيح مسلم": (210/12) للنووي۔

[۲۹] اگر وہ شریعت مطہرہ کا منکر، اسے جھٹلانے والا اور اس کی بے حرمتی کرتا ہے اور وضعی قوانین کے مطابق حکم کو حلال جانتا ہے یا اسے شریعت ربانی پر فوقیت دیتا ہے توایسا شخص ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے لیکن اگر اسلام کا اعتقاد رکھتا ہے اور رحمن نے جو کچھ نازل کیا اس کی تحکیم کے وجوب کا قائل ہے اور اسے دوسروں پر فائق سمجھتا ہے لیکن پھر بھی نفس کے پیروی میں، یا خوف ولالچ میں معصیتاً اس سے روگردانی کرتا ہے تو وہ مشیئت الٰہی کے رحم وکرم پر ہے۔

بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"القضاة ثلاثة، اثنان في النار، وواحد في الجنة: رجل عرف الحق فقضى به فهو في الجنة. ورجل عرف الحق، ولم يقض به، وجار في الحكم فهو في النار. ورجل لم يعرف الحق، وقضى للناس على جهل فهو في النار[30]."

(قاضی وفیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہیں، دو تو آگ میں ہیں اور ایک جنت میں: ۱- جس نے حق کو پہچانا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا تو یہ جنت میں ہے، ۲- جس نے حق کو پہچان تو لیا مگر اس کے مطابق فیصلہ نہیں کیا اور ظلم وجور سے کام لیا تو وہ آگ میں ہے، ۳- جس نے حق کو پہچانا بھی نہیں اور لوگوں میں جہالت کے ساتھ فیصلہ بھی کیا تو وہ بھی آگ میں ہے)

پھر ایسے لوگ کس طرح جہنم کی آگ کو برداشت کرپائیں گے! جو ظالمانہ وضعی قوانین کے ذریعہ فیصلے کرتا ہے، اور اپنے وزراء وقاضیوں (ججوں) کو اسی کے مطابق فیصلے کرنے اور ان سے باہر نہ نکلنے کا پابند بناتا ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ قضاء وفیصلہ سازی ایک عظیم مسئولیت ہے اور اس کے مصائب بھی بہت ہیں جن سے سلامتی بہت مشکل امر ہے لہذا سلف اس سے بہت دور وپرے رہنے والے اور بچنے والے تھے۔

مکحول (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: **"لو خيرت بين القضاء وضرب عنقي، لاخترت ضرب عنقي ولم أختر القضاء."**

(اگر مجھے قاضی بننے یا گردن کٹوا دینے کے درمیان اختیار دیا جائے تو میں گردن کٹوا دینا پسند کروں گا مگر قاضی بننا نہی)

فضیل (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: **"ينبغي للقاضي أن يكون يوما في القضاء، ويوما في البكاء على نفسه."**

(ایک قاضی کے لئے یہی لائق ہے کہ وہ ایک دن فیصلہ کے لئے رکھے اور ایک دن اپنے نفس پر رونے کے لئے)

---

[30] حدیث اپنے شواہد کے اعتبار سے حسن ہے، دیکھیے "إرواء الغليل": (2613).

حسین بن منصور نیشاپوری (رحمۃ اللہ علیہ) پر منصب قضاء پیش کیا گیا تو آپ تین دن تک چھپے رہے اور اللہ تعالی سے دعا کی چناچہ تیسرے دن آپ کی موت واقع ہوگئی۔ ان کے علاوہ امام ابو حنیفہ، شافعی (رحمہا اللہ) اور بہت سے سلف نے اس سے گریز ہی اختیار کیا۔

اور ان کے علاوہ بھی جن کا قصہ مشہور ہے وہ ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جو ابن عباس (رضی اللہ عنہا) کے شاگرد تھے، جب ان سے شام کی منصب قضاء کو سنبھالنے کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے اس سے معذرت کرلی اور مصر فرار ہوگئے یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، قوت سماعت وبصارت تک زائل ہوگئیں۔ ان کی حکایت کو ابن حبان نے کتاب "الثقات" میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

امام وکیع (رحمۃ اللہ علیہ) کی محمد بن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اسناد سے کتاب "أخبار القضاۃ" میں روایت ہے، فرماتے ہیں: "میں عتبہ بن عبداللہ کے پاس تھا اور ان کے سامنے انگیٹھی تھی جس میں آگ جل رہی تھی اتنے میں ایک شخص آیا اور ان کے فرش پر بیٹھ گیا پھر کسی چیز کے متعلق ان سے دریافت کیا اور میں نہیں جانتا کہ کیا دریافت کیا۔ عتبہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس شخص سے کہا اپنی انگلی اس آگ میں ڈالو! اس شخص نے کہا: سبحان اللہ! کیا آپ مجھے اس بات کا حکم دے رہیں کہ میں اپنی انگلی اس آگ میں ڈالوں؟! آپ نے جواب دیا: تو اس بات سے تو بخل کررہا ہے کہ اس دنیا کی آگ میں اپنی انگلی ڈال اور مجھ سے یہ چاہتا ہے کہ میں اپنا سارا جسم آخرت کی آگ میں جلا دوں؟!" ابن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: **"فعرفنا أنه سأله أن يتولى القضاء!"** (ہم سمجھ گئے کہ اس نے آپ کو منصب قضاء سنبھالنے کے لئے کہا تھا)

یہ تھا شریعت کا حکم اس شریعت کی مخالفت کرنے والوں اور اس کی متضاد امور کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کے بارے میں ...

اللہ تعالی سے درگزر وعافیت کا سوال کرتے ہیں، اور یہ دعا کرتے ہیں کہ مسلم معاشروں کو ایسے صالح حکام میسر ہوں جو اللہ رب العالمین کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کریں۔

توحیدِ حاکمیت

کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب

کچھ داعیان نے توحید کی تین معروف اقسام کے ساتھ ساتھ توحید حاکمیت کو بہت زیادہ اہمیت دینی شروع کردی ہے۔ تو کیا یہ چوتھی قسم ان تین اقسام ہی میں داخل ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا ہم اسے ایک الگ قسم قرار دے کر اس کا خصوصی اہتمام کریں؟

اور یہ بھی کہا جاتا ہے شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) نے توحید الوہیت کو اس لئے زیادہ اہمیت دی جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ لوگ اس باب میں غفلت برت رہے ہیں اور اسی طرح امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) نے توحید اسماء وصفات پر اس لئے خصوصی توجہ دی جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اس باب میں غفلت برت رہے ہیں۔ اب چونکہ فی زمانہ لوگ توحید حاکمیت میں غفلت کا شکار ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر زیادہ توجہ مرکوز رکھیں، سوال یہ ہے کہ کہاں تک یہ بات درست ہے؟

<u>جواب</u>: توحید کی تین اقسام ہیں: توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات اور کوئی چوتھی قسم نہیں۔ اور اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا توحید الوہیت کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالی کے لئے ادا کی جانے والی عبادات کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور ہر قسم کی عبادت توحید الوہیت کے تحت آتی ہیں۔ پس "حاکمیت" کو توحید کی ایک علیحدہ قسم قرار دینا ایک بدعت ہے جو ہماری علم کے مطابق کسی بھی عالم کا قول نہیں۔

ہاں البتہ بعض نے اسے عام رکھا اور کہا کہ توحید کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ توحید معرفت واثبات، اور یہ توحید ربوبیت اور اسماء وصفات پر مشتمل ہے۔

۲۔ توحید طلب وقصد، اور یہ توحید الوہیت ہے۔

اور کچھ نے اسے مزید مخصوص کرتے ہوئے تین اقسام کیں جیساکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، واللہ اعلم۔

چناچہ یہ واجب ہے کہ ہم مکمل توحید الوہیت پر توجہ دیں اور اس کی ابتداء شرک کا رد کرنے سے کریں کیونکہ یہ اکبر الکبائر ہے جس کی موجودگی میں تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، اور اس کا مرتکب دائمی جہنمی ہے۔ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) نے اپنی دعوت کا آغاز ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینے اور ہر قسم کی شرک کی نفی سے کیا، اور اللہ تعالی نے ہمیں انہی کے راستے کی پیروی کرنے اوردعوتِ دین ہو یا دیگر دینی امور ہمیں انہی کے منہج کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ پس توحید پر اس کی تینوں اقسام سمیت توجہ دینا ہر دور میں واجب ہے کیونکہ شرک اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کا انکار وتأویل آج بھی موجود ہے، بلکہ یہ تو پہلے سے زیادہ عام ہو چکے ہیں اور قرب قیامت تک ان کے خطرات میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا، جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان دونوں امور کی یہ اہمیت و سنگینی بہت سے مسلمانوں پر مخفی ہے، اور ان دونوں کی طرف دعوت دینے والے بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں اور بہت سرگرم ہیں۔ لہذا شرک کا وجود صرف شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) کے دورتک محدود نہ تھا اور نہ ہی اللہ تعالی کے اسماء وصفات کا انکار وتأویل امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) کے دورتک محدود تھی، جیساکہ سوال میں کہا گیا۔ بلکہ اس دور میں تواس کے خطرات دوچند ہوگئے ہیں اور یہ پہلے سے زیادہ مسلم معاشروں پھل پھول رہے ہیں۔ اسی لئے انہیں ایسے لوگوں کی سخت ضرورت ہے جو انہیں اس میں ملوث ہونے سے روکیں اور اس کے مضرات سے انہیں آگاہ کریں۔ آخر میں یہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کے احکامات کی پابندی کرنا اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور اس کی شریعت کو نافذ کرکے اس کے مطابق فیصلے کرنا یہ سب توحید کو اپنانے اور شرک سے پاک رہنے ہی میں شامل ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

سماحة الشيخ عبدالعزيز بن باز، والشيخ عبدالعزيز بن عبدالله آل الشيخ، والشيخ صالح بن فوزان الفوزان، والشيخ عبدالله بن عبدالرحمن الغديان، والشيخ بكر بن عبدالله أبو زيد.

(المسلمون رقم: ۶۳۹، جمعہ ۲۵ ذوالحج ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲ مئی ۱۹۹۷ع)

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رحمۃ اللہ علیہ)

سوال: سماحۃ الشیخ اہل علم کے یہاں معروف توحید کی تین اقسام (ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات) پر کسی منفرد نوع کا اضافہ کرنے کا کیا حکم ہے۔ جس کی دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ تقسیم توحید ایک اصطلاحی واجتہادی مسئلہ ہے اسی لئے اس پر زیادتی کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں مثلاً وہ توحید حاکمیت کو توحید الوہیت سے منفرد ایک قسم بناتے ہیں؟

جواب: "نہیں، اس (تقسیم) کی کوئی اصل نہیں (بلکہ) یہ توحید الوہیت میں داخل ہے۔ تتبع واستقراء سے توحید کی تین اقسام بنتی ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ انہی میں داخل ہیں۔

۱۔ پس توحید حاکمیت اور توحید عبادت ایک ہی چیز ہیں کیونکہ اللہ کی شریعت کے مطابق حکم کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں سے ایک عبادت ہے۔ مثلاً نماز کی ادائیگی اللہ کی توحید میں سے ہے اسی طرح زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ سب توحید عبادت میں سے ہی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں اور نماز ادا کریں، روزے رکھیں اور زکوۃ دیں کیونکہ یہ سب توحید عبادت میں داخل ہیں۔

۲۔ توحید اسماء وصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ پر ایمان لایا جائے اور اسے بنا کسی تحریف، تعطیل، تکییف، تمثیل (وتشبیہ) کہ ان صفات سے متصف کیا جائے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

۳۔ توحید ربوبیت ایسی توحید ہے جسے مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، محیی وممیت، مدبر کائنات ہے جس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ اس (سبحانہ وتعالیٰ) کے سوا کوئی رب ہے۔

اور جو ان کے علاوہ ہیں اس میں توحید حاکمیت داخل ہے جسطرح توحید صلاۃ وزکوۃ سب اس میں داخل ہیں۔ توحید عبادت میں ہی یہ بات بھی واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلے کئے جائیں بالکل اسی طرح جسطرح نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ صرف اسی کے لئے ادا کئے جائیں۔"

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم (سلفی) لوگ اپنا وقت شرکِ قدیم یعنی قبروں سے توسل اور (اولیاء وانبیاء) سے استغاثہ وغیرہ کے رد میں ضائع کرتے ہو اور شرک جدید کے رد کو بھول جاتے ہو جو کہ شرک فی الحاکمیت اور حکام کا شرک ہے۔ (اور جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں) وہ ان دنوں اپنا بیشتر وقت دعوت الی اللہ میں صرف کرنے کے بجائے حکام کی تکفیر اور ایسے اعمال میں صرف کرتے جس کے ذریعہ ان پر خروج کی راہ ہموار کی جا سکے؟

جواب: "یہ لوگ (دینی وعلمی اعتبار سے) مساکین اور گمراہ ہیں، انہیں چاہیے کہ لوگوں میں ایسی صحیح دینی بصیرت اجاگر کریں جس سے وہ ہر قسم کے شرک چاہے وہ وثنیت (بت وقبر پرستی) کی شکل میں ہو یا شیوعیہ (ملحدانہ تحریکوں)، اباحیہ (دین بیزار حریت کی حامی تحریکوں) کی شکل میں ہو سے محفوظ رہ سکیں۔ جہاں تک حکام پر خروج کا معاملہ ہے تو یہ خوارج اور معتزلہ کے خصائل میں سے ہے۔ اس قسم کے لوگوں (اور جماعتوں) میں خوارج کی مشابہت پائی جاتی ہے جن کا (دین و دنیا میں) سوائے حکام کے خلاف خروج کے اور کوئی سروکار نہیں۔ جو چیز واجب ہے وہ لوگوں کے احوال کی اصلاح ہے خواہ حکام ہوں یا ان کے علاوہ، انہیں اللہ تعالی کی طرف دعوت دینا اور نصیحت چاہنا مطلوب ہے جبکہ خروج اور اس جیسی باتیں صرف فساد برپا کرتی ہیں اور یہ لوگ (بے سوچے سمجھے) کمزوری وناتوانی (قلت وسائل) کی حالت میں خروج کرتے (نکل پڑتے) ہیں نتیجتاً دوسرے مسلمانوں کا خون بہانے کے ساتھ ساتھ خود بھی مارے جاتے ہیں[۳۱]، یہ ان انقلابیوں کا طریق کار ہے۔ انہیں چاہیے کے علم سے لوگوں کو روشناس کروائیں تاکہ وہ جب (دین کے لئے) خروج کریں (نکلیں) تو مکمل بصیرت کے ساتھ نکلیں۔"

سوال: فضیلۃ الشیخ آپ کی ایسے نوجوانوں کے لئے کیا نصیحت ہے؟

جواب: "میری یہی نصیحت ہے کہ وہ دین کا تفقہ حاصل کریں اور پھر لوگوں کو اس کی تعلیم دیں تاکہ انہیں حکام کے خلاف خروج پر ابھاریں کیونکہ اس سے تو خود دعوت دین کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے ہوسکتا ہے حاکم جس کے پاس طاقت ہے انہیں ختم کردے (اور تھوڑا بہت جو کچھ ہورہا ہے وہ بھی نا رہے)۔ ان پر واجب ہے کہ دعوت، توجیہ وارشاد سے کام لیں اور اس سے پہلے خود دین میں تفقہ حاصل کریں تاکہ اپنے قیمتی اوقات حکام وحکومت کو گالم گلوچ کرنے

[۳۱] جیسا کہ مصر، الجزائر اور حال ہی میں سانحۂ لال مسجد کی صورت میں پاکستان میں ہوا۔

اور برا بھلا کہنے میں کھپائیں اور (حکومتی) معاملات کی تدبیر (کے بارے میں خوامخواہ سوچنے) میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں جو کہ بہت خطرناک اور عظیم فساد کا پیش خیمہ ہیں۔ حکومت کو خط وکتابت (اور دیگر جدید ذرائع) کے ذریعہ (خفیہ طور پر) مخاطب ہوں اور نصیحت کرتے رہیں (اور ان کے لئے دعاگو رہیں) کیا عجب کہ اللہ تعالی انہیں راہِ راست پر لے آئے۔ یہ ہی سلامتی کا اور سیدھا راستہ ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے[۳۲]۔"

علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ)

جریدہ المسلمون رقم ۶۳۹ میں شیخ توحید حاکمیت سے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"جو کوئی بھی اس بات کا مدعی ہے کہ توحید کی ایک چوتھی قسم ہے جسے توحید حاکمیت کہتے ہیں تو اسے مبتدع (بدعتی) کہا جائے گا۔ یہ ایک بدعتیانہ تقسیم ہے جو ایک ایسے شخص سے صادر ہوئی ہے جسے دین عقیدے کے معاملات کا کوئی فہم حاصل نہیں۔ کیونکہ "حاکمیت" تو توحید ربوبیت کے تحت آتی ہے اس اعتبار سے کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے فیصلہ صادر فرماتا ہے۔

اور یہ توحید الوہیت میں بھی اس طور پر شامل ہے کہ بندے کو اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق ہی اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ پس یہ توحید کی تین معروف اقسام سے خارج نہیں ہو سکتی یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات۔"

سوال: اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو توحید کی ایک چوتھی قسم بنام "توحید حاکمیت" کرتا ہے؟

جواب: "ہم کہیں گے کہ وہ جاہل اور گمراہ ہے کیونکہ توحید حاکمیت تو توحید الہی ہی ہے۔ کیونکہ حاکم تو اللہ تعالی ہی ہے اور جب آپ کہتے ہیں کہ توحید کی تین اقسام ہیں جیساکہ علماء کرام کہتے ہیں تو اس وقت بھی توحید حاکمیت توحید ربوبیت

[۳۲] شیخ ابن باز (رحمۃ اللہ علیہ) کی ویب سائٹ سے لئے گئے فتاوی جات۔

میں داخل ہوتی ہے کیونکہ توحید ربوبیت اللہ تعالی کی حکم، خلق اور تدبیر میں توحید ہی تو ہے لہذا یہ قول منکر وبدعت ہے۔"

پھر جب شیخ سے پوچھا گیا کہ ہم ان کے اس دعوی کا توڑ کس طرح کریں؟ تو آپ نے فرمایا:

"ہم ان کی اس بات کا توڑ ان سے یہ پوچھ کر کر سکتے ہیں کہ: حاکمیت کا معنی کیا ہے؟ ان کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ ہو گا کہ حکم اور فرمانروائی کا حق صرف اللہ تعالی کو حاصل ہے اور یہ تو توحید ربوبیت ہوئی، پس اللہ تعالی ہی رب ہے، خالق ہے، حاکم اعلی ہے اور جس کے ہاتھ میں تمام کاموں کی تدبیر ہے۔ اب رہی بات کہ ان (چوتھی قسم بنانے والوں) کا اسے بیان کرنے سے مقصد کیا ہے اوران کے اس پر خطر نظریہ کی کیا توضیح ہے، تو (درحقیقت) ہمیں ان کی نیتوں اور خواہشات کا علم نہیں لہذا ہم اس معاملہ کی سنگینی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔"

(المسلمون رقم: ۶۳۹، جمعہ ۲۵ ذوالحج ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲ مئی ۱۹۹۷ء، اور لقاء المتوح رقم ۱۵۰ منعقدہ ۲۰ شوال، ۱۴۱۷ھ)

علامہ شیخ محمد ناصرالدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ ناصرالدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا کہ فضیلۃ الشیخ (بارك الله فيك) علماء سلف (رحمہم اللہ) نے توحید کی تین اقسام بیان کی ہیں: توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات، تو کیا یہ ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم توحید کی ایک چوتھی قسم "توحید حاکمیت" یا "توحید فی الحکم" کے نام بیان کریں؟

شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب ارشاد فرمایا:

"(اے سائل) خوش ہو جاؤ! کیونکہ (میرا جواب یہ ہے کہ) یہ صحیح نہیں۔ اگرچہ یہ صحیح نہیں (کہنا کافی ہی کیوں نہ ہو) لیکن جواب اس طرح سے نہیں دیا جاتا۔ (لہذا اس کی قدرے تفصیل مندرجہ ذیل ہے)

بلکہ حاکمیت تو توحید الوہیت کی ہی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور موجودہ دور میں وہ لوگ جو اپنی توجہ اس چوتھی نئی بدعتیانہ تقسیم پر مرکوز رکھتے ہیں وہ اسے بطور ایک سیاسی ہتھیار کے استعمال کرتے ہیں نہ کہ لوگوں کو وہ توحید سکھانے کے لئے کہ جسے لے کر تمام انبیاء ومرسلین آئے تھے۔ سو اگر آپ چاہیں تو میں نے جو کچھ ابھی کہا ہے میں اسے ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں (اگرچہ یہ سوال کئی مرتبہ پیش کیا جاچکا ہے اور اس کا جواب بھی دیا جاچکا ہے) اور اگر آپ چاہیں تو ہم اپنے اسی موضوع کو جاری رکھیں۔

میں اس قسم کی صورتحال میں (جو کچھ میں نے ابھی بیان کیا ہے اس کی دلیل کے طور پر) ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں کہ لفظ "الحاکمیۃ" موجودہ دور کی کچھ جماعتوں کی مخصوص سیاسی دعوت کا حصہ ہے۔ اور میں یہاں ایک واقعہ بیان کروں گا جو خود میرے اور ایک صاحب جو دمشق کی کسی مسجد میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کے مابین پیش آیا۔ الغرض اس خطیب کا سارا خطبۂ جمعہ اس بات پر تھا کہ حاکمیت اور قانون صرف اللہ تعالی کے لئے ہی ہونا چاہیے مگر اس شخص نے فقہی معاملے میں ایک غلطی کا ارتکاب کیا۔ چناچہ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں اسکے پاس گیا اور سلام عرض کرکے کہا کہ: "میرے بھائی آپ نے فلاں فلاں کام کیا ہے جو مخالفِ سنت ہے۔" تو اس نے جواب دیا کہ: "دراصل میں ایک حنفی ہوں اور حنفی مذہب میں وہی ہے جو میں نے کیا ہے۔" تو میں نے کہا: "سبحان اللہ! ابھی تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ حکم اور فیصلہ صرف اللہ تعالی کا ہی چلے گا لیکن آپ نے اس لفظ کو محض ان حکمرانوں پر حملہ کرنے کے لئے استعمال کیا جو بزعم آپ کے کافر ہیں کیونکہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔ اور آپ اپنی ذات کے متعلق بھول گئے کہ اللہ تعالی کے حکم کا تو ہر مسلمان پابند ہے۔ اگر ایسا نہیں تو کیوں جب میں نے آپ سے کہا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسا ایسا کیا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ میرا مذہب فلاں ہے۔ اس صورت میں تو آپ خود اس چیز کی مخالفت کررہے ہیں جس کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔"

پس اگر یہ حقیقت نہ ہو کہ وہ اس دعوت کو محض اپنے سیاسی پروپیگنڈہ کے لئے استعمال کررہے ہیں تو ہم خود یہ کہیں گے: **"هذه بضاعتنا ردت إلينا"** (یہ تو ہماری ہی چیز تھی جو ہماری طرف لوٹا دی گئی)

سو ہم توحید الوہیت یا توحید عبادت کی جس دعوت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اس میں تو حاکمیت ہی نہیں (جس پر آپ نے تمام تر توجہ مرکوز کی ہوئی ہے) بلکہ اس کے علاوہ بھی دیگر عقائد و اعمال شامل ہیں۔ جس چیز پر آپ توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں اس کی دعوت تو (درحقیقت) ہم دیتے ہیں۔ حدیث حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) میں ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"﴿ **اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ** ﴾ (التوبة: ۳۱)

(انہوں نے اپنے احبار (علماء) اور رہبان (درویشوں) کو اللہ کے سوا رب بنالیا)

اس پر عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہم نے تو انہیں اللہ کے سوا اپنا رب نہیں بنایا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب دیا کہ کیا وہ جس حلال چیز کو تم پر حرام کردیتے تو کیا تم اسے حرام قرار نہیں دیتے تھے، اور اگر کسی حرام چیز کو تم پر حلال کردیتے تو کیا تم اسے حلال نہیں بنالیتے تھے؟ عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ہاں! جہاں تک اس کی بات ہے تو ایسا تو کیا کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہی تو تمہارا انہیں رب بنانا ہے۔"

سو ہم ہی ہیں وہ جو اس حدیث کو بیان کرتے ہیں اور لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ لہذا انہوں نے توحید الوہیت یا عبادت کے صرف ایک حصے کو ایک بدعتیانہ عنوان دے کر محض سیاسی مقاصد کے خاطر ہی مقدم رکھا۔

چنانچہ میں اس قسم کی اصطلاح استعمال کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا اگر صرف اسے بنا عمل کے پروپگینڈہ نہ بنایا جائے۔ پس جیسا کہ میں نشاندہی کرچکا ہوں کہ یہ توحید عبادت میں داخل ہے لیکن آپ ان لوگوں کو پائیں گے کہ یہ لوگ ہر اس طریقے سے اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں بھلا لگتا ہے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے (جیسا کہ میں نے ایک خطیب کا واقعہ سنایا) کہ کوئی سنت کے خلاف عمل کررہا ہے یا کوئی چیز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان کے خلاف ہے تو وہ کہتا ہے: میرا مذہب فلانی ہے۔

حکم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے یہ محض کفار و مشرکین کے ہی لئے نہیں بلکہ ہر اس شخص کے خلاف حجت ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت اس کی کتاب میں نازل شدہ احکام اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کی نافرمانی کرکے کرے۔ اس قسم کے سوالات کے بارے میں میرا یہی جواب ہے۔"
(المسلمون رقم: ٦٣٩، جمعہ ٢٥ ذوالحج ١٤١٧ھ بمطابق ٢ مئی ١٩٩٧ء)

اسی طرح آپ اپنے درس بعنوان "عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت" میں حاکمیت کا نعرہ بلند کرنے والوں کی اپنے دعوی سے ناانصافی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"... اور اسی وجہ سے ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بدعت کی حرام اور مکروہ (یعنی کراہت تنزیہی) وغیرہ تقسیم کرنے کی کوئی اصل شریعت میں وارد نہیں، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ یہ بالکل کھلم کھلا متصادم ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس حدیث کے جو آپ ہمیشہ سنتے چلے آئے ہیں "**كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار**" (ہر بدعت گمراہی ہے او رہر گمراہی آگ میں ہے) پس ایسی کوئی بدعت نہیں جس کا مرتکب آگ کا مستحق نہ ہو۔ اگر یہ تقسیم صحیح ہوتی تو (اس حدیث کا) جواب یہ ہوتا کہ نہیں، ہر بدعت کا مرتکب مستحق آگ (جہنم) نہیں، کیوں؟ کیونکہ یہ تقسیم بدعت محرمہ کے مرتکب کو تو آگ کا مستحق ٹھہراتی ہے لیکن بدعت مکروہہ تنزیہیہ کو آگ کا مستحق نہیں ٹھہراتی بلکہ محض اسے ترک کرنا اور اس سے اعراض برتنا اولیٰ ٹھہرا (لیکن جہنم کا مستحق تو نہ ہوا)۔ یہ نقطہ شاہد ہے میرے اس اشارے پر جو میں نے پہلے بیان کیا کہ جس سے بہت سے لوگ غافل ہیں وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس فرمان حق "**كل بدعة ضلالة**" (ہر بدعت گمراہی ہے) میں جو نقطہ یا راز پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ یہ بات شریعت سازی کے باب میں آتی ہے اس شریعت میں جس کے بارے میں حق تشریع صرف رب العالمین کا حق ہے۔ اب جب آپ نے یہ نقطہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تو آپ یہ بھی جان چکے ہوں گے کہ کیوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہر بدعت پر جہنم میں یعنی اس کے مرتکب کا جہنم میں ہونے پر اطلاق کیا ہے۔ یہ اسی لئے کہ جب بدعتی شخص کوئی چیز مشروع قرار دیتا ہے تو گویا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا

شریک مقرر کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسے عبادت اور حق شریعت سازی میں یکتا و تنہا تسلیم کریں۔ مثلا اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا:

﴿ **فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ** ﴾ (البقرۃ: ۲۲)

(اور اللہ تعالی کے برابر والے مقرر نہ کرو جبکہ تم جانتے ہو)

أَندَاد (برابر والے) کسی بھی چیز میں (اور انہی میں ایک حق تشریع ہے) نہ بناؤ۔

اور یہاں سے اے مسلم نوجوان، دانا اور تعلیم یافتہ جس کے لئے صحیح اسلام کو سیکھنے کے راستے "لا الہ الا اللہ" کی کنجی کے ذریعہ کھول دیئے گئے ہیں پر یہ بات عیاں ہونی چاہیے کہ یہ توحید اس بات کو مستلزم ہے (جیسا کہ بعض قدیم علماء نے بیان کیا اور اس کی مکمل شرح بھی کی پھر جن کی پیروی بعض ہم عصر مصنفین نے کی) کہ اللہ تعالی کو اس کے حق تشریع میں واحد مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی کسی بھی معاملے میں خواہ وہ معاملہ بڑا ہو یا چھوٹا عظیم ہو یا حقیر شریعت سازی کا حق نہ ہو۔ کیونکہ ہمیں حکم پر نظر نہیں رکھنی کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا بلکہ اس پر نظر رکھنی ہے کہ تشریع کے لئے کس کی طرف رجوع کیا گیا، اب اگر یہ تشریع اللہ تعالی کی طرف سے صادر ہوئی ہے تو ہم اس کے ذریعہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کریں گے اور اگر غیر اللہ کی طرف سے صادر ہوئی ہو تو ہم اسے چھوڑ کر ہباءً منثوراً کر دیں گے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے ذریعہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور اس سے بھی قبل یہ ہے کہ جس نے اسے ایجاد کیا ہے اس کے لئے یہ جائز نہ تھا اور نہ ہی اس پر استمرار کرنا اور اس کی تحسین کرنا ہی جائز تھا۔ اللہ تعالی کو اس کی شریعت سازی کے حق میں اکیلا ماننے کی اس نوع کو موجودہ دور کے بعض اسلامی قلم کاروں نے "**الحاكمية لله -عزوجل- وحده**" (حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالی کے لئے ہے) کی اصطلاح دی ہے۔ لیکن صد افسوس کہ ہمارے نوجوانوں نے اس کلمہ کو ایسے کلمہ کے بطور لیا جو تفصیل پر مبنی نہیں گویا یہ کلمہ (ان کے نزدیک) مکمل شریعت کو یا ان امور کو جو دین میں داخل کئے گئے (جبکہ درحقیقت وہ دین کا حصہ نہیں تھے) کو شامل نہیں۔

پس وہ شخص جس نے اسے دین میں داخل کیا اس نے اللہ تعالی کے اس خصوصیت میں شراکت داری کی اور اسے حق تشریع میں واحد قرار نہیں دیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا سبب اس جملے میں وارد شدہ وسیع تر معنی (الحاکمیۃ للہ) کا واضح نہ ہونا ہے۔ کیونکہ جو کوئی بھی اس موضوع پر قلم اٹھاتا ہے تو افسوس کی بات ہے کہ اس کے مدنظر صرف بلاد کفر اور ضلالت سے اخذ شدہ قوانین اور تشریعات پر تنبیہ کرنا ہوتا جو مسلمانوں پر مسلط کردی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ جب کبھی بھی اس کلمۂ حق یعنی "الحاکمیۃ للہ" کی طرف مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں، تقریر کرتے ہیں یا کتابیں لکھتے ہیں تو ان کا کلام ہمیشہ اسی بات کے گرد گردش کرتا اور مرکوز رہتا ہے کہ ان غیر اسلامی قوانین کا رد کریں جو بلاد کفر کی جانب سے ہماری طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ کیونکہ یہ شریعت میں وہ چیز داخل کرنا ہے جو اس میں نہیں، یہ بات تو بلاشبہ حق ہے، لیکن میں جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ یہ اہم کلمہ "الحاکمیۃ للہ" فقط ان بلاد کفر سے درآمد شدہ قوانین تک منحصر نہیں بلکہ یہ جملہ اور کلمۂ حق ہر اس چیز کو شامل جو اسلام میں داخل ہوگئی ہیں۔ اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ باہر سے ہماری طرف آئی ہوں یا ہماری خودساختہ ہوں جو چیز اہم ہے وہ یہ کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر خصوصی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے اور محض اس کے ایک رخ یعنی وہ غیر اسلامی قوانین جن کا کفر واضح ہے کو ہی مدنظر رکھ کر جوش و جذبے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

فقط اس نقطہ کے بارے میں متنبہ ہوجائیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں کفر بہت صدیوں قبل ہی سرایت کرچکا تھا اور لوگ اسی سے خواب غفلت میں ہیں تو پھر ان مسائل کی جنہیں یہ معمولی یا غیر اہم گردانتے ہیں تو دور کی بات رہی۔

چناچہ آپ کو اس محفل میلاد کے حق میں یہی جان لینا کافی ہے کہ یہ ایک بدعت ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لیکن اس کو مستحسن قرار دینے پر اصرار کرنے والے کہ بارے میں ہمیں یہ خدشہ ہے کہ یہ بالجملہ (اس آیت کے عموم میں داخل ہو)۔

﴿ اتَّخَذُوٓاْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ﴾ (التوبة: ۳۱)

(انہوں نے اپنے احبار (علماء) اور رہبان (درویشوں) کو اللہ کے سوا رب بنالیا)

اور جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی تلاوت فرمائی تو اس مجلس میں عدی بن حاتم طائی (رضی اللہ عنہ) بھی موجود تھے اور وہ ان معدودے چند عربوں میں سے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ وہ نصرانی بھی تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کا مقصد آپ (رضی اللہ عنہ) پر ظاہر نہ ہوپایا لہذا آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت فرمایا: "ہمارے رب عزوجل نے کس طرح ہم سابقہ نصرانیوں کے بارے میں فرمایا کہ **"اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله"** ہم نے تو اپنے علماء کو اللہ تعالی کے سوا اپنا رب نہیں بنایا تھا؟" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) اس آیت سے یہ معنی سمجھے کہ وہ نصاری یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے علماء اور درویش اللہ تعالی کے ساتھ ساتھ خالق ہیں اور رازق ہیں اور اس کے علاوہ دیگر صفات جو مخلوقات سے الگ اللہ تعالی کے لئے خاص ہیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ وضاحت فرمائی کہ جو خیال آپ (رضی اللہ عنہ) کے دل میں آیا ہے وہ مقصود نہیں اگرچہ یہ بھی ایک حق بات ہی ہے یعنی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ پیدا کرتا ہے یا رزق دیتا ہے لیکن یہاں معنی اس سے ذیادہ باریک ہے۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا: **"ألستم كنتم إذا حرموا لكم حلالاً حرمتموه؟ وإذا حللوا لكم حراما حللتموه؟"**

(کیا وہ جس حلال چیز کو تم پر حرام کردیتے تھے تم اسے حرام نہیں قرار دیتے تھے، اور جس حرام چیز کو تم پر حلال کر دیتے تھے تم اسے حلال نہیں سمجھتے تھے؟) انہوں نے کہا: ہاں! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو ایسا تو ضرور تھا۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: **"فذاك اتخاذكم إياهم أربابا من دون الله."**

(تمہارا ایسا کرنا ہی انہیں اللہ کے سوا رب بنانا تھا)

اسی وجہ سے کسی شخص کا کسی بدعت کو حسنہ قرار دے کر اس کا استحسان کرنے کا معاملہ بہت خطرناک ہے جب کہ وہ یہ جانتا ہے کہ سلف صالحین کا یہ عمل نہیں رہا اور **"ولو كان خيرا لسبقونا إليه"**

(اگر یہ کوئی کارِخیر ہوتا تو وہ ہم سے اس پر سبقت لے جاتے) تو وہ اپنا حشر ان احبار ورہبان کے زمرے میں کرواتا ہے جنہیں اللہ تعالی کے سوا رب بنالیا گیا ہو، اور اسی طرح وہ لوگ بھی جو ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں انہیں کے یا ان جیسوں کے حق میں مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

میری اس بیان سے غرض وغایت یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں (کہ وہ یہ کہے) جیساکہ ہم ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں اور ابھی کچھ دیر پہلے ہی سنا:

"معليش الخلاف شكلي" (یہ اختلاف صرف برائے نام اور سطحی ہے)

بلکہ: **"الخلاف جذري وعميق جدا"** (یہ اختلاف بنیادی، اصولی اور بہت گہرا ہے)

کیونکہ ہم اس بدعت کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ:

اولاً: سابقہ حدیث **"كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار"** (ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ ہے) کے عموم میں داخل سمجھتے ہیں۔

ثانیاً: بدعت کا جو موضوع ہے وہ اس شریعت سازی سے مربوط ہے جس کی اللہ تعالی نے اجازت نہیں دی، جیساکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ **أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ** ﴾ (الشوریٰ: ۲۱)

(کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا) ... "

علامہ شیخ صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ)

"دروس من القرآن الکریم" میں باب باندھتے ہیں کہ "توحید کی تقسیم میں خطاء":

"معاصرین میں کچھ ایسے ہیں جو توحید کو چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ توحید کی چار اقسام ہیں: ۱- توحید ربوبیت، ۲- توحید الوہیت، ۳- توحید اسماء وصفات اور ۴- توحید حاکمیت۔ اور اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ

توحید کی جو اقسام ہیں ایک اصطلاحی (علماء کا آسانی کی خاطر بنایا ہوا) مسئلہ ہے توقیفی (شرعی نصوص میں وارد) تو نہیں لہذا اس کی تین سے ذیادہ اقسام کردینے میں کوئی مانع نہیں۔

تو ایسوں کو کہا جائے گاکہ: یہ تقسیم اصطلاحی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس تقسیم کا مرجع تو کتاب وسنت ہی ہے۔ جب سلف نے توحید کی تین اقسام کیں تھی تو انہوں نے قرآن وسنت ہی میں تتبع واستقراء اور غوروفکر کیا تھا۔

جہاں تک معاملہ ہے حاکمیت الہی کا تو یہ حق ہے۔ واجب ہے کہ فیصلے اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق کئے جائیں لیکن یہ تو توحید عبادت (الوہیت) میں داخل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کی اطاعت ہے۔ اور سلف نے توحید حاکمیت سے غفلت نہیں برتی کہ کوئی بعد میں آئے اور اس قسم کا اضافہ کردے، بلکہ ان کے نزدیک تو یہ توحید عبادت یعنی توحید الوہیت میں داخل تھی۔ کیونکہ اللہ تعالی کی عبادت میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی شریعت کے مطابق فیصلوں کے ذریعہ اطاعت کی جائے، اور اسے کوئی علیحدہ سے قسم نہ بنایا جائے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ نماز کو بھی توحید کی اقسام میں سے ایک قسم بنا دیں، اسی طرح زکوۃ، روزہ اور حج کو بھی ایک ایک قسم بنا دیں، یہاں تک کہ تمام انواع عبادت کو توحید کی اقسام بنا دیں، اس طرح توحید کی اتنی لامتناہی اقسام بن جائیں گی! اور یہ غلط ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ تمام انواع عبادت توحید کی ایک ہی قسم کے تحت آجاتی ہیں اور وہ ہے توحید الوہیت، کیونکہ یہ ان سب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جس میں کسی دوسری قسم کے شامل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ان چار اقسام میں ایک پانچویں قسم کا بھی اضافہ کرتے ہیں اور اسے اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام دیتے ہیں جبکہ یہ غلط ہے۔ اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایسا حق ہے جس کے سوا کوئی چارہ نہیں لیکن یہ اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) توحید کے لوازم میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ کی صحت کا اعتبار نہیں جب تک اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ ہو۔

اور اللہ تعالی کی توحید کی شہادت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کی شہادت کو مستلزم ہے، چناچہ یہ لوازم توحید میں سے ہے نہ کہ توحید کی ایک مستقل قسم۔ اور توحید کی مخالفت کرنے والے کو مشرک یا کافر کہا جاتا ہے جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کی مخالفت کرنے والے کو بدعتی کہا جاتا ہے۔

یہ دو انتہاؤں کو پہنچے ہوئے مخالفین اہل سنت کے کچھ اقوال ہیں۔

ایک انتہا پسند یا مفرط تو وہ ہے جو تین اقسام سے زیادہ توحید کی اقسام کرتا ہے (جیسے توحید حاکمیت)۔

دوسرا انتہا پسند یا مفرط وہ ہے جو صرف ایک قسم (توحید ربوبیت) پر اکتفا کرتا ہے اور باقی اقسام (الوہیت، اسماء وصفات) سے لاپرواہی برتتا ہے، بلکہ ان میں سے جو سب سے اہم ہے اسی سے لاپرواہی برتتا ہے، جو کہ اصل مطلوب ہے یعنی توحید الوہیت[۳۳]۔"

سوال: فضیلۃ الشیخ بعض ایسے لوگ ہیں جو توحید کی ایک چوتھی قسم بناتے ہیں اور اسے توحید حاکمیت کا نام دیتے ہیں؟

الشیخ: یہ بالکل غلط ہے اور گمراہی ہے، اور اہل علم کے یہاں جو بات مقرر ہے کہ توحید کی دو یا تین اقسام ہیں اس پر خوامخواہ کا ایک اضافہ ہے۔ چناچہ ان میں ایک فریق کہتا ہے کہ توحید کی ایک ہی قسم ہے اور دوسرا کہتا نہیں بلکہ توحید کی چار اقسام ہے جبکہ حقیقت میں یہ سب گمراہی ہے۔

سوال: شیخ وہ یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اس تقسیم کی جو اصل ہے ...

الشیخ: وہ اسے توحید حاکمیت کے نام سے کیوں ایک مستقل قسم بناتے ہیں اور کیوں نہیں اسے توحید الوہیت میں داخل سمجھتے[۳۴]؟ جبکہ بلاشبہ یہ توحید الوہیت ہی میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ تو عبادات کی ہی ایک قسم ہے اور انہیں کی انواع میں سے ایک نوع ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالی کی عبادت کی جاتی ہے۔

---

[۳۳] "دروس من القرآن الكريم"، ص: (10).

[۳۴] کیونکہ یہ لوگ اسے فاسد غرض حکام کی تکفیر اور ان پر خروج اور دیگر سیاسی مقاصد کے لئے بطور حیلہ وہتھیار استعمال کرتے ہیں جیسا کہ شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام اوپر بیان ہوا۔ [مترجم]

سوال: شیخ وہ کہتے ہیں کہ توحید کی یہ تین اقسام ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات علماء کے اجتہادات اور تتبع واستقراء کی نتیجہ میں وجود پذیر ہوئیں ہیں (لہذا اس میں کمی وزیادتی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں)؟

الشیخ: صحیح ہے، بس ہمیں ان کا اجتہاد ہی کافی ہے اور جس پر ان کا اجماع ہوگیا ہے تو ہمیں بھی اس پر اضافہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (ایک طرف تو) ان کا اجماع ہوگیا ہے پھر اس بیسویں صدی میں کوئی جاہل آئے اور دعوی کرے کہ میں بھی مجتہد ہوں اور اس تقسیم میں اضافہ کرے جس پر علماء کرام کا اجماع ہوچکا ہے، یہ سب گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوال: اس بیان کردہ علت کے بارے میں کیا کہیں گے؟

الشیخ: مزید برآں یہ ایک واضح غلطی ہے کیونکہ حاکمیت جو ہے وہ توحید الوہیت میں داخل ہے، کس نے اسے ایک مستقل قسم قرار دیا ہے؟ پھر اسے چاہیے کہ نماز کو بھی پانچویں یا چھٹی قسم بنالے اسی طرح جہاد کو ساتویں قسم بنادے اور ہر عبادت کو توحید کی اقسام بنانا شروع کردے، یہ سب کچھ غلط ہے۔

سوال: تو کیا ہم اس قول کو بدعت کہیں گے؟

الشیخ: بالکل یہ تو اجماع کے خلاف ہے، کسی بھی اہل علم نے ایسا نہیں کہا چناچہ یہ اجماع کے خلاف ہوا[٣٥]۔

سوال: فضیلۃ الشیخ (وفقکم اللہ) اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ: "لا الہ الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) کا معنی ہے: "لا حاکم الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی حاکم اعلی نہیں)؟

الشیخ: "ما شاء اللہ! اس نے تو ایک جزء ہی لیا ہے، بہت ہی مختصر حصہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی سے، اور اس کی اصل کو چھوڑ دیا ہے جو کہ توحید اور عبادت ہے، "لا الہ الا اللہ" کا معنی ہے (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں)۔

---

[٣٥] فضیلۃ الشیخ کی آفیشل ویب سائٹ www.alfawzan.ws سے لئے گئے فتاوی۔

اور اس میں شرک کی نفی ہے اور توحید کا اثبات، جبکہ حاکمیت تو "لا الہ الا اللہ" کے معنی میں سے صرف ایک جزء ہے، لیکن اصل تو توحید ہے، کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ" میں اصل تو توحید ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً** ﴾ (التوبة: ٣١)

(اور انہیں تو حکم دیا ہی نہیں گیا تھا مگر صرف اس بات کا کہ ایک معبود (اللہ) کی عبادت کرو)

﴿ **وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ** ﴾ (البينة: ٥)

(اور انہیں تو حکم دیا ہی نہیں گیا تھا مگر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرنے کا)

﴿ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ﴾ (الذاريات: ٥٦)

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے)

لیکن یہ دراصل ایک فتنہ ہے کیونکہ جو لوگ اس قسم کی بات کرتے ہیں،

١- یا تو وہ جاہل ہیں جو کلام اللہ اور کلام رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بلا علم تفسیر کر رہے ہیں جبکہ یہ تو عام دنیاوی تعلیم وثقافت سے متاثر لوگ ہیں جنہیں یہ "مفکرین"[٣٦] قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس اللہ کے دین کا فہم وفقہ نہیں ہوتا اور اللہ کے دین میں عدم فقہ ایک آفت ہے، کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ جب اس کے پاس دین کا فقہ وعلم نہ ہو تو وہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تفسیر میں زورآزمائی کرے۔ یہ کافی نہیں کہ وہ دنیاوی تعلیم وثقافت آشنا ہو اور وہ میگزین و اخبارات پڑھ پڑھ کر احوال عالم سے اور لوگوں کے حالات حاضرہ سے واقف ہو، ایسے شخص کو عالم نہیں کہتے۔ بلکہ یہ تو مثقف (ثقافت زدہ) ہے[٣٧]۔ تفسیر کلام اللہ و کلام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سوائے علماء کرام کے کسی کو دخل اندازی کرنا جائز نہیں، جو اہل علم و اہل فقہ ہیں۔

[٣٦] حالانکہ یہ مفکرین نہیں بلکہ مکفرین (تکفیر کرنے والے) ہوتے ہیں۔ [مترجم]

[٣٧] جیسے مودودی اور سید قطب وغیرہ۔ [مترجم]

۲۔ یا پھر ایسا شخص مغرض و متعصب ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ وہ عالم ہو لیکن کسی غرض اور تعصب کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اصل توحید سے پھیر کر توحید کے علاوہ دیگر امور میں لگانا چاہتا ہے[۳۸]۔

لہذا ایسا شخص یا تو جاہل ہوگا یا مغرض جو اس (کلمۂ طیبہ) کی اس قسم کی تفسیر کرتا ہے۔

بہرحال یہ ایک بہت ناقص تفسیر ہے اور ہرگز فائدہ نہیں پہنچا سکتی چاہے حاکمیت قائم بھی ہوجائے اور چاہے عدالتیں لوگوں کے آپس میں تنازعات اور عزتوں وحدود کے فیصلے شریعت کے مطابق ہی کیوں نہ کریں جبتک یہ شرک کو پنپنے دیں گے اور مزارات قائم رہیں گے یہ چیزیں انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکیں گی اور نہ ہی ایسے لوگ مسلمان ہی تصور کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں تک کہ شرک کا قلع قمع کیا جائے اور (مزاروں کے نام پر قائم) بتوں کو توڑ دیا جائے[۳۹] نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بتوں کے توڑنے سے آغاز کیا تھا قبل اس کے کہ لوگوں کو نماز، روزے، زکوۃ اور حج کا حکم ارشاد فرماتے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرہ برس مکہ میں رہے اور وہاں صرف توحید کا حکم دیتے اور شرک سے روکتے یہاں تک کہ جب صحیح عقیدے نے لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑی اور راسخ ہوگیا اور مسلمانوں میں سے ایسے لوگ دستیاب ہوئے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد ونصرت کرسکیں تو پھر جہاد کا حکم دیا گیا اور باقی ماندہ شرعی احکام آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کئے گئے: جیسے نماز، روزہ، حج اور باقی شرائع اسلام۔

عمارت بغیر اساس کے قائم نہیں ہوسکتی، سب سے پہلے اساس ضروری ہے پھر اس کے بعد ہی عمارت قائم ہوتی ہے، اسی لئے شہادت "لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ" سب سے پہلا اسلامی رکن ہے اور رسول اللہ

---

[۳۸] جیسے کچھ دینی علم رکھنے والے خلافت، بعیت، جہاد اور تحکیم شریعت کی طرف دعوت دینے والی جماعتیں مثلا حزب التحریر جماعۃ الدعوۃ اور تنظیم اسلامی وغیرہ۔ [مترجم]

[۳۹] جیسا کہ جہاد افغانستان میں ہوا کہ کمیونسٹوں کو تو بھگا دیا گیا لیکن خود عقائد کی اختلاف کی بنیاد میں آپس میں خانہ جنگی کا شکار ہوگے کیونکہ انکی بنیاد صحیح عقیدہ ومنہج نبوی پر نہ تھیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سب سے پہلے بت اور مزارات ڈھانے کا حکم دیا جبکہ افغاستان میں خود طالبان دیوبندی مسلک صوفی اور قبرپرست لوگ حکمران تھے جو مزار شریف کے محافظ تھے نا کہ اسے ڈھانے والے۔ پھر اللہ تعالی کی مدد کہاں سے حاصل ہوگی۔ اور افسوس ہے کہ پاکستان میں یہ خلافت و تحکیم شریعت کی دعوت دینے والی جماعتیں اسے مثالی اسلامی حکومت قرار دیتے تھے اور سعودی عرب جو دار التوحید ہے جس کی بنیاد ہی دعوت انبیاء یعنی شرک وقبرپرستی کی سرکوبی پر استوار ہے کہ درپے آزار بنے ہوئے ہیں اور دار الکفر تک قرار دیتے نہیں شرماتے۔ اللہ تعالی ان حاسدوں کے شر سے دولت توحید کو محفوظ رکھے۔ [مترجم]

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے: "**فليكن أول ما تدعوهم إليه: شهادة ألا إله إلا الله و أن محمدا رسول الله.**"

(وہ پہلی چیز جس کی طرف تم لوگوں کو دعوت دو شہادت "لا الہ الا اللہ وان محمد ارسول اللہ" ہونی چاہیے)

بلکہ حد تو یہ ہے کہ ان میں سے بعض نے کتاب لکھی جس میں یہ دعوی کیا:

"**إن الله خلق الخلق ليحققوا الحاكمية في الأرض.**"

(اللہ تعالی نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ زمین پر اس کی حاکمیت قائم کی جائے[40])

جو اللہ تعالی کے اس قول کے صریح مخالف ہے:

﴿ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ﴾ (اذاریات: ٥٦)

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے)

یعنی اس آیت میں ایسا کچھ نہیں کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا تاکہ اس کی حاکمیت قائم کی جائے، سبحان اللہ! اللہ تعالی تو فرماتا ہے کہ ﴿ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ﴾ اور تم کہتے ہو نہیں "**لحققوا الحاكمية**"؟! اب یہ تفسیر کہاں سے آئی؟!"

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (حفظہ اللہ)

(مفتی اعظم، سعودی عرب)

فضیلۃ الشیخ اسی توحید حاکمیت سے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"جب ایک مسلمان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تأمل و غوروفکر کرتا ہے تو وہ توحید کی تین اقسام پاتا ہے:

---

[40] جیسا کہ جماعت اسلامی، اخوان المسلمین، حزب التحریر، تنظیم اسلامی مودودیت، قطبیت اور اسراریت وغیرہ کے پروکار لوگوں کو یہ باور کراتے رہتے ہیں۔

اولاً: وہ توحید جسے مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے اور اس میں کوئی بھی تنازع نہیں کرتا تھا توحید ربوبیت ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا رب اور خالق ہے۔ یہ ہر نفس کی فطرت میں ودیعت ہے یہاں تک وہ فرعون بھی جس نے کہا ﴿ **أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى** ﴾ (میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) اس کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ **وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ** ﴾ (النمل: ١٤)

(انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا)

ثانیاً: اللہ تعالی (جل شانہ) سے متعلق جن اسماء صفات کا بیان قرآن وسنت میں وارد ہوا ہے ان پر ایمان لایا جائے کہ جن صفات سے اس نے اپنے آپ کو یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے متصف کیا ہے اسی طرح جن اسماء سے خود اللہ تعالی نے اپنے آپ کو یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالی کو موسوم کیا ہے ان پر بلا تحریف، تشبیہ وتاویل کے ایمان لایا جائے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** ﴾ (الأعراف: ١٨٠)

(اور اچھے اچھے نام اللہ تعالی ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو یا ان ناموں ہی سے اللہ کو موسوم کیا کرو اور پکارا کرو۔ اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی سزا ضرور مل کر رہے گی)

ثالثاً: وہ توحید جس کی طرف تمام انبیاء کرام نے دعوت دی اور وہ توحید انبیاء کرام کا اپنی قوموں کو دین اللہ تعالی کے لئے خالص کر دینے اور تمام انواع عبادات کو اس کے لئے خاص کر دینے کی دعوت تھی یعنی توحید الوہیت یا توحید عبادت:

﴿ **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ** ﴾ (الأنبياء: ٢٥)

(آپ سے پہلے بھی رسولوں میں سے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو)

اور اگر قرآن کریم پر غور وفکر کریں گے تو آپ توحید کو اسی طرح پائیں گے۔

﴿ **وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ** ﴾ (الزمر: ۳۸)

(اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ آپ ان سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالی مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالی مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ ہی مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں)

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ** ﴾ (یونس: ۳۱)

(آپ کہیئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق مہیا کرتا ہے یا وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ "اللہ" تو ان سے کہیئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے) یعنی پھر تم اسی اکیلے کی عبادت کرو اور دین کو اس اکیلے کے لئے خالص کردو۔

جہاں تک توحید حاکمیت کا تعلق ہے اگر تو اس سے مراد شریعت الہی کی تحکیم ہے تو یہ توحید الوہیت کے لوازمات میں سے ہے اور بندے کے اللہ تعالی کی عبادت میں اخلاص میں یہ بات شامل ہے کہ اس کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ پس جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالی واحد، احد، فرد، صمد اور معبود برحق ہے کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اس کی شریعت کے مطابق فیصلے کرے اور اس کے نازل کردہ دین کو قبول کرے اور اس میں سے کسی چیز کا بھی انکار نہ کرے۔ اور یہ بات ایمان کے بھی لوازمات میں سے ہے کہ اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق تحکیم کی جائے اور اس کے احکام کی ان پر عمل کے ذریعہ بجاآوری کی جائے اور اس کے نواہی کو انہیں ترک کرکے اور ان سے دور رہ کر بجاآوری کی جائے۔ اور ہر چھوٹے بڑے

معاملے میں اس کی شریعت کو ہی مقدم رکھا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حاکمیت توحید الوہیت کے ضمن میں شامل ہے اور اسے ایک علیحدہ اور مخصوص قسم بنانا جائز نہیں کیونکہ یہ تو توحید عبادت میں پہلے ہی سے داخل ہے[٤١]۔"

شیخ عبدالسلام بن برجس آل عبدالکریم (رحمۃ اللہ علیہ) م ١٤٢٥ھ

(سابق مساعد استاد المعہد العالي للقضاء، الریاض)

سوال: سائل توحید حاکمیت کے بارے میں دریافت کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا نظریاتی طور پر یا حیثیت کے اعتبار سے توحید کی اقسام میں اس کا بھی کوئی حصہ ہے؟

جواب: "اللہ سبحانہ وتعالی اپنی ربوبیت میں، اپنے اسماء وصفات میں اور اپنی الوہیت میں واحد واکیلا ہے اور یہی وہ توحید کی اقسام ہیں جن پر سلف صالحین (رضی اللہ عنہم وارضاہم) چلتے آئیں ہیں۔ اور رہا سوال توحید حاکمیت کا تو وہ اللہ تعالی کی اطاعت اور اس وحدہ لا شریک لہ کی عبادت میں اسی طرح داخل ہے جسطرح سے یہ اس کی ربوبیت میں داخل ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ** ﴾ (الأعراف: ٥٤)

(خبردار اسی کے لئے خلق اور امر ہے)

﴿ **إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ** ﴾ (يوسف: ٤٠)

(حکم تو نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالی کا)

یعنی **قضاء** (فرمانروائی اور فیصلہ سازی) صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہے اور اس میں قضائے کونی بھی شامل ہے اور قضائے شرعی بھی جیساکہ مفسرین کی ایک جماعت نے لکھا ہے جن میں علامہ شنقیطی (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور دوسری طرف توحید الوہیت میں اس کا داخل ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ اللہ تعالی

[٤١] "المسلمون" عدد (639).

نے ہمیں عبادت پر مامور کیا ہے قرآن کے ذریعہ اور سنت کے ذریعہ، ان دونوں مصادر کے سوا کوئی عبادت عبادت نہیں چناچہ ان کی اتباع توحید الوہیت کو ہی کما حقہ ماننا ہوا۔

اب جو لوگ توحید حاکمیت کو توحید کی تین معروف اقسام سے الگ ایک علیحدہ قسم بناتے ہیں تو جان لینا چاہیے کہ یہ ان امور میں سے ہے جنہیں اس دور میں تکفیر کے مسئلے میں انحراف کا شکار ہونے والے بعض لوگوں نے داخل کیا ہے جیسے جماعت اخوان المسلمین[42] وغیرہ حالانکہ ایسا کرنا فضول ہے کیونکہ توحید کی تین ہی اقسام کافی ہیں البتہ رہا سوال اللہ تعالی کو اپنے حکم میں واحد ماننا یا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے حکم میں واحد ماننا تو یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بالکل معروف ومعلوم بات ہے اور یہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت میں داخل ہے[43]۔"

شیخ ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ)

(سابق صدر دراسات عالیہ قسم السنۃ جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ واستاذ کرسی)

"اللہ تعالی کی قسم! ہم بہت سے نوجوانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی توحید کی بنیاد پر **الولاء والبراء** (دوستی و دشمنی) نہیں برتتے یہی وجہ ہے کہ آپ انہیں قبر پرستوں اور توحید کے دشمنوں سے دوستی کرتا ہوا پائیں گے اور دوسری جانب توحید کے علمبرداروں سے دشمنی کرتا ہوا پائیں گے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے[44]۔ اس کا اور کیا سبب ہوسکتا ہے سوائے اس کے کہ ان جاہلوں نے توحید پرست فرزندان توحید نوجوانوں کی عقل سے کھلواڑ کیا ہے۔ یہ جاہل لوگ نہ توحید الہی اور دعوت انبیاء کو جانتے ہیں اور نہ ہی اس کی قدر ومنزلت کا انہیں کچھ اندازہ ہے۔ یہ اس وقت

---

[42] پاکستان میں جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی اور مختلف مذہبی سیاسی، خلافتی اور جہادی جماعتیں۔ [مترجم]

[43] شیخ برجس کی ویب سائٹ سے لیا گیا آڈیو فتوی www.burjes.com .

[44] ہمارے ملک پاکستان میں بنے دینی سیاسی جماعتوں کا باطل اتحاد "متحدہ مجسل عمل" کے نام سے اس کی زندہ مثال ہے جسمیں قبر پرست، رافضی اور تصوف کے علمبردار سب اکھٹا ہیں اور بعض ان کے شرک وبدعات کو جاننے کے باوجود بھی ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے یکجہتی اور یکساں فکر کی غمازی کررہےہیں، کیا ایسے لوگ حکومت ملنے کے بعد مزاروں کو مسمار کرکے شرک کا خاتمہ کریں گے؟! اللہ تعالی ایسوں کو ہدایت دے اور ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ [مترجم]

نمودار ہوئے جب انگریز سرکار نے مغربی ریاستوں اور مسلم ممالک میں مختلف جماعتوں کو وجود بخشا چناچہ (حال یہ ہے کہ) یہ **بعثی**[۴۵] ہے، یہ **شیوعی** ہے، یہ **علمانی**[۴۶] ہے اور یہ فلاں اور فلاں ہے۔ (اور تو اور) اسلامی سیاست کے دعوے دار کہتے ہیں کہ ہم سیاسی جماعتیں قائم کریں گے اور پھر ان (مذکورہ بالا) جماعتوں اور حکومت کے ساتھ سیاسی کشمکش کا حصہ بنیں گے[۴۷]۔ یہ سب کچھ محض سیاسی کشمکش ہے اور اسلام، اسلام، اسلام تو صرف کھوکھلے نعرے ہیں۔ آپ پائیں گے علمانیوں، شیوعیوں اور بعثیوں کو اسلامی ممالک میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کا نعرہ بلند کرتے ہیں پس انہوں نے اسلام کا نعرہ بلند تو کیا مگر پژمردہ (بے روح اور کھوکھلا)۔ اللہ کی قسم! پژمردہ ومردار ہے یہ نعرہ۔ کیونکہ یہ توحید کے اہتمام اور شرک کے خلاف جنگ سے خالی ہیں۔ لہذا آپ اس کا بھی مشاہدہ کریں گے کہ ان مختلف دعوتوں (جماعتوں وتحریکوں) کے بانیان اور کرتا دھرتا لوگ اپنے وطنوں تک میں (شرک کے خاتمے کے لئے) کچھ کرنا تو درکنار بلکہ خود شرک میں مبتلا ہیں۔ آج تک ان دعوتوں (تحریکوں) کی بڑی بڑی شخصیات کی موت بدعات وخرافات پر ہورہی ہے بلکہ (اس سے بھی زیادہ) مزاروں آستانوں پر حاضری دینا، وہاں نذر ونیاز پیش کرنا، پھول چادر چڑھانا اور ان قبروں کے آگے جھکنا (ان کے یہاں عام ہے) اور جہاں تک شرک کا معاملہ ہے تو ان کے نزدیک اس سے کبھی کوئی خطرہ نہیں رہا اور توحید کی تو کبھی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں رہی[۴۸]۔ بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ توحید کو امت میں تفرقہ وانتشار کا سبب گردانتے ہیں۔ تو پھر فرزاندان توحید کی عقلوں کو کیا ہوگیا ہے وہ کیوں نہیں ان مکروفریب اور آفتوں کو سمجھ پارہے جو ان پر حملہ آور ہیں اور انہیں تفرقہ میں ڈال کر ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کررہے ہیں محض ان کھوکھلے نعروں کی خاطر۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

[۴۵] صدام حسین کی ملحد پارٹی۔

[۴۶] شیوعی اور علمانی ، کمیونسٹ، دہریہ اور اشتراکی لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

[۴۷] جیسے جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین۔ [مترجم]

[۴۸] اخوان المسلمین کے بانی حسن البنا سید بدوی کی عرس پر حاضری دیتے تھے اور شرکیہ وسیلے سے دعا بھی کیا کرتے تھے، سید قطب اور ڈاکٹر اسرار احمد بدترین کفریہ عقیدے وحدت الوجود کے قائل ہیں، اسی طرح مودودی اور مذکورہ بالا افراد اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی اشاعرہ اور ماتریدیہ طرز پر تاویلات کرتے ہیں اور دیگر عقائد کی خرابیاں اور خرافات کا آئندہ ذکر آئے گا ان شاء اللہ۔ لیکن پھر بھی حکام ہی کافر ہیں اور یہ !!! [مترجم]

﴿ **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ** ﴾ (الأنبياء: ٢٥)

(اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی بھی رسول آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ نہیں ہے کوئی معبود حقیقی سوائے میرے تو تم صرف میری ہی عبادت کرنا)

لا الہ الا اللہ (نہیں ہے کوئی معبود حقیقی سوائے اللہ تعالی کے) اور یہ "لا الہ الا اللہ" ان کے نزدیک "لا حاکم الا اللہ" (نہیں ہے کوئی حاکم اعلی سوائے اللہ تعالی کے) ہے اور ان کے نزدیک الوہیت کی سب سے خاص خصوصیت "لا حاکم الا اللہ" یعنی حاکمیت ہے۔

یہ (باطل) تفسیر آپ کو اس ڈگر پر لا کھڑا کرے گی کہ آپ اپنے آنکھوں کے سامنے شرک ہوتا ہوا ایسے دیکھیں گے جیسا کہ آپ نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ شرک کہ جس کے خلاف جنگ کرتے کرتے انبیاء کرام نے اپنی زندگیاں کھپا دیں آپ کی نظر میں وہ کچھ بھی نہیں۔ یہ تفسیر "لا الہ الا اللہ" کے صحیح معنی کی تحریف ہے۔ بعد ازیں انہوں نے اسے توحید کی اقسام میں سے بطور حیلہ ایک مستقل قسم بنا دیا پھر کچھ عرصہ بیت جانے کے بعد "لا الہ الا اللہ" کا اساسی معنی ہی کو ذہنوں سے پھسلا کر صرف حاکمیت کا معنی رہ جاتا ہے، ان سیاسی چالوں کا اچھی طرح سمجھ لیں[٣٩]۔

"لا الہ الا اللہ" کا معنی ہے: "**لا معبود بحق الا الله**" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں)، اور عبادت کیا ہے؟ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذبح، نذرونیاز، توکل، رجاء وامید، رغبت ورہبت (خوف) یہ تمام کی تمام عبادتیں صرف اللہ تعالی کے لئے خاص کی جائیں اور ہرگز کسی غیر کے لئے انہیں نہ کیا جائے۔ جبکہ "لا حاکم الا اللہ" کبھی بھی "لا الہ الا اللہ" کے معنی میں داخل نہیں، کیونکہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی کیا ہے؟ "لا معبود بحق الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں)، یہاں ایک عابد ہے اور ایک معبود، اللہ معبود ہے اور تمام مخلوقات عابدون (عبادت کرنے والے ہیں)، چنانچہ عبادت مخلوقات کا فعل ہے، اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ عبادت مخلوقات کا فعل ہے جس سے وہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرتے ہیں جیسے رکوع کرنا، سجدہ کرنا، خضوع کرنا، رونا، توکل کرنا، امید وابستہ کرنا، دل میں خوف رکھنا یہ تمام کی تمام مخلوقات کی صفات وافعال ہیں، خالق جلا شانہ کی صفات نہیں۔ اب اگر

---

[٣٩] جو شخص بھی ان دینی سیاسی، خلافتی ، انقلابی، جہادی جماعتوں کے مناہج، لٹریچر ان کے بڑوں کا کلام سنے گا تو اس پر یہ حقیقت باآسانی آشکارا ہوجائے گی اسی لئے ہم طویل حوالے بیان کرکے خوامخواہ میں صفحات سیاہ نہیں کرنا چاہتے۔ [مترجم]

ہم یہ کہتے ہیں کہ "لا حاکم الا اللہ" تو اس کا معنی ہوگا: "لا عابد الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کرنے والا نہیں) اور اللہ تعالی اس سے بہت پاک اور بلند ہے۔ اس باطل تفسیر کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ مسلمانوں کو جس چیز نے تباہ وبرباد کیا ہے یہی کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" کی فاسد تفسیریں ہیں، اللہ کی قسم! مسلمان ان متکلمین، فلاسفہ وغیرہ کی باطل تفسیروں سے تباہی و بربادی کا شکار ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی ہے **"لاخالق، لا رازق، لا محيي، لا مميت الا الله"** (اللہ تعالی کے سوا کوئی خالق، رازق، مارنے اور جِلانے والا نہیں) آپ اسے دیکھیں گے کہ قبروں کی پوجا کررہا ہے، اس کے لئے قربانیاں کررہا ہے، اس کی نذر ونیاز دے رہا ہے اور وہاں سجدے ٹیک رہا ہے لیکن آپ سے کہتا ہے: اے بھائی! میں تو ان کی عبادت نہیں کرتا، میں ان کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ وہ کوئی نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ نفع ونقصان تو اللہ تعالی کے ہاتھوں میں ہے، اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ یہ (اولیاء وبزرگان) خالق ہیں کیونکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی ہی خالق ہے، لیکن افسوس وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے یہ اعمال جن کے ذریعہ وہ ان فوت شدگان وغیرہ کا تقرب حاصل کررہا ہے وہ بھی عبادت ہے جو "لا الہ الا اللہ" کے منافی ہے۔ انہوں نے کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ" کا ایسا خراب و غلط فہم پایا ہے جس کا اس کلمے کے اس بنیادی معنی سے دور کا بھی واسطہ نہیں جسے لیکر تمام انبیاء کرام (علیہم الصلاۃ والسلام) آئے تھے۔ پس یہ لوگ بڑے شدومد سے غیراللہ کے لئے ذبح کرتے ہیں، نذر مانتے ہیں، استغاثہ (فریاد) کرتے ہیں (انہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں) اور شرک کی بہت سی اقسام جس میں وہ مبتلا ہیں، کیوں؟ ان کے اس کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی سے جہالت کی بنا پر، اور جب اس دور میں یہ سیاست آئی تو اس نے ان فاسد تفسیروں میں ایک اور نئے معنی کا اضافہ کردیا جس نے لوگوں کی ہلاکت خیزی ہی میں اضافہ کیا۔

اللہ کی قسم! اگر امام محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) کی دعوت اور سلفی منہج کے آثار وبقایا جات نہ ہوتے تو آپ آج اس ملک (سعودی عرب) کے باشندوں کو بھی قبروں کے آگے سجدہ ریز پاتے لیکن اسی سبب سے ان کی حفاظت ہورہی ہے۔ لیکن اگر اب بھی اس مسئلہ پر توجہ نہ دی گئی تو یہ معاملہ بہت گھمبیر ہے اور یہ اتنا آسان وسہل مسئلہ نہیں کہ ہم اس سے خواب غفلت میں پڑے رہیں اور ایسے لوگوں کے جذبات کی مزید تسکین کا سامان

کریں جو ہمارے نوجوانوں کی عقلوں کو بیکار کرچھوڑتے ہیں اور ان کی جھوٹی تعریفوں کی پل باندھے[۵۰] اور ان کے بارے میں خاموشی اختیار کریں (بلکہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ) ہم ان کی اس سیاسی انحراف پر تائید کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں جس کی ذریعہ یہ (منحرف لوگ) اس وطن، اس سرزمینِ توحید پر حملہ آور ہیں[۵۱]۔"

علامہ شیخ عبدالمحسن العباد البدر (حفظہ اللہ)

(نائب رئیس جامعہ اسلامیہ ومدرس مسجد نبوی، مدینہ نبویہ)

شیخ (حفظہ اللہ) سے اس تقسیم سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ:

"یہ (چار اقسام اور حاکمیت والی) تقسیم صحیح نہیں۔ توحید کی اقسام تین یا دو اقسام سے باہر نہیں اور یہ اقسام (علماء کرام کے) تتبع واستقراء سے حاصل ہوئی ہیں[۵۲]۔"

شیخ ابراہیم الرحیلی (حفظہ اللہ)

(پروفیسر عقیدہ، کلیۃ الدعوۃ واصول الدین جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ)

شیخ بارک اللہ فیکم ایک سائل سوال پوچھتا ہے کہ آپ کی توحید حاکمیت کو توحید کی ایک قسم بنانے کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الشیخ: "اس پر کوئی بھی دلیل دلالت نہیں کرتی اور ہم توحید کی انہیں اقسام پر ایمان لاتے ہیں جو علماء کرام نے بیان کی ہیں اور واضح کیا ہے انہوں نے یہ اقسام (اپنے نفس سے نہیں بلکہ) کتاب اللہ میں تتبع واستقراء سے اخذ کی ہیں جو

---

[۵۰] جیسا کہ ہمارے بعض نادان ساتھی مولانا مودودی، سید قطب اور ڈاکٹر اسرار وغیرہ کی تعریفیں کرتے ہیں کہ ان کا انداز بیان و تحریر بہت لاجواب ہے اور سفر الحوالی تو یہاں تک کہہ گئے کہ سید قطب نے کلمۂ توحید کی سب سے بہترین تفسیر (یہی حاکمیت) سے کی ہے اور وہ اس دور کے شیخ الاسلام ہیں۔ [مترجم]

[۵۱] شیخ (حفظہ اللہ) کی آفیشل ویب سائٹ سے لی گئی ایک تقریر "التوحید اولاً" سے اقتباس - www.rabee.net ، جیسے بعض اہل حدیث وسلفی ہونے کے باوجود گمراہ فرقوں اور ان سیاسی خلافتی جماعتوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنے ہی سلفی واہل توحید بھائیوں (سعودی عرب) کے خلاف پروپیگنڈہ میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ جبکہ ہمیں توحید و عقیدے کی بہت عظیم نعمت بھی اللہ کے احسان کے بعد انہیں کے مرہون منت یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) کی دعوت کے تسلسل کے باعث حاصل ہوئی ہے۔ [مترجم]

[۵۲] "الرحلة العلمية لجمعية الشريعة" کیسٹ رقم 1 سائیڈ (بی).

کہ تین ہیں: توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات اور ان علماء کرام میں سے کچھ نے اس کی مزید تفصیل کرتے ہوئے توحید المتابعہ (توحید اتباع) بیان کی ہے، کیونکہ توحید عبادت دو بنیادوں پر قائم ہے ایک (اللہ تعالی کے لئے) اخلاص اور دوسری (رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- کی) متابعت، پس ان علماء میں سے بعض نے متابعت کو اخلاص کے ساتھ علیحدہ کرکے ایک چوتھی قسم قرار دیا۔ اور جہاں تک معاملہ ہے توحید حاکمیت کا تو نہ علماء متقدمین کے کلام میں اور نہ ہمارے علماء کرام میں سے محققین علماء کے کلام میں ایسی کوئی بات ملتی ہے۔ بلکہ یہ تو بعض کتاب نگاروں کی اور ان لوگوں کی جو اسے توحید کی چوتھی قسم (توحید حاکمیت) بناتے ہیں کی اپنی ایجاد ہے اور اس کا مرجع اس مسئلہ کی اصل کی طرف ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے علاوہ فیصلہ کیا تو یقیناً اس نے توحید کو ترک کردیا۔ (اب اگر ان سے کوئی یہ کہے کہ) آپ کی بیان کردہ اصل کو بنیاد بناکر اگر کوئی یہ کہنے لگ جائے توحید عفاف (پاکدامنی کی توحید) بھی ایک توحید کی قسم ہے پس جس کسی نے زنا کیا تو اس نے شرک کیا، اسی طرح توحید مال پس اگر کسی نے کسب حرام کیا تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا، ان سب کو توحید کہنا ممکن ہے۔ اور اگر اس سے مقصود یہ ہوکہ یہ سب عموم توحید میں داخل ہے تو اس طور پر ہر عبادت ہی توحید ہے۔ لیکن اگر یہ گمان کیا کہ یہ توحید کی ایک مستقل قسم ہے تو دلائل اس پر دلالت نہیں کرتے اور جو اس کا قائل ہے تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی دلیل مہیا کرے، کیونکہ جس طور پر توحید حاکمیت کو توحید کی چوتھی قسم بنانے والے استدلال کرتے ہیں وہ تو وہی طریق ہے جس کے ذریعہ کوئی توحید عفاف بنا لے یہ سب ممکن ہے۔ بلکہ اگر کوئی یہ کہے کہ امانت اور نصیحت بھی توحید میں سے ہے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان بھی ہے **"الدین النصیحة"** (دین تو خیرخواہی کا نام ہے) اب اگر کوئی اس حدیث کو لے کر یہ کہے یہی تو توحید ہے بلکہ پورا دین ہے پس جو مسلمانوں سے دھوکہ بازی کرے (خیر خواہی نہ کرے) تو وہ مشرک ہے۔ اسی لئے اس قسم کے اطلاقات کرنے سے محتاط رہنا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ ان محققین علماء کرام کا کلام جنہوں نے ان مسائل کے بارے میں وضاحتیں کی ہیں معروف ہے اور الحمدللہ ہمارے علماء کرام جو بہت سے اسلامی ممالک میں لوگوں کا مرجع ومحور ہیں بلکہ عام طور پر اسلامی ممالک میں جو کبار علماء کرام موجود ہیں ہمیں ان مسائل کی تحقیق کے سلسلے میں ان کے کلام کی طرف رجوع

کرنا چاہیے اور اس قسم کے اطلاقات سے پرہیز کرنا چاہیے اور ایسے مجمل الفاظ سے بھی پرہیز کرنا چاہیے جو متقدمین علماء کرام کے کلام میں نہیں پائے جاتے بلکہ جن سے ہمارے علماء کرام نے خبردار کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ ایسی خطائیں اور غلطیاں ہیں جنہیں ترک کرکے اہل علم کے یہاں جو اصل معتبر اصول ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائے[۵۳]۔"

ڈاکٹر شیخ ناصر العقل (حفظہ اللہ)

(استاذ عقیدہ اور مذاہبِ معاصرہ کلیۃ اصول الدین، ریاض تابع جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ)

"مسئلۂ حاکمیت نوایجاد یافتہ باتوں میں سے ہے جس کا ذکر سلف کے یہاں اس اصطلاح کے طور پر نہیں ملتا اور اگر ہم اس قضیہ کو سلف کے مقرر شدہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات وافعال کے قاعدہ پر پیش کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ اس لفظ کے ساتھ حاکمیت کا کوئی شرعی وجود نہیں تو یہ محض ایک مجمل و محتمل لفظ بن کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات وافعال اس طور پر توقیفیہ (وحی کے تابع) ہیں کہ اللہ تعالی کو ان ناموں سے جس سے اس نے خود اپنے آپ کو موسوم کیا یا ان صفات سے جن سے اس نے خود یا اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے متصف کیا کے سوا کسی اسم سے موسوم کرنا یا صفت سے متصف کرنا ناجائز ہے۔ اسی لئے توحید حاکمیت کو توحید کی چوتھی قسم بتانا صحیح نہیں کیونکہ مسئلۂ حاکمیت کے دو معنی ہیں:

۱- پہلا معنی تشریع اور حکم شرعی کی طرف لوٹتا ہے اور اس کا مرجع توحید الوہیت (عبادت واطاعت) ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (الجاثية: ۱۸)

(پھر ہم نے اپ کو دین کی (ظاہر) راہ پر قائم کردیا، سوآپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں)

اور فرمایا:

[۵۳] شیخ کی تقریر جو ویب سائٹ "مصر السلفیہ" پر موجود ہے سے لیا گیا۔

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدة: ٥٠)

(کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟)

٢- دوسرا معنی حاکمیت قضاء وقدر وخلق کی طرف لوٹتا ہے اور اس کا مرجع توحید ربوبیت ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى بَل لِّلّهِ الأَمْرُ جَمِيعًا أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُواْ أَن لَّوْ يَشَاءُ اللّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا وَلاَ يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُواْ تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُواْ قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّهِ إِنَّ اللّهَ لاَ يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾ (الرعد: ٣١)

(اگر (بالفرض) کسی قرآن (آسمانی کتاب) کے ذریعہ پہاڑ چلا دیے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں (پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے)، بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے، تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دل جمعی نہیں کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے۔ کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی تاوقتیکہ وعدۂ الٰہی آپہنچے۔ یقیناً اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتا)

﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴾ (القلم: ٤٨)

(پس اپنے رب کے حکم کے لئے صبر (انتظار) کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی)

اور اسی طرح اس دعوی کی کہ حاکمیت ہی سب سے اہم اور مخصوص صفت الٰہیہ ہے کی کوئی بنیاد نہیں اور یہ ایک بدعتیانہ دعوی ہے[٥٤]۔ لیکن یہ صحیح معنی کا بھی محتمل ہوسکتا ہے جس صورت میں اسے شرعی الفاظ اور کتاب وسنت میں وارد اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی طرف لوٹایا جائے گا اور اسی طرح ایسے معنی کا بھی محتمل ہوسکتا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بایں صورت یہ مردود ہوگا۔ (ان احتمالات کی وجہ سے) حاکمیت ان بدعتیانہ الفاظ میں سے ہوگا

[٥٤] یہ دعوی محمد قطب جو سید قطب کا بھائی ہے نے اپنی کتاب میں کیا ہے جسے قطبی لوگ بڑے زور وشور سے نشر کرتے ہیں۔ [مترجم]

جیسے لفظوں کو جہمیہ ومعتزلہ نے ایجاد کیا (جبکہ جس لفظ پر وہ جھگڑ رہے تھے) اس کی اصل ہی یہ بدعتیانہ الفاظ تھے (جن کا کوئی شرعی وجود نہ تھا) جیسے "واجب الوجود"، "القدیم"، "تکوین" اور "صانع" وغیرہ الفاظ جن کا معنی حق بھی ہو سکتا ہے اور باطل بھی اور یہ ممکن ہے کہ بیک وقت حق و باطل معنی کا محتمل ہو۔ اسی وجہ سے یہ ان پریشان کن الفاظ میں سے ہوگا جو ذومعانی ہوتے ہیں تو ان کا جو معنی حق ہوگا اسے تو قبول کیا جائے گا اور اسے شرعی (ثابت شدہ) الفاظ کی طرف لوٹا دیا جائے گا (پھر انہیں ثابت شدہ الفاظ کو استعمال کیا جائے گا) اور اس حاکمیت اور دیگر الفاظ سے استغناء برتا جائے گا۔ لیکن جو معنی باطل ہوگا اس کے لفظ اور معنی دونوں کو رد کر دیا جائے گا۔ پس ایسے الفاظ جو اللہ تعالی کے اسماء وصفات وافعال کے متعلق قرآن وسنت میں وارد نہیں ہوئے ان کا التزام جائز نہیں۔ چناچہ یہ اصطلاح "حاکمیت" بھی انہی پریشان کن الفاظ میں سے ہے، جبکہ (حقیقت حال یہ ہے کہ) نہ دین اس پر قائم ہے اور نہ ہی عقیدے کا دارومدار اس پر ہے۔ موجودہ دور میں اس اصطلاح کا جو فہم ہے وہ غلو، انتہاپسندی اور اس اصطلاح سے جو معنی مراد وہ (گمراہ لوگ) لیتے ہیں میں مستغرق ومنہمک ہونے سے خالی نہیں۔ میرے خیال میں اس سے بچنا ہی بہتر ہے[۵۵]۔"

شیخ ڈاکٹر صالح السدلان (حفظہ اللہ)

(استاذ دراسات عالیہ، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ)

(توحید کی تین اقسام بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں) "اس کے بعد ہم مسئلہ حاکمیت اور اس کے معنی کی طرف آتے ہیں؟ اس کا کیا معنی ہے **"الحکم للہ"** (حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے) یا "لاحاکم الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی حاکم اعلی نہیں)؟ اور کلمۂ حاکم یعنی "لا حاکم الا اللہ" اسے ہم توحید کی اقسام میں سے کس قسم کے ساتھ ملحق کریں گے؟ بیشک حکم اور شریعت ایک تصرف ہے اور اللہ تعالی اپنے حکم میں اس طرح وحدہ لا شریک لہ ہے

---

[۵۵] "المسلمون" عدد (639).

جسطرح وہ **الہ** (معبود) ہے اور اس کی الوہیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، اسی طرح وہ متصرف ہے اور کائنات میں اس کے تصرف میں کوئی اس کا شریک نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ **أَفَغَيْرَ دِينِ اللّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ** ﴾ (آل عمران: ٨٣)

(کیا وہ اللہ تعالی کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے اللہ تعالی ہی کے فرمانبردار ہیں، سب اسی طرف لوٹائے جائیں گے)

پس حکم تو اللہ ہی کے لئے ہے پر یہ جائز نہیں کہ حاکمیت کی تفسیر الوہیت سے کی جائے کیونکہ الوہیت کا ایک مستقل معنی ہے یعنی "لا معبود بحق الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) یا "لا الہ الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں)۔ یہاں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حاکمیت کو توحید کی چوتھی قسم بنانا ایک فاش غلطی ہے کیونکہ حاکمیت تو تصرف اور حکم ہے اور یہ توحید ربوبیت کی مثالوں میں سے ایک مثال ہے، چناچہ جیسے آپ کہتے ہیں: لا خالق الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں)، لا رازق الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں)، **ولا مقدر لما يحصل في هذا الكون الا الله** (کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا مقدر کرنے والا اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں) بالکل اسی طرح آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ "لا حاکم الا اللہ" اور "**ولا شرع الا لله**" (اللہ تعالی کے سوا کسی کی شریعت نہیں) اور اسی طرح کے باقی معانی۔ لیکن یہ کہنا کہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی "لا حاکم" یا "لا متصرف" یا "لا مقدر الا اللہ" ہے تو یہ ایک منحرف تفسیر ہے اگر وہ اس کے معنی کا واقعی اعتقاد رکھتا ہے تو اس کا مطلب توحید عبادت کا انکار ہے۔ وہ توحید الوہیت (یا عبادت) جس کی خاطر اللہ تعالی نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جس کی خاطر تمام مخلوقات کو پیدا کیا، جیسا کہ اللہ (جلا شانہ) نے فرمایا:

﴿ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ﴾ (الذاريات: ٥٦)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے)

کسی بھی حال میں یہ جائز نہیں کہ ہم "لا الہ الا االلہ" بمعنی "لا حاکم الا اللہ" کا اعتقاد رکھیں۔ کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو "لا الہ الا اللہ" میں الہ کا معنی متسلط ومتصرف کرتے ہیں اور یہ ایک غلطی ہے کیونکہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی

"لا معبود بحق الا اللہ" ہے۔ پس جسطرح اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اسی طرح اس کے سوا کوئی پیدا کرنے والا، رزق دینے والا، زندگی اور موت دینے والا نہیں۔ وہی ہے کہ جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور اسے عدم سے وجود بخشا، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی رحمان، وہی رحیم، وہی لطیف وخبیر ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (اور دیگر تمام اوصاف حمیدہ اسی کے ہیں)۔ پس جو کوئی بھی حاکمیت کو توحید کی ایک (علیحدہ اور) چوتھی قسم بناتا ہے، وہ یا تو جاہل ہے یا بدعتی، اس نے فلسفیوں اور ان لوگوں کے نظریات کو اپنایا ہے جنہیں عقیدہ اور شریعت کا کچھ بھی علم حاصل نہیں۔ یا پھر یہ ایک ایسا شخص ہوسکتا ہے جو محض (لوگوں کے اقوال) روایت کرتا ہے اور یہ تک نہیں جانتا کہ وہ (دوسروں سے) کیا روایت کررہا ہے۔ لہذا توحید صرف تین اقسام ہے یا پھر دو قسم اور کسی چوتھی قسم کی گنجائش نہیں اور حاکمیت توحید ربوبیت میں داخل ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ کہ آپ جسطرح کہتے ہیں: لا خالق، لا رازق الا اللہ بالکل اسی طرح "لا حاکم الا اللہ" بھی ہے۔

اب جہاں تک تعلق ہے "ان الحکم الا للہ" (حکم تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے) کا تو سب سے پہلے جنہوں نے یہ مقولہ یعنی "لاحکم الا للہ" (کوئی حکم نہیں سوائے اللہ کے حکم کے) استعمال کیا تھا وہ خوارج تھے جنہوں نے قضیۂ تحکیم کے بعد علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے خلاف خروج کیا تھا کہ جب ابو موسی اشعری اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) نے مشہور ومعروف قضیۂ تحکیم کے سلسلے میں حکم کیا تھا، تو ایک فرقہ علی (رضی اللہ عنہ) کی فوج سے خارج ہوگیا اور کہا: "لا حاکم الا اللہ"، "لا حاکم الا اللہ"۔ اس پر علی (رضی اللہ عنہ) نے (وہ مشہور مقولہ کہا):

"كلمة حق أريد بها باطل."

(کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے مقصود باطل ہے)

اور واقعی (حالات نے ثابت کیا کہ) علی (رضی اللہ عنہ) نے سچ ہی فرمایا کہ وہ کلمہ تو بیشک حق ہی تھا لیکن اس سے مقصود باطل لیا گیا تھا کیونکہ اس مقولہ کے بعد کتنے ہی عظیم فتنوں نے جنم لیا اور کتنی ہی خون ریزی

ہوئی؟ اسی لئے یہ قول "لا حاکم الا اللہ" صحیح ہے لیکن اس سے اس کے حقیقی معنی کے خلاف مرادلی جارہی ہے یا پھر اس کی تطبیق میں غلو کیا جارہا ہے جو حق وہدایت سے جدا ہے۔ اور دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

﴿ وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴾ (المائدة: ٤٩)

(آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیجئے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے اِدھر اُدھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں)

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدة: ٥٠)

(کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟)

اللہ تعالی سے احسن تو کوئی حکم کرنے والا نہیں ہوسکتا:

﴿ أَيْنَمَا تَكُونُواْ يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِ اللّهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِكَ قُلْ كُلًّ مِّنْ عِندِ اللّهِ فَمَا لِهَـؤُلاء الْقَوْمِ لاَ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثاً ﴾ (النساء: ٧٨)

(تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دو سب کچھ اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔ انہیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں)

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً وَعْدَ اللّهِ حَقّاً وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّهِ قِيلاً ﴾ (النساء: ١٢٢)

(اور جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں ہم انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جہاں یہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو سراسر سچا ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟)

یہ ہے "الحکم للہ تعالی" اور یہ ان احکام پر مشتمل ہے جو اس نے اپنے بندوں کے درمیان مشروع کئے ہیں، پس اسی لئے انبیاء ورسل کو بھیجا اور اس سلسلے کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ختم کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جو شریعت ان کے لئے مقرر کریں اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کئے جائیں:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ عَمَّا جَاءكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاء اللّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَـكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُم فَاسْتَبِقُوا الخَيْرَاتِ إِلَى الله مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴾ (المائدة: ۴۸)

(اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ونگہبان ہے۔ اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے، اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت و منہج مقرر کیا ہے۔ اگر منظور الہی ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے، تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو، تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو)

پھر اسے رسالت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ختم کیا:

﴿ وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴾ (المائدة: ۴۹)

(آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیجئے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے اِدھر اُدھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو

یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں)

ہر زمان ومکان میں اور ہر دور و مرور زمانہ میں علماء شریعت شریعتِ اسلامی کے مطابق فیصلے کرتے چلے آئیں ہیں، اور جھگڑا کرنے والوں میں فیصل کرنا، (حقداروں کے) حقوق دلانا اور اسی طرح تمام تنازعات کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشنی میں فیصلے کرتے چلے آئے ہیں۔ پس اللہ تعالی حاکم ہے اور علماء کرام اس کے حکم سے اس کے لشکروں میں اس کے احکام کی تنفیذ کرنے والے ہیں۔ جبکہ "لا حاکم الا اللہ" سے یہ مراد لیناکہ حکام کے خلاف بغاوت کی جائے، اس سبب سے خون بہایا جائے، اور حکام کی ہر چھوٹی بڑی غلطی یا خطا جو ان کی نظر میں ہے پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو، تو اس آیت کا (قطعاً) یہ معنی نہیں ہے۔ جیسا کہ خوارج نے علی (رضی اللہ عنہ) پر اعتراض کیا اور حکومت کی لاٹھی کو توڑنا چاہا، اور ان کی اطاعت سے خروج کیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان کی طرف عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو بھیجا پس آپ (رضی اللہ عنہما) نے جب انہیں دعوت دی تو ان میں سے ایک بڑی جماعت نے رجوع کرلیا[۵۶] اور جو کچھ باقی رہنے والے تھے باقی رہ گئے اور علی (رضی اللہ عنہ) نے ان سے قتال کیا اور ان کا قتل عام کیا کیونکہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کی "لاحاکم الا اللہ" کو حجت بنا کر تکفیر کرتے تھے اور ان پر کفر کا حکم لگاتے[۵۷] ہوئے کہتے تھے: تم دین اسلام سے خارج ہوگئے ہو پس تمہیں چاہیے کہ اقرار کرو کے تم نے کفر کیا ہے پھر اس سے توبہ کرو تب ہم تمہاری بیعت کریں گے، اسی طرح یہ لوگ اس کلمہ کا فاسد اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے سے بعید معنی لے کر اسی پر مگن رہتے ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق بات کہنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے[۵۸]۔"

---

[۵۶] اب بھی علماء حق جیسے شیخ البانی اور ان کے تلامیذ نے تکفیریوں سے مناقشہ کیا تھا اور آجکل سعودی جیل میں قید القاعدہ اور دیگر خوارج ذہنیت کے لوگوں سے علماء جیسے شیخ عبداللہ رئیس الرئیس، شیخ عبیلان وشیخ عبیکان وغیرہ مناقشہ اور نصیحت کرتے ہیں جس سے الحمد للہ بہت سے لوگ حق کی جانب رجوع کرلیتے ہیں۔ اور بعض معاندین جیسے علی (رضی اللہ عنہ) کے دور میں تھے رجوع نہیں کرتے اور علماء کو زدوکوب تک کرتے ہیں جیسے شیخ عبیکان کو باقاعدہ مسجد کے باہر زدوکوب کیا گیا اور حال ہی میں شیخ رئیس کے مکتبے کو جلا دیا گیا۔ [مترجم]

[۵۷] موجودہ خوارج کا بھی خواہ پاکستان میں ہوں یا عرب ممالک میں یہی وطیرہ ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ [مترجم]

[۵۸] "المسلمون" عدد (639).

ڈاکٹر شیخ ناصر بن عبداللہ القفاری (حفظہ اللہ)

(رئیس شعبۂ عقیدہ ومذاہب معاصرہ، کلیۃ شریعہ واصول دین، القصیم)

فرماتے ہیں:

"ہمارے اس دور میں بعض ایسے لوگ نمودار ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ توحید کی ایک ایسی قسم ہے جسے بھلا دیا گیا ہے اور ایسا رکن ہے جس سے غفلت برتی گئی ہے اور وہ ہے توحید حاکمیت، حالانکہ نہ سلف نے یہ موقف اختیار کیا اور نہ ہی اپنی تصنیفات میں اسے مقرر کیا ہے۔ تو ہم ایسے لوگوں سے کہیں گے کہ تمہاری توحید حاکمیت سے کیا مراد ہے؟!... کیا تمہارا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالی ہی اکیلا حاکم اعلی ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو یہ توحید ربوبیت کے ضمن میں آتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلاَّ أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ ﴾ (يوسف: ٤٠)

(اس کے سوا تم جن کی عبادت کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کو کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالی ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

اور اسی طرح توحید اسماء وصفات کے ضمن میں بھی یہ بات آتی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴾ (التحريم: ٢)

(تحقیق کے اللہ تعالی نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کردیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا، حکمت والا ہے)

اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے "الحکیم" بھی ہے جس کا مادہ "حکم" حکم اور إحکام (باریک بینی و دقت نظر) پر دلالت کرتا ہے۔ پس پہلے اعتبار سے حکیم بمعنی الحاکم کے ہے اور دوسرے اعتبار سے حکیم بمعنی المحکم

(حکمت والا اور باریک بین) ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا اسم "الحکیم" اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور وہ حکمت کے ساتھ موصوف ہے۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندے اس کی شریعت کے مطابق حکم کرنے کے ذریعہ اس کی عبادت کرتے ہیں تو یہ توحید الوہیت اور توحید صفات کے ضمن میں آتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً ﴾ (الإسراء: ۲۳)

(اور تیرا رب صاف صاف حکم دے چکا کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں جھڑکنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا)۔"

شیخ صفی الرحمن مبارکپوری (رحمۃ اللہ علیہ) م ۱۴۲۷ھ

(برصغیر کے مشہور اہل حدیث عالم دین اور سیرت نبوی پر لکھی گئی شہرۂ آفاق کتاب "الرحیق المختوم" کے مصنف)

"مودودی صاحب کا ایک نظریہ جس پر وہ بڑی پُختگی کے ساتھ جمے اور حقیقت یہ ہے کے اسی نظریہ کی بنیاد پر انہوں نے اپنی ایک الگ جماعت کی بنیاد رکھی اور اس نظریہ کو اتنی قوت سے پیش کیا کے بڑے بڑے علماء ان سے متاثر ہوگئے اور انہوں نے بھی اسکو قبول کر لیا۔ اگرچہ ان کی جماعت میں داخل نہیں ہوئے مگر متاثر ہوئے اور اسکو قبول کیا۔ میرے سامنے وہ چیز آئی تو میں بھی کچھ دنوں تک الجھا رہا لیکن اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو ایسا صاف کھول دیا کہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا اور ابھی میں آپ کے سامنے پیش کروں گا تو آپ کو بھی ان شاء اللہ کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا، اتنا صاف اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا۔

مولانا کا نظریہ یہ تھا کہ کسی کی مستقل اطاعت کی جائے تو یہی اس کی عبادت ہے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کرتا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اس لئے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی

اطاعت کا حکم دیا ہے۔ گویا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت جو ہے وہ اللہ تعالی کی اطاعت کی ماتحتی میں ہے لہذا آپ کی جب اطاعت کی جائے گی تو اللہ تعالی کی اطاعت ہوگی اور یہ عبادت اللہ کی عبادت بنے گی۔ اب وہاں سے انہوں نے ایک دوسرا مسئلہ نکالا کہ اگر کوئی حکومت اللہ تعالی کے قانون کی بالا دستی کے بغیر حکومت کر رہی ہو تو اس حکومت کی اطاعت کرنا، یہ اس کی عبادت کرنا ہے اور یہ شرک ہے اور یہیں سے شرک فی الحاکمیت کا نظریہ انہوں نے لیا اور اس کو بڑی قوت کے ساتھ پیش کیا اور آج تک اس میں بہت سارے لوگ مشغول ہیں۔ اب میں اس کی حقیقت آپ کے سامنے (پیش کرتا ہوں) یعنی سو، دو سو، چار سو، چھ سو اور کہیں کہیں آٹھ سو صفحات تک کی کتابیں جو ہیں اس مسئلہ پر لوگوں نے لکھ ماری ہیں۔ مسئلہ اس قدر الجھا دیا ہے اور اتنی لمبی لمبی بحث کہ اندازہ کرنا مشکل ہو جائے گا، اس لئے میں آپ کے سامنے چند لفظوں مین بہت دو ٹوک طریقے سے اس معاملے کو پیش کرتا ہوں۔

اطاعت عبادت ہے؟ یا عبادت کچھ اور چیز ہے اور اطاعت کچھ اور چیز ہے؟ اسکو آپ سمجھئے! اسکو سمجھنے کے لئے میں آپ کے سامنے ایک یا دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ میرے سامنے ایک نوجوان آیا جماعت اسلامی کا، باتیں کرنے لگا۔ میں بھی ان سے بات کر رہا تھا۔ اب وہ آیا اپنی دعوت کی طرف کہ صاحب ہماری یہ دعوت ہے، میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ میں بھی اسکو قبول کر لوں۔ تو میں نے بولا دیکھو تمہاری یہ دعوت جو ہے صحیح نہیں ہے۔ کہا کیسے صحیح نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ اگر یہ بیان تمہارا صحیح ہے کہ کوئی شخص کسی حکومت کی اطاعت کرے اور وہ حکومت اللہ کے قانون کی بالا دستی کے تحت نہ چل رہی ہو تو یہ اطاعت عبادت ہو جائے گی، اگر یہ بات صحیح ہے تو مہربانی کر کے باہر چلے جاؤ اور کسی مسلمان کو دیکھو کہ وہ سڑک پر بائیں کنارے سے (ہندوستان میں ہر چیز بائیں کنارے سے چلتی ہے سڑک پر) تو اگر وہ سڑک پر بائیں کنارے سے سائیکل چلا رہا ہو تو اسے کہو کہ بھائی تم ادھر سائیکل مت چلاؤ، اس کنارے میں سائیکل چلانا شرک ہے۔

اب وہ بڑے زور سے بلبلایا کہا کہ مولانا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا میں وہی بات کر رہا ہوں جو تم نے کہی ہے۔ جو بات تم نے کہی ہے میں اسکا نتیجہ بتا رہا ہوں۔ کہا کیسے؟ میں نے کہا یہ حکومت ہندوستان جو ہے اس کی

جو حکومت ہے وہ اللہ کے قانون کی بالا دستی کے بغیر ہے یا اللہ کے قانون کی بالا دستی کے تحت ہے؟ کہا کہ نہیں، اللہ کہ قانون کو تسلیم کیے بغیر حکومت کر رہی ہے۔ تو میں نے کہا اس کے جو قوانین ہونگے ان کی اطاعت کرنا شرک ہوگا یا نہیں ہوگا؟ کہا ہوگا۔ تو میں نے کہا اسی کے قانون کا ایک حصہ ہے کہ سائیکل سڑک کے بائیں کنارے چلائی جائیں۔ لہذا اگر کوئی بائیں کنارے سے سائیکل چلاتا ہے اس حکومت کی اطاعت کرتا ہے اور اسی اطاعت کو آپ عبادت کہتے ہیں۔ اور غیر اللہ کی عبادت کو شرک مانتے ہیں لہذا یہ شرک ہوا۔ اب وہ ایک دم پریشان ہوگیا۔ اس نے کہا کہ صاحب آپ ہی بتائیے کے پھر صحیح کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھو اطاعت دوسری چیز ہے اور عبادت دوسری چیز ہے۔

ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی ایک ہی عمل اطاعت بھی ہو اور عبادت بھی ہو لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے ایک عمل اطاعت ہو عبادت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے ایک عمل عبادت ہو اور اطاعت نہ ہو، یہ سب کچھ ممکن ہے۔ کہا کیسے ہے؟ میں نے کہا آپ سنیں میں بتاتا ہوں۔ ابراہیم (علیہ السلام) اپنی قوم کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ ﴿ **مَا تَعْبُدُونَ** ﴾، (تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟) قوم نے کہا ﴿ **قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ** ﴾ (الشعراء: ۷۰-۷۱) کہ (ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انکے لیے مجاور بن کر بیٹھ جاتے ہیں)۔ اب یہ بتائیے کہ ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم جن بتوں کی عبادت کر رہی تھی کیا وہ ان بتوں کی اطاعت بھی کر رہی تھی؟ وہ بت تو اس لائق سرے سے تھے ہی نہیں کہ کسی بات کا حکم دے سکیں یا کسی بات سے روک سکیں۔ تو یہ قوم جو عبادت کر رہی تھی وہ عبادت تو ہوئی لیکن اطاعت نہیں ہوگی یہاں پر۔ ماننا پڑے کہ ہاں بات ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اطاعت تو نہیں کر رہے تھے مگر عبادت کر رہے تھے۔ مانا کہ اچھا اور آگے آؤ ذرا سا۔

عیسائیوں کے متعلق اللہ تعلی نے قرآن مجید میں کئی جگہ تبصرہ کیا ہے۔ قیامت کے روز پوچھے گا اللہ تعلی عیسی (علیہ السلام) سے کہ ﴿ **أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَـٰهَيْنِ** ﴾ (المائدة: ۱۱۶) اے عیسی (کیا تم نے یہ کہا تھا کہ لوگوں مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو؟) تو عیسی (علیہ السلام) فوراً اسکی نفی کریں گے۔ کہیں گے ہم نہیں جانتے۔ جب تک میں زندہ تھا میں انکی دیکھ بھال کرتا رہا، جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو پھر تو انکا نگران

تھا میں کچھ نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کیا۔ اس طرح سے وہ اپنی برأت کریں گے۔ اچھا اسی قرآن میں یہ بتایا گیا ہے عیسائیوں کے تعلق سے اور عیسی (علیہ السلام) کی جو عبادت کرتے تھے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ عیسی (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے اور عیسی (علیہ السلام) نفع نقصان نہیں دے سکتے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ عیسی (علیہ السلام) کی عبادت جو وہ کر رہے تھے تو کیا انکی اطاعت بھی کر رہے تھے؟ میں نے ان سے پوچھا: عبادت تو ثابت ہوئی، قرآن نے بھی انکے اس عمل کو عبادت ہی کہا ہے، تو کیا عیسائی جو انکی عبادت کرتے ہیں یا کر رہے تھے تو انکی اطاعت بھی کر رہے تھے؟ اطاعت تو نہیں کر رہے تھے۔ عیسی (علیہ السلام) نے کبھی حکم نہیں دیا کے میری عبادت کرو، بلکہ اسے منع کیا ہے۔ تو وہ انکی معصیت کر رہے تھے۔ اطاعت کے بجائے نافرمانی کر رہے تھے اور وہ عبادت تھی۔ تو عبادت کے لئے ضروری نہیں ہے کے جسکی عبادت کی جائے اسکی اطاعت بھی کی جائے۔ بغیر اطاعت کے بھی عبادت ہو سکتی ہے اور نافرمانی کے صورت میں بھی عبادت ہو سکتی ہے۔ اسکو عبادت نہیں کہیں گے۔

یہ مسئلہ ہے، بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اب صاف ہونے کے بعد آپکو کیا جاننا چاہئیے؟ کسی کے حکم کو ماننا اور بجا لانا یہ اسکی اطاعت ہے۔ اور کسی کے تقرب کے لئے یعنی اسکی رضا کے لئے اور اسباب سے بالاتر ہو کر کے اسکی رضا کی جو صورت ہوتی ہے اس رضا کے لئے کوئی کام کرنا یہ اسکی عبادت ہے۔ تو وہ لوگ عیسی (علیہ السلام) کی رضا کے لئے کام کرتے تھے لہذا یہ ان کے عبادت تھی، اور انکی فرمانبرداری نہیں کرتے تھے لہذا اطاعت نہیں تھی۔ ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس سے اللہ تعالی کی رضا چاہتے ہیں اور اسکا تقرب چاہتے ہیں، اس معنی میں یہ نماز عبادت ہے۔ اور اللہ نے جو حکم دیا ہے اسکو بجا لا رہے ہیں، اس معنی میں یہ اسکی اطاعت ہے۔ اطاعت دوسرے معنی میں ہے عبادت دوسرے معنی میں ہے۔ نماز ایک کام ہے مگر اس میں دونوں چیزیں جمع ہیں، اطاعت بھی ہے اور عبادت بھی ہے۔

اب مولانا مودودی نے چونکہ یہ نقطہ نکالا تھا کہ کسی کی مستقل اطاعت کرنا ہی عبادت ہے لہذا وہ کہتے تھے کہ بندہ اگر اللہ تعالی کی اطاعت میں زندگی گزارتا ہے تو ساری زندگی اسکی عبادت ہو جائے گی۔ تو انکے نقطہ نظر سے تو

ظاہری بات ہے یہ عبادت ہو جائے گی۔ لیکن ظاہر بات ہے یہ قرآن کا جو نقطہ نظر ہے اسکے اعتبار سے یہ ساری زندگی یہ عبادت نہیں ہوگی۔ اطاعت البتہ ہوگی، اگر اللہ تعالی کا حکم وہ بجا لایا ہے تو ساری زندگی اس نے اطاعت کی ہے، اور یہ کار ثواب ہے اور اسکا اسکو ثواب ملے گا۔ لیکن اسکو عبادت نہیں کہیں گے۔ صحیح معنی یہی ہے [۵۹]۔"

شیخ علی حسن الحلبی (حفظہ اللہ)

شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مشہور و ہونہار تلمیذ شیخ علی حسن الحلبی (حفظہ اللہ) تکفیر کے ہی موضوع پر لکھی گئی اپنی بہترین کتاب "صیحۃ نذیر"[۶۰] میں بعض شیوخ کا کلام نقل کرتے ہیں:

ڈاکٹر شیخ ناصر بن عبداللہ القفاری (حفظہ اللہ) (رئیس شعبۂ عقیدہ ومذاہب معاصرہ، کلیۃ شریعہ واصول دین، القصیم) فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں جن لوگوں نے حاکمیت کو توحید کی ایک علیحدہ قسم بنایا ہے ان کے یا ان میں سے کم از کم کچھ کے نزدیک اس کا تعلق درحقیقت مسئلۂ امامت سے ہے نہ کہ توحید سے! سو آپ دیکھیں گے کہ مسئلۂ امامت ان کے نزدیک سب سے بنیادی اصول کی حیثیت لئے ہوئے ہے، اور یہی ان کا واحد سروکار اور ان کے یہاں اصطلاحِ دعوت کا اصل بھی یہی ہے۔

جبکہ فی الحقیقت یہ منہج سنت اور اہل سنت کے یہاں ایک اجنبی شئ ہے کیونکہ (وہ جانتے ہیں کہ) مسئلۂ امامت کو دین کا بنیادی اصول قرار دینا کا تصور تو رافضیوں (شیعہ) کے یہاں پایا جاتا ہے یا پھر معتزلہ کے

---

[۵۹] شیخ کی اردو تقریر کے آخر میں موجود سوال وجواب کی نشست سے لیا گیا۔

[۶۰] شیخ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) سے بعض یمنی طالبعلموں نے بذریعۂ فون 28 جمادی الآخر، 1421 کو لجنۃ دائمہ کے اس فتوی کے متعلق دریافت کیا جس میں لجنہ نے شیخ علی حسن کی کتابوں "التحذیر من فتنۃ التکفیر" اور "صحیۃ نذیر" پڑھنے سے لوگوں کو خبردار کیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا:
"میں نے ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا، اور جہاں تک تعلق ہے اس فتوی کا تو کاش کے ایسا فتوی صادر نہ کیا جاتا کیونکہ اس میں ایسی باتیں ہیں جو لوگوں میں افراتفری پھیلانے کا سبب بنتی ہیں۔ اور میری طالبعلموں کو نصحیت ہے کہ وہ فلاں یا فلاں کے فتوی پر "لا یعبؤا بہ" (کوئی توجہ نہ دیں)۔" (شیخ علی حسن نے اس کلام کی توثیق مکہ مکرمہ میں بھی کی تھی)۔

یہاں جنہوں نے الجماعۃ سے اعتزال کیا یعنی چھوڑ دیا، انہوں نے بھی اسے اپنے مکتبۂ فکر کا پانچواں اصول قرار دیا ہے[٦١]۔"

اور میرا (شیخ علی حسن کا) یہ کہنا ہے کہ (اُنہوں نے پانچواں اصول قرار دیا تو) اِنہوں نے بھی اسے اپنی توحید کا چوتھا اصول بنا دیا!!

اس سلسلے میں شیخ ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ) کا بہترین کلام بھی ملاحظہ ہو جو آپ نے اپنی انتہائی مفید کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" میں فرمایا ہے[٦٢]۔

میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں کچھ اصولوں کا مختصر جائزہ لینا بہت ضروری ہے:

اول: میرا لفظ "حاکمیت" کے بارے میں یہ کہنا کہ "اس کی مزید تحقیق کرکے تفصیل میں جانا چاہیے" اس کا انکار یا رد نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں کو اندیشہ لاحق ہوا یا یہ اندیشہ ان کے دلوں میں پیدا کیا گیا۔

دوم: ہمارے شیخ ابو مالک محمد ابراہیم شقرہ (حفظہ اللہ) سید قطب پر لکھی گئی دستاویز میں انتہائی پختگی سے یہ بات فرماتے ہیں: "جو کوئی بھی اس اصطلاح "حاکمیت" کا استعمال کرتا ہے وہ اس کا استعمال کرنے میں حق بجانب نہیں" پھر انہوں نے خود اس اصطلاح کی وضاحت کی: "کیونکہ لغت بھی اس کا ساتھ نہیں دیتی"۔ آپ نے مزید فرمایا، "کچھ وہ لوگ جو موجودہ دور میں "توحید حاکمیت" کا نعرہ بلند کرکے ہمارے خلاف ابھر آئے ہیں تو یہ محض ایک پانی کا بلبلا ہے جو ان کی نظروں میں مزین کر دیا گیا ہے جو ذیادہ عرصہ باقی نہیں رہتا اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے بغیر غائب ہو جاتا ہے"۔ مزید برآں آپ فرماتے ہیں: "یقیناً جب لفظ "حاکمیت" کو توحید سے ملایا جاتا ہے تو اس سے امت کے اجماع سے خروج لازم آتا ہے جو اس بات پر راضی ہے کہ توحید کی صرف تین قسمیں ہیں ... "

سوم: کبار علماء کی کمیٹی، سعودی عرب نے اپنے فتوی رقم ۱۸۸۷۰ مؤرخہ ۱۱/ ۰٦/ ١٤١٧ھ میں فرمایا کہ: "پس "حاکمیت" کو توحید کی ایک علیحدہ قسم قرار دینا ایک بدعت ہے جو ہماری علم کے مطابق کسی بھی عالم کا قول نہیں۔"

---

[٦١] جیسے مولانا مودودی اپنی کتابوں مثلا "تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں" اور ان کے نقش قدم پر سید قطب "معالم الطریق" وغیرہ میں اور آج کل ان کے مقلد ڈاکٹر اسرار احمد اپنے تنظیم کے تعارفی ومنہجی لٹریچر میں یہی دعوی کرتے ہیں۔ [مترجم]

[٦٢] اس کتاب کا اردو ترجمہ ہماری ویب سائٹ www.AsliAhleSunnet.com پر بھی دستیاب ہے۔ دیکھئے ص (125) سے۔

اسی طرح فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) سے ان کے سلسلۂ دروس "اللقاء المفتوح" رقم ۱۵۰ مؤرخہ ۲۰ شوال، ۱۴۱۷ھ میں اسی مسئلے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے بایں الفاظ اس کی وضاحت فرمائی: "جو کوئی بھی اس بات کا مدعی ہے کہ توحید کی ایک چوتھی قسم ہے جسے توحید حاکمیت کہتے ہیں تو اسے مبتدع کہا جائے گا۔ یہ ایک بدعتیانہ تقسیم ہے جو ایک ایسے شخص سے صادر ہوئی ہے جسے دین عقیدے کے معاملات کا کوئی فہم حاصل نہیں ..."

شیخ ڈاکٹر صالح السدلان (حفظہ اللہ):

اسی طرح الأخ الفاضل شیخ ڈاکٹر صالح السدلان (حفظہ اللہ) فرماتے ہیں، "پس جو کوئی بھی حاکمیت کو توحید کی ایک (علیحدہ اور) چوتھی قسم بناتا ہے، وہ یا تو جاہل ہے یا بدعتی، اس نے فلسفیوں اور ان لوگوں کے نظریات کو اپنایا ہے جنہیں عقیدہ اور شریعت کا کچھ بھی علم حاصل نہیں۔ یا پھر یہ ایک ایسا شخص ہوسکتا ہے جو محض (لوگوں کے اقوال) روایت کرتا ہے اور یہ تک نہیں جانتا کہ وہ (دوسروں سے) کیا روایت کررہا ہے!"[المسلمون 639]

ڈاکٹر شیخ ناصر العقل (حفظہ اللہ):

اور الأخ ڈاکٹر شیخ ناصر العقل (حفظہ اللہ) فرماتے ہیں: "اور اسی طرح اس دعوی کی کہ حاکمیت ہی سب سے اہم اور مخصوص صفت الٰہیہ ہے کی کوئی بنیاد نہیں اور یہ ایک بدعتیانہ دعوی ہے ... اور اسی طرح یہ اصطلاح "حاکمیت" بھی انہی پریشان کن الفاظ میں سے ہے، جبکہ (حقیقت حال یہ ہے کہ) نہ دین اس پر قائم ہے اور نہ ہی عقیدے کا دارومدار اس پر ہے۔ موجودہ دور میں اس اصطلاح کا جو فہم ہے وہ غلو، انتہاپسندی اور اس اصطلاح سے جو معنی مراد وہ لیتے ہیں میں مستغرق و منہمک ہونے سے خالی نہیں۔ میرے خیال میں اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔"
[المسلمون 639]

شیخ علی حسن الحلبی (حفظہ اللہ) مزید فرماتے ہیں: "بہرحال ایک اہم ترین مسئلہ بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مجھے حاکمیت اس کے صحیح فہم یعنی فہم اہل سنت، منہج سلف کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والوں کے فہم اور حاکمیت کے اس محدود و مقید فہم کے درمیان تفریق کرنی ہوگی جس کے یہ تکفیری، جذباتی و فتنہ پرور لوگ قائل ہیں۔

اور یہ اس لئے کہ وہ "حاکمیت جو اکیلے اللہ تعالی ہی کے لئے لائق ہے[۶۳]" وہ تو زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے، خواہ وہ عبادت کا معاملہ ہو یا روزمرہ کے معاملات، عقیدہ ہو یا منہج، امیر ہو یا مأمور، حاکم ہو یا محکوم، اور یہ (اس صحیح فہم کے مطابق) تو خود سلفی دعوت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے[۶۴]۔"

[۶۳] "سلسلہ احادیث صحیحہ" للالبانی (30/1/6) یہ الفاظ شیخ البانی کے ہیں۔

[۶۴] اور جو کوئی شیخ البانی کا حاکمیت کے بارے میں کلام "سلفی دعوت کےایک اصول ہونے" کے اور محمد قطب کے دعوے "حاکمیت اصل الاصول ہے" کے درمیان (فرق کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے) الجھن کا شکار ہو تو اسے سمجھنا چاہیے کہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا بلاشبہ اصولوں میں سے ایک اصول ہے جیسا کہ حکام کے خلاف خروج نہ کرنا، اللہ تعالی کے اسماء وصفات کو بغیر تأویل، تشبیہ، تحریف اور تکییف کے تسلیم کرنا، اہل بدعت کا رد اور ان سے قطع تعلق کرنا وغیرہ، یہ سب اصول ہیں جن کی خود یہ قطبی لوگ کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ پس جو لوگ شیخ البانی کے مندرجہ بالا کلام اور محمد قطب کے اس قول "حاکمیت اصل الاصول ہے" کے درمیان موافقت کا تأثر دینا چاہتے ہے جس کے ذریعہ وہ شیخ علی حسن کے اس کلام پر رد کرسکیں جو انہوں نے محمد قطب اور ان کے جماعت کے خلاف لکھا ہے جن کے نزدیک توحید صرف حاکمیت ہے اور دین کا اصل الاصول ہے، تو ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔

أقوال العلماء المعتبرين في تحكيم القوانين

تحکیم قوانین سے متعلق معتبر علماء سلف صالحین کے اقوال

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وبعد:

آیت تحکیم ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدة: ۴۴) (اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں) کی صحیح تأویل وتفسیر سے متعلق سلف صالحین، آئمہ عظام، مفسرین وعلماء کرام کے بعض اقوال مندرجہ ذیل ہے۔

حبر الأمه اور ترجمان القرآن جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عباس -رضی اللہ عنہما-

➤ روى علي بن أبي طلحة عن ابن عباس في تفسير قوله تعالى: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدة: ٤٤) قال: **"من جحد ما أنزل الله، فقد كفر، ومن أقرّبه، لم يحكم به فهو ظالم فاسق."**

أخرجه الطبري في «جامع البيان» (١٦٦/٦) بإسناد حسن. «سلسلة الأحاديث الصحيحة» للإلباني (١١٤/٦).

علی بن ابی طلحہ (رحمۃ اللہ علیہ) اللہ تعالی کے فرمان ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کی تفسیر سے متعلق عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: "جو اللہ تعالی کے نازل کئے ہوئے سے جحود (انکار) کرتا ہے وہ کافر ہے، اور جو اس کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کے مطابق حکم نہیں کرتا تو ایسا شخص ظالم ہے، فاسق ہے۔"

➤ وقال طاووس (رحمه الله) عن ابن عباس – أيضاً – في قوله: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾؛ قال: "**ليس بالكفر الذي يذهبون إليه.**"

أخرجه المروزي في «تعظيم قدر الصلاة» (**٥٧٤/٥٢٢/٢**) بإسناد صحيح. «سلسلة الأحاديث الصحيحة» للإلباني (**١١٤/٦**).

اسی آیت کی تفسیر میں طاووس (رحمۃ اللہ علیہ) بھی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں آپ (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: "یہ وہ (ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا) کفر نہیں جس کی طرف وہ (خوارج) گئے ہیں۔"

➤ وفي لفظ: "**كفر لا ينقل عن الملة.**" وفي لفظ آخر: "**كفر دون كفر، وظلم دون ظلم، وفسق دون فسق.**"

أخرجه المروزي في «تعظيم قدر الصلاة» (**٥٧٥/٥٢٢/٢**) «سلسلة الأحاديث الصحيحة» للإلباني (**١١٤/٦**).

ایک اور روایت میں الفاظ کچھ اسطرح آئے ہیں کہ: "یہ ایسا کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔" ایک اور الفاظ اس طرح ہیں: "ان آیات سے مراد کفر دون کفر (مرتد کرنے والے کفر سے کمتر کفر)، ظلم دون ظلم (مرتد کرنے والے ظلم سے کمتر ظلم) اور فسق دون فسق (مرتد کرنے والے ظلم سے کمتر ظلم) ہے۔"

➤ ولفظ ثالث: "**هو به كفره، وليس كمن كفر بالله، وملائكته، وكتبه ورسله.**"

أخرجه المروزي في «تعظيم قدر الصلاة» (**٥٧٠/٥٢١/٢**) وإسناده صحيح.

اور تیسری روایت میں ہے کہ: "یعنی اس شخص کے ساتھ کفر ہے (اس کا وہ عمل کافروں والا عمل ہے)، ناکہ وہ اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں سے کفر کرنے والا ہے۔"

العلماء الأعلام الذين صرحوا بصحة تفسير ابن عباس واحتجوا به

وہ آئمہ کرام جنھوں نے اس تفسیرِ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی صحت کی صراحت کی ہے اوراس سے مختلف مسائل میں حجت بھی پکڑی ہے

الحاكم في المستدرك (**٣٩٣/٢**)، ووافقه **الذهبي**، الحافظ **ابن كثير** في تفسيره (**٦٤/٢**) قال: صحيح على شرط الشيخين، الإمام القدوة محمد بن نصر **المروزي** في تعظيم قدر الصلاة (**٥٢٠/٢**)، الإمام أبو المظفر **السمعاني** في تفسيره (**٤٢/٢**)، الإمام **البغوي** في معالم التنزيل (**٦١/٣**)، الإمام أبو بكر **إبن العربي** في أحكام القرآن (**٦٢٤/٢**)، الإمام **القرطبي** في الجامع لأحكام القرآن (**١٩٠/٦**)، الإمام **البقاعي** في نظم الدرر (**٤٦٠/٢**)، الإمام **الواحدي** في الوسيط (**١٩١/٢**)، العلامة **صديق حسن خان** في نيل المرام (**٤٧٢/٢**)، العلامة **محمد الأمين الشنقيطي** في أضواء البيان (**١٠١/٢**)، العلامة **أبو عبيد القاسم بن سلام** في الإيمان (ص **٤٥**)، العلامة **أبو حيان** في البحر لمحيط (**٤٩٢/٣**)، الإمام **ابن بطة** في الإبانة (**٧٢٣/٢**)، الإمام **ابن عبد البر** في التمهيد (**٢٣٧/٤**)، العلامة **الخازن** في تفسيره (**٣١٠/١**)، العلامة **السعدي** في تفسيره (**٢٩٦/٢**)، **شيخ الإسلام ابن تيمية** في مجموع الفتاوى (**٣١٢/٧**)، العلامة **ابن القيم الجوزية** في مدارج السالكين (**٣٣٥/١**)، محدث العصر العلامة **الألباني** في "الصحيحة" (**١٠٩/٦**).

➤ قال فقيه الزمان العلامة **ابن عثيمين** في "التحذير من فتنة التكفير" (ص **٦٨**):

لكن لما كان هذا الأثر لا يرضي هؤلاء المفتونين بالتكفير؛ صاروا يقولون: هذا الأثر غير مقبول! ولا يصح عن ابن عباس! فيقال لهم: كيف لا يصحّ؛ وقد تلقاه من هو أكبر منكم، وأفضل، وأعلم بالحديث؟! وتقولون: لا نقبل ... فيكفينا أن علماء جهابذة؛ كشيخ الإسلام ابن تيمية، وابن القيم – وغيرهما – كلهم تلقوه بالقبول ويتكلمون به، وينقلونه؛ فالأثر صحيح.

فقیہ الزمان علامہ **ابن عثیمین** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"لیکن جیسا کہ تکفیر کے فتنے میں مبتلا لوگوں کی مرضی کے خلاف یہ بات جارہی تھی تو اب یہ کہنے لگے کہ یہ اثر غیر مقبول ہے اور ابن عباس (رضی اللہ عنھا) سے صحیح طور پر ثابت نہیں[٦٥]۔ تو ہم انہیں جواب دیں گے: یہ کیسے صحیح ثابت نہیں جبکہ ان علماء نے جو تم سے بڑے، افضل اور حدیث کا زیادہ علم رکھنے والے تھے نے اسے شرف قبولیت دیا ہے، اور تم کہتے ہو کہ ہم قبول نہیں کریں گے!!

ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ چوٹی کے علماء جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ نے بھی اسے تلقی بالقبول کیا ہے اور اس پر گفتگو بھی کرتے ہیں اور اسے نقل بھی کرتے ہیں، چناچہ ثابت یہ ہوا کہ اثر صحیح ہے۔"

[١]- إمام أهل السنة والجماعة الإمام أحمد بن حنبل (المتوفى سنة: ٢٤١ھ)

➤ قال إسماعيل بن سعد في "سؤالات ابن هاني" (١٩٢/٢): "سألت أحمد: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾، قلت: فما هذا الكفر؟

قال: "**كفر لا يخرج من الملة.**"

اسماعیل بن سعد فرماتے ہیں کہ جب میں نے **امام احمد بن حنبل** (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس آیت تحکیم میں وارد لفظ "کفر" کی بابت سوال کیا کہ اس سے مراد کون سا کفر ہے؟ تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: "اس سے مراد ایسا کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے انسان کو خارج نہیں کرتا۔"

➤ ولما سأله أبو داود السجستاني في سؤالاته **(ص ١١٤)** عن هذه الآية؛ أجابه بقول طاووس وعطاء المتقدمين.

---

[٦٥] جیسا کہ آجکل کراچی میں بعض تکفیریوں نے توحید حاکمیت، طاغوت، تحکیم شریعت وغیرہ پر رسالے نشر کرنا شروع کئے ہیں اور اس میں اس اثر کو غیر صحیح قرار دینے کی مذموم سعی کی ہے۔ جو ان کی ویب سائٹ مواحدین ڈاٹ ٹی کے یعنی تکفیری پر موجود ہیں۔ جہاں ہر مشہور ومعروف تکفیریوں کی کتابیں موجود ہیں جیسے ابو بصیر، عبداللہ عزام، سفر الحوالی اور اسامہ بن لادن وغیرہ اور ان کی ہر دوسری کتاب کے مترجم عبدالعظیم حسن زئی صاحب ہیں جو جامعہ ستاریہ میں استاد ہیں اور مجلۃ صحیفہ اہل حدیث کے مدیر بھی ہیں۔ اللہ تعالی انہیں ہدایت دے اور ان کے فتنوں سے امت کے نوجوانوں کو محفوظ رکھے۔ (اس اثر کی صحت پر مکمل تحقیقی کتابیں "قرۃ عیون المؤحدين بتصحيح القول ابن عباس ومن لم --- " شیخ سلیم الھلالی اور شیخ علی حسن الحلبی کی کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔) [مترجم]

اور جب أبو داود السجستانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے سوالات میں اسی آیت سے متعلق دریافت کیا تو امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے طاووس اور عطاء (رحمہما اللہ) سے مروی وہی سابقہ قول بیان کیا۔

➤ وذكر شيخ الإسلام بن تيمية في "مجموع الفتاوى" (٢٥٤/٧)، وتلميذه ابن القيم في "حكم تارك الصلاة" (ص ٥٩-٦٠): أن الإمام أحمد -رحمه الله- سئل عن الكفر المذكور في آية الحكم؛ فقال: **"كفر لا ينقل عن الملة؛ مثل الإيمان بعضه دون بعض، فكذلك الكفر، حتى يجيء من ذلك أمر لا يختلف فيه."**

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے شاگرد رشید امام ابن القیم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی مذکورہ بالا کتابوں میں امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق بیان کیا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سے جب آیت تحکیم میں وارد لفظ "کفر" کی بابت سوال کیا گیا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہی جواب دیا کہ:

"ایسا کفر جو ملت اسلامیہ سے انسان کو خارج نہیں کرتا جیسے ایمان (کے شعبے) بعض بعض سے کمتر ہوتے ہیں، اسی طرح کفر ہے (کہ اس کے بھی بعض شعبے بعض سے کمتر ہوتے ہیں) یہاں تک کہ وہ شخص اس طور پر اس کا مرتکب ہو کہ جس کے کفر ہونے میں کوئی اختلاف ہی نہ ہو۔"

[٢]- الإمام محمد بن نصر المروزي (المتوفى سنة: ٢٩٤هـ)

➤ قال في "تعظيم قدر الصلاة" (٥٢٠/٢): **ولنا في هذا قدوة بمن روى عنهم من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم والتابعين؛ إذ جعلوا للكفر فروعاً دون أصله لا تنقل صاحبه عن ملة الإسلام، كما ثبتوا للإيمان من جهة العمل فرعاً للأصل، لا ينقل تركه عن ملة الإسلامة، من ذلك قول ابن عباس في قوله: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾.**

امام محمد بن نصر المروزی (رحمۃ اللہ علیہ) کتاب "تعظیم قدر الصلاۃ" میں فرماتے ہیں: "ہمارے لئے اس سلسلے میں مشعل راہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور تابعین (رحمہم اللہ) کی مرویات ہیں کہ کس طرح انہوں نے کفر کی

فروع بنائیں جو اس کی اصل کے علاوہ ہیں جن فروعات کا مرتکب ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا، اسے انہوں نے بالکل اسی طرح ثابت کیا ہے جسطرح وہ ایمان کو باعتبار عمل اس کے اصل کی فروع ثابت کرتے ہیں کہ جس کا ترک کرنے والا ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا۔ انہی میں سے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کا اللہ تعالی کے فرمان ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کی تفسیر سے متعلق قول ہے۔"

➤ وقال (**٥٢٣/٢**) معقباً على أثر عطاء: - "كفر دون كفر، وظلم دون ظلم وفسق دون فسق" - : **"وقد صدق عطاء؛ قد يسمى الكافر ظالماً، ويسمى العاصي من المسلمين ظالماً، فظلم ينقل عن ملة الإسلام وظلم لا ينقل."**

اسی طرح آپ (رحمۃ اللہ علیہ) عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے منقول اثر "کفر دون کفر، وظلم دون ظلم وفسق دون فسق" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جناب عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) نے سچ فرمایا کہ کافر کو کبھی ظالم بھی کہا جاتا ہے جسطرح ایک گنہگار مسلمان کو بھی ظالم کہا جاتا ہے لیکن ان میں سے ایک ظلم ایسا ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اور دوسرا اسے ملت سے خارج نہیں کرتا۔"

[٣]- شيخ المفسرين الإمام ابن جرير الطبري (المتوفى سنة: ٣١٠هـ)

➤ قال في "جامع البيان" (١٦٦/٦): وأولى هذه الأقوال عندي بالصواب: قول من قال: نزلت هذه الآيات في كفّار أهل الكتاب، لأن ما قبلها وما بعدها من الآيات ففيهم نزلت، وهم المعنيون بها، وهذه الآيات سياق الخبر عنهم، فكونها خبراً عنهم أولى.

فإن قال قائل: فإن الله تعالى قد عمّ بالخبر بذلك عن جميع من لم يحكم بما أنزل الله، فكيف جعلته خاصاً؟!

قيل: **"إن الله تعالى عمّ بالخبر بذلك عن قوم كانوا بحكم الله الذي حكم به في كتابه جاحدين، فأخبر عنهم أنهم بتركهم الحكم على سبيل ما تركوه كافرون، وكذلك القول في كلّ من لم يحكم بما أنزل الله جاحداً به، هو بالله كافر؛ كما قال ابن عباس."**

شیخ المفسرین **امام ابن جریر الطبری** (رحمۃ اللہ علیہ) جامع البیان میں فرماتے ہیں: "آیت تحکیم کی تفسیر میں مروی اقوال میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے کفار کے متعلق ہے کیونکہ ان آیات کا سیاق وسباق انہی کے متعلق نازل ہوا، اسی لئے یہی لوگ اس سے مراد ہیں، کیونکہ یہ ان سے متعلق سیاق خبر میں بیان ہوئیں، پس ان کا سیاق خبر میں ہونا بھی (اس بات کی دلیل ہے کہ یہ) انہیں سے متعلق ہے۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: اللہ تعالی نے اس خبر کو عام رکھا ہے جو ہر اس شخص پر منطبق ہوتی ہے جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، تو آپ نے کس طرح اسے خاص کر دیا؟

تو انہیں یہ جواب دیا جائے گا: بیشک اللہ تعالی نے اس خبر کو عام تو رکھا ہے (لیکن) ہر اس قوم کے ساتھ (عام رکھا ہے) جو کتاب اللہ میں نازل شدہ حکم الہی کے انکاری تھے، پس اللہ تعالی نے ان سے متعلق یہ خبر دی کہ ان کا حکم الہی کو ترک کرنے کا جو طرز عمل تھا وہ حکم الہی کو ترک کرنے کے اس (خاص) طرز عمل کی وجہ سے کافر تھے۔ اور یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو اس طرز عمل یعنی جحود (انکار) کرتے ہوئے حکم الہی کے مطابق فیصلہ نہ کرے، کہ ایسا شخص اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، جیسا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا۔"

[۴]- الإمام أبو بكر محمد بن الحسين الآجري (المتوفى سنة: ٣٦٠هـ)

➤ قال في "كتاب الشريعة" (ص: ١٧) "ومما يتبع الحرورية من المتشابه قول الله عز وجل: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾. ويقرؤون معها: ﴿ **ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِم يَعْدِلُونَ** ﴾ فإذا رأوا الإمام يحكم بغير الحق قالوا: قد كفر. ومن كفرعدل بربه، فقد أشرك، فهؤلاء الأئمة مشركون، فيخرجون فيفعلون ما رأيت، لأنهم يتأولون هذه الآية."

امام آجری (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مایہ ناز تصنیف "کتاب الشریعہ" میں خوارج کے مذہب کی خرابی اور ان کے قتل کرنے کے ثواب کے بعد سنن اور آثار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(خوارج محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرتے ہیں) منجملہ ان متشابہ نصوص میں سے جن کی اتباع یہ حروریہ (خوارج) کرتے ہیں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ اور اس کے ساتھ ہی یہ آیت ملا کر پڑھتے ہیں ﴿ **ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِم يَعْدِلُونَ** ﴾ (پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر والے قرار دیتے ہیں) پس وہ جب کسی امام یا حاکم کو ناحق فیصلہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یقیناً اس نے کفر کیا، اور جس نے کفر کیا اور اپنے رب کے برابر والے مقرر کئے تو تحقیق اس نے شرک کیا۔ لہذا یہ حکام مشرکین ہیں اور وہ ان کے خلاف خروج کرتے ہیں اور وہ کچھ (خونریزی وفساد) کرتے ہیں جو آپ دیکھ چکے ہیں۔ کیونکہ وہ ان آیات کی (غلط) تأویل کرتے ہیں[٦٦]۔"

[٥]- الإمام ابن بطة العكبري (المتوفى سنة: ٣٨٧هـ)

➤ ذكر في "الإبانة" (٧٢٣/٢): **"باب ذكر الذنوب التي تصير بصاحبها إلى كفر غير خارج به من الملّة"**، وذكر ضمن هذا الباب: **"الحكم بغير ما أنزل الله، وأورد آثار الصحابة والتابعين على أنه كفر أصغر غير ناقل من الملة."**

امام ابن بطہ العکبری (رحمۃ اللہ علیہ) کتاب "الإبانۃ" میں یہ باب قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "باب ان گناہوں کے بیان میں جو اپنے مرتکب کو اس کفر کی جانب لے جاتے ہیں جو انہیں ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا" پھر اس باب کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: "(ان گناہوں میں سے) الحکم بغیر ما انزل اللہ بھی ہے، اس پر صحابہ وتابعین کے آثار موجود ہیں کہ یہ کفر اصغر ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔"

[٦]- الإمام ابن عبد البر (المتوفى سنة: ٤٦٣هـ)

➤ قال في "التمهيد" (٧٤/٥): **"وأجمع العلماء على أن الجور في الحكم من الكبائر لمن تعمد ذلك عالما به، روية في ذلك آثار شديدة عن السلف، وقال الله عز وجل: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ**

---

[٦٦] بالکل ہوبہو یہی حرکت ڈاکٹر اسرار نے اپنے مجلۃ میں کی۔ آیت ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ کے ساتھ فوراً آیت ﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان: 13) بیان کرکے یہی تأثر دینا ہی نہیں چاہا بلکہ برملا اظہار بھی کیا۔ سچ فرمایا اللہ تعالی نے ﴿ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ (البقرة: 118).

اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾، ﴿**الظَّالِمُونَ**﴾، ﴿**الْفَاسِقُونَ**﴾ نزلت في أهل الكتاب، قال حذيفة وابن عباس: وهي عامة فينا؛ قالوا ليس بكفر ينقل عن الملة إذا فعل ذلك رجل من أهل هذه الأمة حتى يكفر بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر روي هذا المعنى عن جماعة من العلماء بتأويل القرآن منهم ابن عباس وطاووس وعطاء."

امام ابن عبدالبر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب "التمھید" میں فرماتے ہیں: "اس بات پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ فیصلہ کرنے کے سلسلے میں علم رکھتے ہوئے جان بوجھ کر ظلم وجور سے کام لینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس بارے میں سلف سے زبردست قسم کے اقوال مروی ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿**وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ**﴾، ﴿**الظَّالِمُونَ**﴾، ﴿**الْفَاسِقُونَ**﴾ جناب حذیفہ اور ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ یہ آیات: اہل کتاب سے متعلق نازل ہوئیں اور ہم میں یہ عام ہیں، کہا کہ یہ ایسا کفر ہے جس کا امت اسلام میں سے مرتکب ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا کفر کرے۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ معنی علماء کرام کی ایک پوری جماعت سے مروی ہے جن میں سے ابن عباس، طاووس اور عطاء بھی ہیں۔"

[٧]- الإمام السمعاني (المتوفى سنة: ٥١٠هـ)

➤ قال في تفسيره للآية (٤٢/٢): "**واعلم أن الخوارج يستدلون بهذه الآية، ويقولون: من لم يحكم بما أنزل الله؛ فهو كافر، وأهل السنة قالوا: لا يكفر بترك الحكم.**"

امام سمعانی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "جان لیں کے خوارج اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہے، جبکہ اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ محض حکم کے ترک کرنے سے وہ کافر نہیں ہوگا یا اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔"

[٨]- الإمام ابن الجوزي (المتوفى سنة: ٥٩٧هـ)

➤ قال في "زاد المسير" (٣٦٦/٢): وفصل الخطاب: **"أن من لم يحكم بما أنزل الله جاحداً له، وهو يعلم أن الله أنزله؛ كما فعلت اليهود؛ فهو كافر، ومن لم يحكم به ميلاً إلى الهوى من غير جحود؛ فهو ظالم فاسق، وقد روى علي بن أبي طلحة عن ابن عباس؛ أنه قال: من جحد ما أنزل الله؛ فقد كفر، ومن أقرّبه؛ ولم يحكمم به؛ فهو ظالم فاسق."**

امام ابن الجوزی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیر "زاد المسیر" میں فرماتے ہیں کہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ: "جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق انکار کرتے ہوئے فیصلہ نہیں کرتا اور وہ یہ جانتا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے جیسا کہ یہود نے کیا تھا تو ایسا شخص کافر ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ اپنی خواہش نفس کے میلان کے باعث نہیں کرتا مگر وہ اس کا انکاری نہیں تو وہ ظالم وفاسق ہے۔ چناچہ علی بن ابی طلحہ عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے سے جحود (انکار) کرتا ہے وہ کافر ہے، اور جو اس کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کے مطابق حکم نہیں کرتا تو ایسا شخص ظالم ہے، فاسق ہے"۔"

[٩]- الإمام ابن العربي المالكي (المتوفى سنة: ٥٤٣هـ)

➤ قال رحمه الله في "أحكام القرآن" (٦٢٤/٢): **"وهذا يختلف: إن حكم بما عنده على أنه من عند الله، فهو تبديل له يوجب الكفر، وإن حكم به هوى ومعصية فهو ذنب تدركه المغفرة على أصل أهل السنة في الغفران للمذنبين."**

امام ابن العربی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) "أحکام القرآن" میں فرماتے ہیں: "اس کی مختلف حالتیں ہیں: اگر وہ اپنے پاس سے حکم کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تو یہ (اللہ کے احکام کو) تبدیل کرنا ہے جو کفر کو مستلزم ہے، اور اگر وہ غیر شرعی حکم ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے بطور معصیت کرتا ہے تو یہ ایک گناہ شمار ہوگا جو اہل سنت کے معروف اصول (گنہگاروں کے لئے مغفرت ہے) کے تحت قابل معافی ہے۔"

[١٠]- الإمام القرطبي (المتوفى سنة: ٦٧١ھ)

➤ وقال في "المفهم" (١١٧/٥): "وقوله ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ يحتج بظاهره من يكفر بالذنوب، وهم الخوارج!، ولا حجة لهم فيه؛ لأن هذه الآيات نزلت في اليهود المحرفين كلام الله تعالى، كما جاء في الحديث، وهم كفار، فيشاركهم في حكمها من يشاركهم في سبب النزول.

وبيان هذا: أن المسلم إذا علم حكم الله تعالى في قضية قطعاً ثم لم يحكم به، فإن كان عن جحد كان كافراً، لا يختلف في هذا، وإن كان لا عن جحد كان عاصياً مرتكب كبيرة، لأنه مصدق بأصل ذلك الحكم، وعالم بوجوب تنفيذه عليه، لكنه عصى بترك العمل به، وهذا في كل ما يُعلم من ضرورة الشرع حكمه؛ كالصلاة وغيرها من القواعد المعلومة، وهذا مذهب أهل السنة."

امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) "المفہم" میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالی کے فرمان ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کے ظاہر سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو بسبب گناہ لوگوں کی تکفیر کے قائل ہیں یعنی خوارج، جبکہ اس میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ آیات تو ان یہودیوں سے متعلق نازل ہوئیں جو کلام اللہ میں تحریف کے مرتکب ہوئے تھے جیساکہ حدیث میں یہ بیان ہوا اس لئے وہ کافر ٹھہرے۔ چناچہ وہ شخص بھی کافر ہونے کے حکم میں ان کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا جو اس سبب نزول میں ان کی موافقت کریگا۔
اس کی تفصیل کچھ اسطرح ہے: اگر وہ کسی معاملہ میں قطعی طور پر حکم الہی کا علم رکھتا ہے اس کے باوجود وہ اس کے مطابق حکم نہیں کرتا اب (دیکھا جائے گا کہ وہ) اگر اس کا انکار کرتے ہوئے حکم نہیں کررہا تو اس صورت میں وہ بلااختلاف کافر ہے، لیکن اگر وہ ایسا انکار کرتے ہوئے نہیں کررہا تو اس صورت میں وہ گنہگار ہے جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، کیونکہ وہ اس حکم کی اصل کا اقراری ہے اور اپنے آپ پر اس کے نافذ ہونے کا بھی علم رکھتا ہے، لیکن وہ اس پر عمل نہ کرکے معصیت کا مرتکب ہوا ہے، اور یہ ہر معلوم بالضرورۃ (بدیہی) شرعی حکم کے بارے میں ہے مثلاً نماز وغیرہ جیسے معلوم قواعد، اور یہ ہی اہل سنت کا مذہب ہے۔"

[١١]- شيخ الإسلام ابن تيمية (المتوفى سنة: ٧٢٨هـ)

➤ قال في "مجموع الفتاوى" (٢٦٧/٣): "والإنسان متى حلّل الحرام المجمع عليه أو حرم الحرام المجمع عليه أو بدل الشرع المجمع عليه كان كافراً مرتداً باتفاق الفقهاء، وفي مثل هذا نزل قوله على أحد القولين: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدة: ٤٤)؛ أي: المستحل للحكم بغير ما أنزل الله."

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے "مجموع الفتاوی" میں فرماتے ہیں: "انسان جب اس چیز کو حلال ٹھہراتا ہے جس کی حرمت پر اجماع ہے یا اس شریعت کو تبدیل کرتا ہے جس پر اجماع ہے تو فقہا کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا شخص کافر اور مرتد ہے، اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق آیت ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ اسی مناسبت سے نازل ہوئی یعنی جو اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے سوا حکم کو حلال جانے۔"

➤ وقال في منهاج السنة (١٣٠/٥): "قال تعالى: ﴿ **فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً** ﴾ (النساء: ٦٥)؛ فمن لم يلتزم تحكيم الله ورسوله فيما شجر بينهم؛ فقد أقسم الله بنفسه أنه لا يؤمن، وأما من كان ملتزماً لحكم الله ورسولة باطناً وظاهراً، لكن عصى واتبع هواه؛ فهذا بمنزلة أمثاله من العصاة. وهذه الآية مما يحتج بها الخوارج على تكفير ولاة الأمر الذين لا يحكمون بما أنزل الله، ثم يزعمون أن اعتقادهم هو حكم الله. وقد تكلم الناس بما يطول ذكره هنا، وما ذكرته يدل عليه سياق الآية."

اسی طرح آپ (رحمۃ اللہ علیہ) "منہاج السنۃ" میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالی کا فرمان ہے (تیرے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ اپنے تمام تنازعات میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم نہ بنالیں، پھر جو فیصلہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں فرما دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں)، پس جو اپنے تنازعات میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کا

التزام نہیں کرتا اللہ تعالی نے ایسے شخص کے بارے میں اپنی ذات کی قسم اٹھا کر کہا کہ وہ مومن نہیں، البتہ جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کا ظاہراً وباطناً التزام کرتا ہے، لیکن اپنے نفس کی پیروی کرتے ہوئے گناہ کر بیٹھتا ہے، تو اس کا حکم وہی ہے جو اس جیسے دیگر گنہگاروں کا ہے۔ اور یہ وہ آیت ہے جس سے خوارج ان حکام کی تکفیر پر استدلال کرتے ہیں جو اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنے اس اعتقاد کو اللہ کا حکم گمان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی لوگ بہت سی باتیں کرتے ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا سبب ہوگا، تاہم جتنا کچھ میں بیان کر چکا ہوں سیاق آیت اسی پر دلالت کرتا ہے۔"

➤ وقال في "مجموع الفتاوى" (٣١٢/٧): "وإذا كان من قول السلف: (إن الإنسان يكون فيه إيمان ونفاق)، فكذلك في قولهم: (إنه يكون فيه إيمان وكفر) ليس هو الكفر الذي ينقل عن الملّة، كما قال ابن عباس وأصحابه في قوله تعالى: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ قالوا: كفروا كفراً لا ينقل عن الملة، وقد اتّبعهم على ذلك أحمد بن حنبل وغيره من أئمة السنة."

"مجموع الفتاوی" کے ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "جب سلف کا یہ قول کہ (ایک انسان کے اندر ایمان ونفاق یکجا ہوسکتا ہے) ثابت ہے اسی طرح یہ بھی انہی کا قول ہے کہ (ایک انسان میں ایمان وکفر بھی یکجا ہوسکتا ہے) یعنی وہ کفر جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا، جیسا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) اور ان کے اصحاب نے اللہ تعالی کے اس قول ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کے بارے میں فرمایا۔ فرمایا کہ وہ ایسے کفر کے مرتکب ہوئے جس نے انہیں ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کیا، اور اس قول میں امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر آئمہ سلف نے ان کی متابعت کی ہے۔"

[١٢]- الإمام ابن قيم الجوزية (المتوفى سنة: ٧٥١ﻫ)

➤ قال في "مدارج السالكين" (٣٣٦/١): "والصحيح: أن الحكم بغير ما أنزل الله يتناول الكفرين: الأصغر والأكبر بحسب حال الحاكم، فإنه إن اعتقد وجوب الحكم بما أنزل الله في هذه الواقعة، وعدل عنه عصياناً، مع اعترافه بأنه مستحق للعقوبة؛ فهذا كفر أصغر. وإن اعتقد أنه غير واجب،

وأنه مُخيّر فيه، مع تيقُنه أنه حكم الله، فهذا كفر أكبر. إن جهله وأخطأه، فهذا مخطئ، له حكم المخطئين."

امام ابن قیم الجوزیہ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں فرماتے ہیں: "صحیح بات یہی ہے کہ حکم بغیرماانزل اللہ حاکم کے حالات کے پیش نظر دونوں قسم کے کفر پر محتمل ہے یعنی کفراکبریاکفر اصغر، اگر وہ اس واقعہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم کو واجب مانتا ہے لیکن گناہ کی صورت میں اس سے روگردانی کرتا ہے، اور ساتھ ہی وہ اس بات کا بھی معترف ہے کہ وہ سزا کا مستحق ہے تو یہ کفر اصغر ہوگا۔ اوراگر وہ اس بات کا یقین ہونے کے باوجودکہ یہ اللہ تعالی کا حکم ہے اس کے وجوب کا اعتقاد ہی نہیں رکھتا، اور یہ کہ اسے مکمل آزادی حاصل ہے (جس طرح چاہے حکم کرے) تو یہ کفر اکبر ہوگا۔ اور اگر اس (حکم الہی) سے ہی جاہل ہے یا خطا کرجاتا ہے تو وہ خطاکار ہے جس کا حکم دیگر خطاکاروں کا سا ہے۔"

➤ وقال في "الصلاة وحكم تاركها" (ص ۷۲): **"وههنا أصل آخر، وهو الكفر نوعان: كفر عمل. وكفر جحود وعناد. فكفر الجحود: أن يكفر بما علم أن الرسول جاء به من عند الله جحوداً وعناداً؛ من أسماء الرب، وصفاته، وأفعاله، وأحكامه. وهذا الكفر يضاد الإيمان من كل وجه. وأما كفر العمل: فينقسم إلى ما يضاد الإيمان، وإلى ما لا يضاده: فالسجود للصنم، والاستهانة بالمصحف، وقتل النبيِّ، وسبه؛ يضاد الإيمان. وأما الحكم بغير ما أنزل الله، وترك الصلاة؛ فهو من الكفر العملي قطعاً."**

ایک دوسرے موقع پرآپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب "الصلاۃ وحکم تارکھا" میں فرماتے ہیں: "یہاں سے ایک اور اصل (اصول) کا معلوم چلتا ہے۔ اوروہ یہ ہے کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے: عملی کفر اور جحود (انکار) وعناد کا کفر۔ کفر جحود یہ ہے کہ انکار وعناد کی بنا پر اس چیز کا کفر کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالی کی طرف سے لے کرآئے جیسے رب تعالی کے اسماء حسنی اور صفات عالیہ، اس کے افعال واحکام۔ یہ کفرایمان کے ہراعتبار سے متضاد ہے۔ جبکہ کفر عملی مزید دواقسام میں تقسیم ہوتا ہے جن میں ایک تو وہ ہے

جو ایمان کے متضاد ہے اور دوسرا اس کے متضاد نہیں، چناچہ بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کی بے حرمتی کرنا، کسی نبی کو قتل کرنا یا گالی دینا (اصل) ایمان کے منافی ہیں۔ جبکہ اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے خلاف حکم کرنا، نماز ترک کرنا قطعی طور پر کفر عملی ہے۔"

[۱۳]- الحافظ ابن كثير (المتوفى سنة: ٧٧٤هـ)

➤قال رحمه الله في "تفسير القرآن العظيم" (٦١/٢): "﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ لأنهم جحدوا حكم الله قصداً منهم وعناداً وعمداً، وقال ههنا: ﴿ **فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ لأنهم لم ينصفوا المظلوم من الظالم في الأمر الذي أمر الله بالعدل والتسوية بين الجميع فيه، فخالفوا وظلموا وتعدوا."

امام ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کیونکہ انہوں نے قصداً، عمداً اور عناداً اللہ تعالی کے حکم کا انکار کیا تھا، اور کہیں فرمایا: ﴿ **فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ کیونکہ انہوں نے مظلوم کو اس معاملے میں ظالم کے مقابلے میں انصاف نہیں دلایا جس میں اللہ تعالی نے انہیں تمام لوگوں کے درمیان عدل اور برابری کا حکم دیا تھا، پس انہوں نے خلاف ورزی کی، ظلم کیا اور حد سے تجاوز کر گئے۔"

[۱۴]- الإمام الشاطبي (المتوفى سنة: ٧٩٠هـ)

➤قال في "الموافقات" (٣٩/٤): "هذه الآية والآيتان بعدها نزلت في الكفار، ومن غيّر حكم الله من اليهود، وليس في أهل الإسلام منها شيء؛ لأن المسلم – وإن ارتكب كبيرة – لا يقال له: كافر."

امام شاطبی (رحمۃ اللہ علیہ) "الموافقات" میں فرماتے ہیں: "یہ آیت اور اس کے بعد والی دو آیتیں کفار اور ان یہود سے متعلق نازل ہوئی تھیں جنہوں نے اللہ تعالی کے حکم کو تبدیل کیا، اور اہل اسلام ان (آیات) سے مراد نہیں اس لئے کہ ایک مسلمان اگرچہ کبیرہ گناہ کا ہی مرتکب کیوں نہ ہو، اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔"

[۱۵]- الإمام ابن أبي العز الحنفي (المتوفی سنة: ۷۹۱ھ)

➤ قال في "شرح الطحاوية" (ص ۳۲۳): **"وهنا أمر يجب أن يتفطن له، وهو: أن الحكم بغير ما أنزل الله قد يكون كفراً ينقل عن الملة، وقد يكون معصية: كبيرة أو صغيرة، ويكون كفراً: إما مجازاً؛ وإما كفراً أصغر، على القولين المذكورين. وذلك بحسب حال الحاكم: فإنه إن اعتقد أن الحكم بما أنزل الله غير واجب، وأنه مخير فيه، أو استهان به مع تيقنه أنه حكم الله؛ فهذا أكبر. وإن اعتقد وجوب الحكم بما أنزل الله، وعلمه في هذه الواقعه، وعدل عنه مع اعترافه بأنه مستحق للعقوبة؛ فهذا عاص، ويسمى كافراً كفراً مجازيا، أو كفراً أصغر. وإن جهل حكم الله فيها مع بذل جهده واستفراغ وسعه في معرفة الحكم وأخطأه؛ فهذا مخطئ، له أجر على اجتهاده، وخطؤه مغفور."**

امام ابن ابی العز حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) "شرح عقیدہ طحاویہ" میں فرماتے ہیں: "یہاں ایک قاعدہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنا (کی تین حالات ہیں)

۱- کبھی یہ اس شخص کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے۔

۲- کبھی وہ صرف معصیت کا مرتکب ہوتا ہے، خواہ معصیت کبیرہ ہو یا صغیرہ۔

۳- کبھی اس کا کفر کفرِ مجازی یا کفر اصغر کہلائے گا ان دو (تین) قواعد کے مطابق جو بیان کئے گئے۔ اور اس کا فیصلہ حاکم کے حال کو دیکھ کر ہی کیا جاسکتا ہے چنانچہ:

۱- اگر ایک شخص اس اعتقاد کے ساتھ کے اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب نہیں اور اسے پورا اختیار حاصل ہے (جس طرح چاہے فیصلے کرے)، اور یہ یقین ہونے کے باوجود کے (جس کی میں مخالفت کررہا ہوں وہی) اللہ تعالی کا حکم ہے لیکن پھر بھی بطور استخفاف وحقارت اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ تو یہ کفر کفرِ اکبر ہوگا۔

۲- اور اگر اعتقاد تو یہ ہے کہ اللہ کے نازل کئے ہوئے کہ مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے اور اس مخصوص واقعے (جس میں وہ خلاف شرع فیصلہ کرتا ہے) میں بھی اسے اللہ کا حکم معلوم ہے، پھر بھی وہ اس اعتراف کے ساتھ کہ مخالفت

کی صورت میں وہ سزا کا مستحق ہوگا اس شرعی حکم سے اعراض کرتا ہے تو اس صورت میں وہ گنہگار کہلائے گا اور اسے کافر بلحاظ کفر مجازی یا کفر اصغر کہا جائے گا۔

۳۔ اور اگر اپنی مقدور بھر کوشش کے باوجود اس کی نظروں سے کوئی شرعی حکم مخفی رہا اور اس سے (صحیح حکم الہی معلوم نہ ہونے کی وجہ سے) خطا ہوگئی تو ایسا انسان خطاکار ہے اور اسے اپنی کوشش واجتہاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا جبکہ اس کی غلطی معاف ہوگی۔"

[۱۶]- الحافظ ابن حجر العسقلاني (المتوفى سنة: ۸۵۲ھ)

➤ قال في "فتح الباري" (۱۲۰/۱۳): **"إن الآيات، وإن كان سببها أهل الكتاب، لكن عمومها يتناول غيرهم، لكن لما تقرر من قواعد الشريعة: أن مرتكب المعصية لا يسمى: كافراً، ولا يسمى – أيضاً– ظالماً؛ لأن الظلم قد فُسر بالشرك، بقيت الصفة الثالثة؛ يعني الفسق."**

حافظ ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) "فتح الباری" میں فرماتے ہیں: "ان آیات کا اگرچہ سبب نزول اہل کتاب تھے لیکن اس کے عموم میں ان کے علاوہ بھی سب شامل ہیں۔ مگر ان قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کہ شریعت میں مقرر ہیں کہ معصیت کے مرتکب کو کافر نہیں کہا جائے گا اور ظالم بھی نہیں کہا جائے گا کیونکہ ظلم کی تفسیر بھی کبھی شرک سے کی جاتی ہے، لہذا صرف تیسری صفت ہی باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے فسق۔"

[۱۷]- العلامة عبد اللطيف بن عبد الرحمن آل الشيخ (المتوفى سنة: ۱۲۹۳ھ)

(شیخ الاسلام محمد بن عبدالوھاب کے پڑپوتے ہیں اور اپنے دور کے امام تھے)

➤ قال في "منهاج التأسيس" (ص ۷۱): **"وإنما يحرُم إذا كان المستند إلى الشريعة باطلة تخالف الكتاب والسنة، كأحكام اليونان والإفرنج والتتر، وقوانينهم التي مصدرها آراؤهم وأهوائهم، وكذلك البادية وعادتهم الجارية ... فمن استحل الحكم بهذا في الدماء أو غيرها؛ فهو كافر، قال تعالى: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُولَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ ... وهذه الآية ذكر فيها بعض المفسرين: أن الكفر المراد هنا: كفر دون الكفر الأكبر؛ لأنهم فهموا أنها تتناول من حكم بغير ما**

أنزل الله، وهو غير مستحل لذلك، لكنهم لا ينازعون في عمومها للمستحل، وأن كفره مخرج عن الملة."

علامہ عبداللطیف بن عبدالرحمن آل الشیخ (رحمۃ اللہ علیہ) "منهاج التأسيس" میں فرماتے ہیں: "یہ (فیصلے) حرام ہیں اگر ان کا مرجع قرآن وسنت کے مخالف شریعت باطلہ ہو جیسا کہ یونانی، فرنگی (برٹش لاء) یا تاتاری قوانین ہیں۔ (اور یہ بات معلوم ہے کہ) ان کے قوانین کا مصدر ان کی آراء واہواء ہوتی ہیں، اسی طرح دیہات میں جاری عادات (کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں)۔ جو کوئی بھی ان کے مطابق خون بہا وغیرہ میں فیصلے کرنے کو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ ... اس آیت سے متعلق بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں جو کفر مراد ہے وہ کفر اکبر سے کم تر کفر ہے، کیونکہ انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ حکم بغیر ما انزل اللہ کو حلال نہ جانتے ہوئے اس میں مبتلا ہوا۔ لیکن (بہرحال) وہ اس بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں رکھتے کہ اس آیت کے عموم میں حلال جاننے والا شامل ہے، اور یہ کہ اس کا کفر ملت اسلامیہ سے خارج کردینے والا کفر ہے۔"

[۱۸]- العلامة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي (المتوفى سنة: ۱۳۰۷ھ)

(مشہور زمانہ تفسیر "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان" کے مصنف اور مشہور علماء جیسے شیخ ابن عثیمین کے مشائخ میں سے ہیں)

➤ قال في "تيسير الكريم الرحمن" (۲/۲۹٦-۲۹۷): "**فالحكم بغير ما أنزل الله من أعمال أهل الكفر، وقد يكون كفراً ينقل عن الملة، وذلك إذا اعتقد حله وجوازه، وقد يكون كبيرة من كبائر الذنوب، ومن أعمال الكفر قد استحق من فعله العذاب الشديد ... ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ قال ابن عباس: كفر دون كفر، وظلم دون ظلم، وفسق دون فسق، فهو ظلم أكبر عند استحلاله، وعظيمة كبيرة عند فعله غير مستحل له.**"

علامہ شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیر "تیسیر الکریم الرحمن" میں فرماتے ہیں: "اللہ کی شریعت کے سوا حکم کرنا کافروں کے اعمال میں سے ہے، لیکن کبھی تو یہ کفر ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اور ایسا تب ہوتا جب وہ اس کے حلت و جواز کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اور کبھی یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہوتا ہے اور کفریہ اعمال میں سے ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا مرتکب کبھی عذابِ شدید تک کا مستحق ہوتا ہے۔"

[۱۹]- العلامة صديق حسن خان القنوجي (المتوفى سنة: ۱۳۵۷ھ)

(عربی، اردو اور فارسی میں کتب کثیرہ کے مصنف، نواب ریاست بھوپال اور اپنے وقت کے مشہور اہل حدیث امام)

➤ قال في "الدين الخالص" (۲۰۸/۳) (طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت): **"الآية الكريمة الشريفة تنادي عليهم بالكفر، وتتناول كل من لم يحكم بما أنزل الله، أللهم إلا أن يكون الإكراه لهم عذراً في ذلك، أو يعتبر الاستخفاف أو الاستحلال؛ لأن هذه القيود إذا لم تعتبر فيهم، لا يكون أحد منهم ناجياً من الكفر والنار أبداً."**

علامہ صدیق حسن خان قنوجی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب "الدین الخالص" میں فرماتے ہیں: "یہ آیت کریمہ وشریفہ ان (حکام وقضاۃ) کو کافر کہہ کر پکارتی ہے، اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کے نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، الا یہ کہ اکراہ کی حالت میں ایسا ہو تو وہ ان کے لئے عذر ہے، یا پھر اسے استخفاف واستحلال سمجھا جائے، کیوں کہ اگر ان کے بارے میں ان قیود کا لحاظ نہ رکھا گیا تو ان میں سے کوئی بھی کبھی کفر یا آگ سے نجات نہیں پاسکتا۔"

[۲۰]- سماحة الشيخ العلامة محمد بن إبراهيم آل الشيخ (المتوفى سنة: ۱۳۸۹ھ)

(شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں اور مذکورہ بالا شیخ عبداللطیف کے پوتے ہیں، اور اپنے دور کے فقیہ مفتی مملکت تھے)

➤ قال في "مجموع الفتاوی" (٨٠/١) له: **"وكذلك تحقيق معنى محمد رسول الله: من تحكيم شريعته، والتقيد بها، ونبذ ما خالفها من القوانين والأوضاع وسائر الأشياء التي ما أنزل الله بها من سلطان، والتي من حكم بها [يعني القوانين الوضعية] أو حاكم إليها؛ معتقداً صحة ذلك وجوازه؛ فهو كافر الكفر الناقل عن الملة، فإن فعل ذلك بدون اعتقاد ذلك وجوازه؛ فهو كافر الكفر العملي الذي لا ينقل عن الملّة."**

سماحۃ الشیخ علامہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے "**مجموع الفتاوی**" میں فرماتے ہیں: "اسی طرح "محمد رسول اللہ" کے معنی کو یہ بات بھی مستلزم ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت کے مطابق حکم کیا جائے، اسی کا پابند رہا جائے اور اس کے خلاف جو بھی وضعی قوانین و معاملات ہیں اور وہ تمام چیزیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے کوئی دلیل نازل نہیں کی انہیں دھتکار دیا جائے، ان (وضعی قوانین) کے ساتھ جو حکم کرے یا اپنے فیصلہ اس کے پاس لے جائے اس کی صحت وجواز کا عقیدہ رکھتے ہوئے تو ایسا شخص کافر ہے اس کا کفر اسے ملت اسلامیہ سے خارج کردے گا، لیکن اگر کسی نے اس کی صحت یا جواز کا عقیدہ نہ رکھتے ہوئے ایسا کیا تو وہ کفر عملی کا مرتکب ہوگا جو اسے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا[٦٧]۔"

[٢١]- العلامة الشيخ محمد الأمين الشنقيطي (المتوفى سنة: ١٣٩٣هـ)
(مشہور تفسیر "أضواء البيان في إيضاح قرآن بالقرآن" کے مصنف بہت سے کبار علماء مملکت کے استاذ)

➤ قال في "أضواء البيان" (١٠٤/٢): **"واعلم: أن تحرير المقال في هذا البحث: أن الكفر والظلم والفسق، كل واحد منها أطلق في الشرع مراداً به المعصية تارة، والكفر المخرج من الملة أخرى: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ﴾ معارضاً للرسل، وإبطالاً لأحكام الله؛ فظلمه وفسقه وكفره**

[٦٧] یہ فتوی مؤرخہ (1385/1/19ھ) کا ہے اور یہ اس بات کی تفصیل کرتا ہےجو آپ کے مشہور رسالے **"تحکیم القوانین"** میں اجمالی طور پر بیان ہوا ہے، جسےتکفیری لوگ بڑی شدومد سے اپنے باطل مؤقف کے لئے دلیل بناتے ہیں۔ جبکہ یہ فتوی رسالہ **"تحکیم القوانین"** کے بھی پانچ سال بعد کا ہے کیونکہ رسالے کی طبعہ اولی ہی سن 1380ھ میں ہوئی ہے۔ جس سے ظاہرہوتا ہے کہ شیخ کا آخری کلام یہی ہے۔

كلها مخرج من الملة. ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ** ﴾ معتقداً أنه مرتكب حراماً، فاعل قبيحاً، فكفره وظلمه وفسقه غير مخرج من الملة."

علامہ شیخ محمد امین شنقیطی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیر "أضواء البيان" میں فرماتے ہیں: "جان لو کہ یہ بحث کچھ تفصیل طلب ہے۔ بلاشبہ کفر، ظلم اور فسق شریعت میں ان تینوں کا اطلاق کبھی معصیت پر ہوتا ہے اور کبھی ملت اسلامیہ سے خارج کردینے والے کفر پر بھی ہوتا ہے۔ ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ** ﴾ اور جو اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مخالف فیصلہ رسولوں سے اعراض کرتے ہوئے اور احکام الہی کا ابطال کرتے ہوئے کرے، تو اس صورت میں اس کا ظلم، فسق اور کفر سب اسے ملت اسلامیہ سے خارج کردیتے ہیں۔ ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ** ﴾ اور جو اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مخالف فیصلہ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کرے کہ وہ ایک حرام کام اور فعل قبیح کا مرتکب ہورہا ہے، تو اس صورت میں اس کا کفر، ظلم اور فسق اسے ملت سے خارج نہیں کرتا۔"

[٢٢]- سماحة الشيخ العلامة عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى سنة: ١٤٢٠هـ)

➤ نشرت جريدة الشرق الأوسط في عددها **(٦١٥٦)** بتاريخ **١٤١٦/٥/١٢هـ** مقالة قال فيها:

"اطلعت على الجواب المفيد القيّم الذي تفضل به صاحب الفضيلة الشيخ محمد ناصر الدين الألباني –وفقه الله– المنشور في جريدة "الشرق الأوسط" وصحيفة "المسلمون" الذي أجاب به فضيلته من سأله عن تكفير من حكم بغير ما أنزل الله – من غير تفصيل – ، فألفيتها كلمة قيمة قد أصاب فيه الحق، وسلك فيها سبيل المؤمنين، وأوضح –وفقه الله– أنه لا يجوز لأحد من الناس أن يكفر من حكم بغير ما أنزل الله – بمجرد الفعل – من دون أن يعلم أنه استحلّ ذلك بقلبه، واحتج بما جاء في ذلك عن ابن عباس –رضي الله عنهما– وغيره من سلف الأمة.

ولا شك أن ما ذكره في جوابه في تفسير قوله تعالى: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾، ﴿ ... الظَّالِمُونَ ﴾، ﴿ ... الْفَاسِقُونَ ﴾، هو الصواب، وقد أوضح –وفقه الله– أن الكفر كفران: أكبر وأصغر، كما أن الظلم ظلمان، وهكذا الفسق فسقان: أكبر وأصغر، فمن استحل الحكم بغير ما أنزل الله أو الزنا أو الربا أو غيرهما من المحرمات المجمع على تحريمها

فقد كفر كفراً أكبر، ومن فعلها بدون استحلال كان كفره كفراً أصغر وظلمه ظلماً أصغر وهكذا فسقه."

[یہ تعلیق سماحۃ الشیخ علامہ **عبدالعزیز بن باز** نے علامہ محمد ناصر الدین البانی (رحمہما اللہ) کی تکفیر سے متعلق اسی تقریر پر فرمائی تھی جس کا اس کتاب میں ترجمہ کیا گیا ہے، شیخین کے کلام کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ جو مجلۃ الدعوۃ العدد (١٥١١) بتاریخ ١٤١٦/٥/١١ھ الموافق ١٩٩٥/١٠/٥م میں شائع ہوا اسی طرح جریدۃ المسلمون، العدد (٥٥٧) بتاریخ ١٤١٦/٥/١٢ھ الموافق ١٩٩٥/١٠/٦م میں بھی شائع ہوا۔]

"میں فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی (وفقہ اللہ) کے اس نہایت مفید جواب پر مطلع ہوا جو فضیلۃ الشیخ نے اس سوال "حکم بغیر ماانزل اللہ کے مرتکب کی بنا کسی تفصیل کے تکفیر" کے جواب میں ارشاد فرمایا جسے "صحیفۃ المسلمون" نے نشر کیا۔

آپ اپنے تالیف کردہ قیمتی کلمات میں حق وصواب موقف پر ہیں اور سبیل المومنین کے مسلک کو اپنایا ہے اور آپ (وفقہ اللہ) نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ حکم بغیر ماانزل اللہ کرنے والے کی محض اس کے اس فعل کی بنیاد پر تکفیر کرے بنا یہ جانے ہوئے کہ وہ اسے دلی طور پر حلال جانتا ہے یا نہیں۔ اور آپ نے اس سلسلے میں عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اور دیگر سلف امت سے مروی اثر سے حجت پکڑی ہے۔

بلاشبہ آپ نے جو اللہ تعالی کے فرمان ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ اور ﴿ ... **الظَّالِمُونَ** ﴾ اور ﴿ ... **الْفَاسِقُونَ** ﴾ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے وہی حق وصواب ہے۔ اور آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے: اکبر اور اصغر جسطرح ظلم کی دو اقسام ہوتی ہیں اور فسق کی بھی دو اقسام ہوتی ہیں یعنی اکبر اور اصغر۔

جو حکم بغیر ماانزل اللہ یا زنا یا سود وغیرہ جیسے محرمات کہ جن کی حرمت پر امت کا اجماع ہے کو حلال جانتا ہے تو اس کا کفر کفرِ اکبر ہے اور ظلم ظلمِ اکبر ہے اور فسق فسقِ اکبر ہے۔

اور جو بنا انہیں حلال جانے ہوئے ان کا مرتکب ہو تو اس کا کفر کفر اصغر ہے اور ظلم ظلم اصغر ہے اسی طرح فسق بھی۔"

[٢٣]- محدث العصر العلامة محمد بن ناصر الدين الألباني (المتوفى سنة: ١٤٢٠ھ)

➤ قال في "التحذير من فتنة التكفير" (ص ٥٦): " ... ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾؛ فما المراد بالكفر فيها؟ هل هو الخروج عن الملة؟ أو أنه غير ذلك؟، فأقول: لا بد من الدقة في فهم الآية؛ فإنها قد تعني الكفر العملي؛ وهو الخروج بالأعمال عن بعض أحكام الإسلام. ويساعدنا في هذا الفهم حبر الأمة، وترجمان القرآن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما، الذي أجمع المسلمون جميعاً – إلا من كان من الفرق الضالة – على أنه إمام فريد في التفسير.

فكأنه طرق سمعه – يومئذ – ما نسمعه اليوم تماماً من أن هناك أناساً يفهمون هذه الأية فهماً سطحياً، من غير تفصيل، فقال رضي الله عنه: "ليس الكفر الذي تذهبون إليه"، و: "أنه ليس كفراً ينقل عن الملة"، و: "هو كفر دون كفر"، ولعله يعني: بذلك الخوارج الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه، ثم كان من عواقب ذلك أنهم سفكوا دماء المؤمنين، وفعلوا فيهم ما لم يفعلوا بالمشركين، فقال: ليس الأمر كما قالوا! أو كما ظنوا! إنما هو: كفر دون كفر ... "

محدث العصر علامہ **ناصر الدین البانی** (رحمۃ اللہ علیہ) "التحذیر من فتنۃ التکفیر" میں فرماتے ہیں: "﴿ **فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ سے کبھی مراد ملت اسلامیہ سے خروج ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد عملاً ملت اسلامیہ کے بعض احکام سے خروج ہوتا ہے۔ اس کی صحیح تفسیر میں جو چیز ہماری معاونت کرے گی وہ صحابئ رسول ترجمان القرآن جناب عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) ہیں کیونکہ تمام مسلمان ماسوا کچھ گمراہ فرقوں کے اس بات کے معترف ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہما) تفسیر کے معاملہ میں ایک مسلّم امام تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تفسیر کے امام اور جلیل القدر صحابی نے اس دور میں بھی کچھ بالکل ایسی ہی باتیں سنی ہوں گی جو ہم آجکل سنتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو اس آیت کے ظاہری و سطحی معنی

ہی کو لیتے تھے اور (اس بارے میں معروف) تفصیل نہیں مانتے تھے۔ اسی لئے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا **"ليس الكفر الذي تذهبون إليه"** (یہ وہ کفر (اکبر) نہیں جیسے یہ (خوارج) سمجھتے ہیں)، اور: **"أنه ليس كفراً ينقل عن الملة"**، (یہ وہ کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے انسان کو خارج کردیتا ہے) اور: **"هو كفر دون كفر"** (یہ اس کفر (اکبر) سے کم تر کفر ہے)۔

شاید کہ ان لوگوں سے آپ (رضی اللہ عنہما) کی مراد وہ خوارج تھے جنہوں نے امیر المؤمنین علی (رضی اللہ عنہ) پر خروج کیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کا ناحق خون بہایا تھا اور ان کے ساتھ وہ کچھ کیا کہ جو مشرکین کے ساتھ بھی نہ کیا ہوگا۔ تو اس کے بارے میں ہی ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: " معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا انہوں نے کہا ہے یا گمان کیا ہے بلکہ اس سے مراد کفر دون کفر ہے"۔"

[٢٣]- فقيه الزمان العلامة محمد بن صالح العثيمين (المتوفى سنة: ١٤٢١هـ)

➤ سُئل في شريط "التحرير في مسألة التكفير" بتاريخ (**١٤٢٠/٤/٢٢**) سؤالاً مفاده:

إذا ألزم الحاكم الناس بشريعة مخالفة للكتاب والسنة مع اعترافه بأن الحق ما في الكتاب والسنة لكنه يرى إلزام الناس بهذا الشريعة شهوة أو لاعتبارات أخرى، هل يكون بفعله هذا كافراً أم لابد أن يُنظر في اعتقاده في هذه المسألة؟

فأجاب: " ... أما في ما يتعلق بالحكم بغير ما أنزل الله؛ فهو كما في كتابه العزيز، ينقسم إلى ثلاثة أقسام: كفر، وظلم، وفسق، على حسب الأسباب التي بُني عليها هذا الحكم، فإذا كان الرجل يحكم بغير ما أنزل الله تبعاً لهواه مع علمه أن بأن الحق فيما قضى الله به؛ فهذا لا يكفر لكنه بين فاسق وظالم، وأما إذا كان يشرع حكماً عاماً تمشي عليه الأمة يرى أن ذلك من المصلحة وقد لبس عليه فيه فلا يكفر أيضاً، لأن كثيراً من الحكام عندهم جهل بعلم الشريعة ويتصل بمن لا يعرف الحكم الشرعي، وهم يرونه عالماً كبيراً، فيحصل بذلك مخالفة، وإذا كان يعلم الشرع ولكنه حكم بهذا أو شرع هذا وجعله دستوراً يمشي الناس عليه؛ نعتقد أنه ظالم في ذلك وللحق الذي جاء في الكتاب والسنة أننا لا نستطيع أن نكفر هذا، وإنما نكفر من يرى أن الحكم بغير ما

أنزل الله أولى أن يكون الناس عليه، أو مثل حكم الله عز وجل فإن هذا كافر لأنه يكذب بقول الله تعالى: ﴿ **أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ** ﴾ وقوله تعالى: ﴿ **أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ** ﴾."

فقیہ الزماں علامہ **محمد بن صالح العثیمین** (رحمۃ اللہ علیہ) سے کیسٹ "التحریر فی مسألۃ التکفیر" میں سوال کیا گیا:

سوال: اگر کوئی حاکم لوگوں کو قرآن وسنت کے خلاف قوانین کا پابند کرتا ہے جبکہ وہ اس بات کا اقراری بھی ہے حق وہی ہے جو کتاب وسنت میں ہے، لیکن باوجود اس کے وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے یا کسی اور غرض سے خودساختہ شریعت (قوانین) کا انہیں پابند بناتا ہے، تو کیا وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے کافر ہوجائے گا یا (اس حال میں بھی) ضروری ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق اس کے اعتقاد کو دیکھا جائے گا؟

فضیلۃ الشیخ نے جواب میں فرمایا: "... جہاں تک حکم بغیر ما انزل اللہ کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالی کی کتاب عزیز میں تین اقسام میں تقسیم ہوا ہے: کفر، ظلم اور فسق، ان اسباب کے پیش نظر جن کی بنا پر یہ حکم کیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی انسان اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے علاوہ حکم کرتا ہے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے جبکہ اسے اس بات کا علم حاصل ہے کہ حق تو وہی ہے جو اللہ تعالی کا فیصلہ ہے، تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ فاسق اور ظالم کے درمیان ہے، لیکن اگر وہ ایک تشریع عام (عام قوانین ریاست) کے طور پر نافذ کرتا ہے جس پر عوام چلتی ہے اور وہ اپنی دانست میں یہ سمجھتا ہے کہ مصلحت کا یہی تقاضہ ہے اور اس پر امر کو مشتبہ کردیا گیا ہے تو ایسا شخص بھی کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ بہت سے حکام ایسے ہیں جو شرعی علم سے جاہل ہیں اور جن لوگوں سے یہ بہت بڑا عالم سمجھ کر رابطہ رکھتے ہیں انہیں خود بھی حکم شرعی کا علم نہیں ہوتا نتیجتاً شریعت کی مخالفت ہوجاتی ہے۔ اور اگر وہ شرعی حکم جانتا ہے لیکن پھر بھی ان (وضعی قوانین) کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اسے ایسے دستور یا آئین کی حیثیت دیتا ہے جس پر لوگ کاربند ہوں، تو ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس معاملے میں وہ ظالم ہے۔ مگر اس حق کے وجہ سے جو قرآن وسنت کے ذریعے آیا ہم ایسے شخص کی تکفیر نہیں کرسکتے۔ ہم تو اسی کی تکفیر کرسکتے ہیں جو یہ نظریہ رکھتا ہے کہ لوگوں کے لئے زیادہ لائق ہے کہ وہ

اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے علاوہ حکم پر چلیں، یا یہ (خودساختہ قانون) بھی شرعی حکم ہی کی طرح ہے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی کے ان فرامین کو جھٹلانے والا ہے:

(کیا اللہ تعالی تمام حاکموں کا حاکم نہیں ہے) **(التين: ۸)**

(کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے) **(المائدة: ۵۰)**۔"

[۲۵]- اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء في السعودية

➤ الفتوى رقم **(۶۳۱۰)**: س: ما حكم من يتحاكم إلى القوانين الوضعية، وهو يعلم بطلانها، فلا يحاربها، ولا يعمل على إزالتها؟

ج: "الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على رسوله، وآله وصحبه؛ وبعد:

الواجب التحاكم إلى كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم عند الاختلاف، قال تعالى: ﴿ **فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً** ﴾، وقال تعالى: ﴿ **فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً** ﴾. والتحاكم يكون إلى كتاب الله تعالى وإلى سنة الرسول صلى الله عليه وسلم، فإن لم يكن يتحاكم إليها مستحلاً التحاكم إلى غيرهما من القوانين الوضعيه بدافع طمع في مال أو منصب؛ فهو مرتكب معصية، وفاسق فسقاً دون فسق، ولا يخرج من دائرة الإيمان."

سعودی **علماء کمیٹی** برائے **علمی تحقیقات اور فتاوی** کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا:

سوال: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو اپنے فیصلے وضعی قوانین کے مطابق کرواتا ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ باطل ہیں، نہ وہ ان کے خلاف برسرپیکار ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے ازالے کے لئے کوئی کوشش کرتا ہے؟

جواب:

"اختلافات کی صورت میں یہ واجب ہے کہ ہم اپنے فیصلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق کروائیں، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

(اور اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کا شکار ہوجاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ سب سے اچھی بات ہے اور انجام کار کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہے)

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے رب کی قسم! یہ لوگ ہرگز بھی مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ اپنے تمام جھگڑوں میں آپ کو ہی حاکم وفیصل نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر سر تسلیم خم کردیں)

چناچہ یہ ثابت ہوا کہ فیصلے کروانے کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔ اگر وہ ان کے مطابق تحاکم (فیصلے کروانا) نہیں کرتا بلکہ ان کے سوا وضعی قوانین کے مطابق فیصلے کو مال یا منصب کی طمع ولالچ میں (عملی طور پر) استحلال کرتا ہے تو وہ معصیت کا مرتکب ہوتا ہے، اور وہ فسق (اکبر) سے کم تر فسق کا حامل ہے، اور وہ ایمان کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا۔"

[٢٦]- العلامة الشيخ عبد المحسن العباد البدر (حفظه الله)

➤ سُئل في المسجد النبوي في درس شرح سنن أبي داود بتاريخ: ١٤٢٠/١١/١٦:

هل استبدال الشريعة الإسلامية بالقوانين الوضعية كفر في ذاته؟ أم يحتاج إلى الاستحلال القلبي والاعتقاد بجواز ذلك؟ وهل هناك فرق في الحكم مرة بغير ما أنزل الله، وجعل القوانين تشريعاً عاماً مع اعتقاد عدم جواز ذلك؟

فأجاب: "**يبدو أنه لا فرق بين الحكم في مسألة، أو عشرة، أو مئة، أو ألف – أو أقل أو أكثر – لا فرق؛ ما دام الإنسان يعتبر نفسه أنه مخطئ، وأنه فعل أمراً منكراً، وأنه فعل معصية، وانه خائف من الذنب، فهذا كفر دون كفر.**

وأما مع الاستحلال – ولو كان في مسألة واحدة، يستحل فيها الحكم بغير ما أنزل الله، يعتبر نفسه حلالاً – ؛ فإنه يكون كافراً."

علامہ شیخ عبدالمحسن العباد البدر (حفظہ اللہ) سے مسجد نبوی میں درس شرح سنن ابی داؤد کے موقع پر مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

سوال: کیا شریعت اسلامیہ کا وضعی قوانین کے ذریعے استبدال (بدل دینا) فی نفسہ (اپنے آپ میں ہی) ایک کفر ہے؟ یا (اس کے کفر ہونے کے لئے) ضروری ہے کہ استحلال قلبی (دلی طور پر حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا) اور اس کے جواز کا اعتقاد رکھا جائے؟ اور کیا اس بات میں فرق ہے کہ وہ یک بار ہی کبھی حکم بغیر ما انزل اللہ کرے یا اسے بطور تشریع عام ایک قانون ہی بنادے اگرچہ وہ اس کے عدم جواز ہی کا قائل کیوں نہ ہو؟

جواب: "ظاہر بات تو یہی ہے کہ کسی ایک مسئلہ میں حکم بغیر ما انزل اللہ کرنا یا کہ دس یا سو مرتبہ کرنا یا اس سے کم وبیش ان سب میں کوئی فرق نہیں جبتک کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ گنہگار ہے اور اس نے ایک منکر عمل ومعصیت کی ہے، اور وہ اپنے اس گناہ سے ڈر بھی رہا ہے تو یہ کفر دون کفر ہوگا۔

اور اگر وہ استحلال کرتا ہے خواہ کسی ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو جس میں وہ حکم بغیر ما انزل اللہ کو حلال جانتا ہے، اپنے آپ کو حلال کام کرنے والا سمجھتا ہے، تو اس صورت میں وہ کافر ہوگا۔"

[۲۷]- العلامة الشيخ صالح بن فوزان الفوزان (حفظه الله)

علامہ شیخ صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ) اپنی مشہور کتاب "کتاب التوحید" باب (۶) میں فرماتے ہیں کہ "ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (المائدہ: ۴۴)

(اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

اس آیت کریمہ نے صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظام یا قانون کے حکم کو ماننا سراسر کفر ہے۔ لیکن یہ کفر کبھی کفر اکبر ہوتا ہے جس سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج

ہوجاتا ہے اور کبھی کفر اصغر ہوتا ہے جس سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اب اس کا فیصلہ کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے یا کفر اصغر کا، اس کی حالت کو دیکھ کر کیا جائے گا۔

۱۔ اگر اس شخص کا اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم ماننا واجب نہیں اور اس کو اس میں اختیار حاصل ہے کہ جس کا چاہے حکم مانے یا پھر اللہ تعالی کے حکم وشریعت کی توہین کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسری قوانین ونظامہائے زندگی اسلامی شریعت سے بہتر ہیں اور شریعت اسلامی موجودہ دور کے لئے موزوں ولائق نہیں ہے یا پھر کفار ومشرکین کی رضا مندی وخوشنودی کے لئے وضعی قوانین ونظام کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو یہ کفر اکبر ہے۔

۲۔ لیکن اگر اس کا اعتقاد ہو کہ اللہ تعالی کی شریعت کو نافذ کرنا فرض ہے اور اس سلسلہ میں اس کو پورا علم بھی ہے، اس کے باوجود اسے وہ نافذ نہیں کرتا ہے لیکن اس کے پاداش میں اپنے آپ کو مستحق سزا بھی سمجھتا ہے تو ایسا شخص گناہگار اور کافر ہوگا مگر اس کا کفر کفر اصغر ہوگا۔

۳۔ اور اگر ایک شخص شریعت سے ناواقف ہے اور اسے معلوم کرنے کے لئے اپنی امکان بھر محنت وکوشش کرتا ہے پھر وہ غلط فیصلہ دے دیتا ہے تو ایسے شخص کو خاطی یا خطاکار کہا جائے گا۔ اس کی محنت وکوشش اور اجتہاد کا حسن نیت کی وجہ سے ایک اجر ملے گا۔ اور اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے گا۔" [شیخ کا کلام ختم ہوا]

اور اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ہیں، حق کے متلاشی کے لئے جتنا بیان کر دیا ہے ان شاء اللہ کافی ہوگا۔ اور جہاں تک اس آیت کا ظاہر معنی لے کر مسلمان کی حکم بغیر ما انزل اللہ پر مطلقاً تکفیر کرنے کا تعلق ہے تو تفسیر المنار میں ہے۔

"أما ظاهر الآية فلم يقل به أحد من آئمة الفقه المشهورين، بل لم يقل به أحد قط."

(جہاں تک آیت کا ظاہر معنی لینے کا تعلق ہے، مشہور آئمہ فقہ میں سے کسی نے بھی اس کا ظاہر معنی نہیں لیا، بلکہ کسی نے بھی کبھی اس کا ظاہر معنی نہیں لیا[۶۸])۔

---

[۶۸] "تفسير المنار": (406/6).

فکر انگیز واقعہ:

روایت کیا جاتا ہے کہ خوارج میں سے ایک شخص خلیفہ مأمون کے پاس حاضر ہوا:

"مامون نے کہا: کس چیز نے تمہیں ہمارے خلاف (بغاوت پر) ابھارا ہے؟

خارجی: قرآن کریم کی ایک آیت نے۔

مامون: اچھا، وہ کون سی آیت ہے؟

خارجی: اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾

مامون: کیا تجھے علم ہے کہ یہ آیت (اللہ کی طرف سے) نازل ہوئی ہے؟

خارجی: بالکل۔

مامون: کیا دلیل ہے تمہاری؟

خارجی: اجماع امت۔

مامون: بس پھر جسطرح تو اس کے نازل ہونے کے بارے میں ان کے اجماع سے راضی ہے، بالکل اسی طرح اس کی (صحیح) تأویل (تفسیر) کے بارے میں بھی ان کے اجماع سے راضی ہوجا۔

خارجی: (بات کو سمجھ گیا اور کہا) واقعی آپ نے سچ فرمایا۔ السلام علیك یا امیر المؤمنین[٦٩]۔"

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

---

[٦٩] اس خبر کو خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد": (186/10)، اور سیوطی نے "تاریخ الخلفاء": (296-297) اسی طرح ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء": (280/10) میں روایت کیا۔

فتنۂ تکفیر

امام محدث محمد ناصر الدین البانی (رحمۃ اللہ علیہ)

سوال: شیخ صاحب آپ پر یہ بات مخفی نہیں کہ جنگِ افغانستان جس میں باکثرت گمراہ جماعتیں اور فرقے ملوث تھے اور وہ ہمارے ان سلفی نوجوانوں میں جو افغانستان جہاد کی غرض سے گئے تھے اپنے سلفی منہج سے خارج افکار پروان چڑھانے میں کامیاب ہوئے، اور انہیں (غیر سلفی) افکار میں سے تکفیر حکام اوربقول ان کے مردہ سنت کو زندہ کرنا جیسے خودکش حملے وغیرہ بھی ہیں[۷۰]۔ اب جب یہ سلفی نوجوان اپنے اپنے وطن لوٹے ہیں تو ہمارے درمیان ان منحرف افکار اور شبہات کی دسیسہ کاری شروع کردی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کے اور ساتھیوں میں سے کسی بھائی کے درمیان کچھ برس پہلے اس بات پر طویل مناقشہ ہوچکا ہے۔ لیکن ان کیسٹوں کی ریکارڈنگ کچھ غیر واضح ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فضیلۃ الشیخ اس مسئلہ کے بارے میں کچھ وضاحت بیان کیجئے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب:

إن الحمد لله نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله. اما بعد!

[۷۰] خودکش حملوں کی حرمت سے متعلق علماء کرام کا کلام دیکھئے www.AsliAhleSunnet.com .

خوارج

یہ مسئلہ تکفیر[71] صرف حکام ہی کے لئے نہیں بلکہ محکومین (عوام) کے لئے بھی ہے ۔ یہ ایک قدیم فتنہ ہے جسے قدیم اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ نے جنم دیا جوکہ "خوارج" کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے ۔ خوارج کا ذکر فرقوں کے بارے میں لکھی گئی کتابوں میں مذکور ہے، اور انہیں کا ایک فرقہ آج تک موجود ہے لیکن دوسرے نام سے یعنی "اباضیہ" ۔

اور یہ اباضیہ فرقہ ماضی قریب تک معاشرے سے بالکل الگ تھلگ اور بس اپنے آپ تک محدود تھا جو کسی قسم کی دعوتی سرگرمیوں میں مصروف عمل نہیں تھا ۔ لیکن گزشتہ کچھ سالوں سے انہوں نے باقاعدہ سرگرمیوں کا آغاز کردیا ہے اوراس سلسلے میں کچھ رسائل اور ایسے عقائد کی بھی نشرواشاعت کی ہے جوکہ ہوبہو قدیم خوارج کے عقائد تھے ۔ مگر وہ اپنی اس شناخت کو اہل تشیع کی طرح تقیہ سے کام لیتے ہوئے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم خوارج نہیں ہیں، جبکہ آپ سب یہ جانتے ہیں کہ نام بدلنے سے حقائق کو نہیں بدلہ جاسکتا ۔ یہ لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی تکفیر میں بالجملہ خوارج کے ساتھ ہیں ۔

دینی جماعتوں کے انحراف کے دو اہم اسباب

آج کچھ جماعتیں قرآن وسنت کی جانب دعوت دینے میں جماعت حقہ کے ساتھ ہیں لیکن صدافسوس کہ انہوں نے بھی کتاب وسنت سے خروج کی خود قرآن وسنت کے نام پر ایک نئی راہ نکالی ہے ۔

میرے فہم ونقد کے مطابق اس کے دواہم اسباب ہیں:

اول: علم میں عدم گہرائی اور دین میں عدم تفقہ

---

[71] یہاں سے شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام شروع ہوتا ہے جس کی ریکارڈنگ کی تکمیل کیسٹ نمبر (670) بتاریخ 1413/5/12ھ بمطابق1992/11/7ع میں ہوئی، اور یہ ایک کتاب ("فتاوى الشيخ الألباني ومقارنتها بفتاوى العلماء") کے ضمن میں طبع بھی ہوچکا ہے جس کی جمع وترتیب عکاشہ عبدالمنان نے کی دیکھیے ص: (238-253)، اور اسی طرح مجلۃ "السلفیہ" کے عدد اول 1415ھ میں اور میگزین "المسلمون" عدد (556) بتاریخ 1416/5/5ھ بمطابق 1995/9/29ع میں بھی شائع ہوا۔

دوم: جو کہ بہت اہم ہے وہ یہ کہ انہیں شرعی قواعد کا بالکل بھی علم نہیں، جبکہ یہ اساس ہے اس صحیح اسلامی دعوت کی کہ جس سے انحراف کرنے والے کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بہت سی احادیث فرقۂ ناجیہ سے خارج کرتی ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر خود اللہ تعالی نے اس جماعت کے ذکر میں واضح وبیّن دلیل بیان کی کہ جو اس سے الگ ہوگا وہ اللہ ورسول کی مخالفت کرنے والا متصور ہوگا۔ میری اس سے مراد اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

سلفی منہج

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً ﴾ (النساء: ۱۱۵)

(جو شخص باوجود راہ ہدایت واضح ہوجانے کے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے)

اہل علم جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے صرف اس بات پر اکتفاء نہیں کیا کہ جو ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جہاں وہ پھرتا ہے، اس طرح نہیں کہا گیا، بلکہ مخالفت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہی اتباع غیر سبیل المؤمنین (مومنوں کی راہ کی مخالفت) کو بھی ذکر کیا تو اللہ تعالی نے اس طرح ارشاد فرمایا **﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً ﴾**

سبیل المومنین کی اتباع کرنا یا اتباع نہ کرنا اثباتاً ونفیاً ہر دو اعتبار سے ایک نہایت اہم معاملہ ہے۔ جو سبیل المومنین کی پیروی کرے گا وہ رب العالمین کے یہاں ناجی قرار پائے گا اور جو سبیل المومنین کی مخالفت کرے گا تو اسے جہنم ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

یہی وہ اہم نقطہ ہے جس پر اکثر قدیم وجدید جماعتوں نے ٹھوکر کھائی ہے کہ انہوں نے سبیل المومنین کی پیروی نہیں کی اور قرآن وسنت کی تفسیر کے سلسلے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اور اسی غلط فہم کی بنا پر اُنہیں انتہائی خطرناک نتائج سے دوچار ہونا پڑا اور اِنہیں خطرناک نتائج میں سے ایک سلف صالحین کے منہج سے انحراف ہے۔

اس آیت کریمہ کے فقرے ﴿ **وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ** ﴾ کی صریح و واشگاف انداز میں تاکید و تشریح نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی کئی ایک احادیث کریمہ میں بیان فرمائی جن میں سے کچھ میں بیان کروں گا جوکہ خواص تو درکنار عام مسلمانوں تک سے مخفی نہیں۔ ہاں! البتہ جو چیز ان پر مخفی ہے وہ ان احادیث کا قرآن وسنت کی بارے میں سبیل المؤمنین کا پیروی کرنے کے وجوب پر دلالت کناں ہونا اور اس کی تاکید کرنا ہے۔ یہ وہ نقطہ ہے جسے بڑے بڑے خواص بھولے ہوئے ہیں چہ جائیکہ عوام کو موردالزام ٹھہرایا جائے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خود وہ لوگ بھی غافل ہیں جنہیں جماعت تکفیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہ لوگ ممکن ہے کہ اپنے تئیں نیک ہوں، مخلص ہوں، لیکن کسی شخص کو عنداللہ نجات یافتہ اور فلاح یاب ہونے کے لئے محض نیک نیتی اور اخلاص کافی نہیں۔ بلکہ ایک مسلم پر یہ لازم ہے کہ وہ ان دو امور کو یکجا رکھے یعنی اللہ تعالی کے لئے نیت میں اخلاص اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کی بطریق احسن اتباع۔

چنانچہ ثابت یہ ہوا کہ ایک مسلمان چاہے اپنے قرآن وسنت پر عمل اور ان کی طرف دعوت دینے میں کتنا ہی مخلص و سنجیدہ کیوں نہ ہو مگر اس کی اس عمل میں ایک شرط کا اضافہ لازمی امر ہے وہ یہ کہ اس کا منہج بھی سیدھا و سلیم ہو۔

انہیں چند مشہور ومعروف احادیث میں سے جن کی جانب میں نے اشارہ کیا تھا ایک تہتر فرقوں والی حدیث ہے۔ جوکہ آپ میں سے ہر ایک کو معلوم ہے یعنی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

تَفرَّقت اليهودُ على إحْدَى وسبعينَ فرقةً، وتَفرَّقت النَّصارى على اثْنتينِ وسبعينَ فرقةً، وستفترقُ أمتي على ثَلاثٍ وسبعينَ فرقـةً، كلُّها في النارِ إلا واحدة "قالوا: من هي يارسول اللّٰه؟ قال: "هي ما أنا عليه وأصحابي."

(یہودیوں نے تفرقہ کیا حتی کہ وہ اکہتر [۷۱] فرقے بن گئے اور نصاری تفرقے کے سبب بہتر [۷۲] فرقے بن گئے اور میری یہ امت تہتر [۷۳] فرقوں میں بٹ جائے گی، اور وہ تمام کے تمام فرقے آگ میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے، فرمایا کہ: "وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا؟" آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس چیز پر آج میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں")

ہم یہ پاتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرقۂ ناجیہ سے متعلق پوچھنے والوں کو دیا گیا جواب اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿ **وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ** ﴾ سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ سو وہ مومنین جو اس آیت کریمہ میں مقصود ہیں وہ اصحابِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور یہی چیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرقۂ ناجیہ کے اوصاف کے تعلق سے ذکر فرمائی یعنی "**ما أنا عليه وأصحابي**"۔

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ "**ما أنا عليه**" (جس چیز پر میں قائم ہوں) حالانکہ فی الواقع یہ ایک کافی وافی جواب ہوتا ہر اس شخص کے لئے جو کتاب وسنت کا کما حقہ فہم رکھتا ہے، لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گویا اللہ تبارک وتعالی کے اس قول کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کہ جس میں اللہ تعالی نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حق میں فرمایا:

﴿ **بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ** ﴾ (التوبة: ۱۲۸)

(مومنوں کے ساتھ نہایت ہی شفیق ومہربان ہیں)

تو یہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کمال شفقت و مہربانی کا ہی تقاضہ تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) اور پیروکاروں کے لئے فرقۂ ناجیہ کی علامت واضح طور پر بیان کی کہ وہ اس چیز پر قائم ہوں گے جس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ قائم تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ فہمِ کتاب و سنت کے لئے محض ان وسائل پر اقتصار کرے،جو اگرچہ ضروری تو ہیں مثلاً عربی زبان کی معرفت، ناسخ و منسوخ کا علم اور دیگر تمام قواعد، لیکن ان تمام قواعد عامہ کے علاوہ اس منہج کی جانب رجوع بھی لازم ہے جس پر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) گامزن تھے کیونکہ یہ بات سب پر عیاں ہے جیساکہ ان کے آثار و سیرت سے معلوم چلتا ہے کہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) اللہ تعالی کی عبادت میں مخلص ترین تھے اور قرآن و سنت کا بلاشبہ ہم سے زیادہ فہم رکھتے تھے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے خصائلِ حمیدہ ہیں جن کے سانچے میں انہوں نے اپنے آپ کو ڈھالا تھا۔

یہ حدیث مذکورہ آیت کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہوگئی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک مسلمان کے لئے فرقۂ ناجیہ میں شمار ہونے کے لئے اس بات کی طرف اشارہ فرمایاکہ وہ اس منہج پر ہوجس پر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) تھے۔ یہ حدیث حدیثِ خلفائے راشدین کے بالکل مشابہ ہے جسے سنن نے عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے ، فرمایا:

وعظنا رسول اللّٰہ موعظة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون، فقلنا: أوصنا يارسول اللّٰہ. قال: "أوصيكم بالسَّمعِ والطاعة وإنْ وُلِّي عليكم عبدٌ حَبَشي، وإنه منْ يَعشْ منكم فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسُنَّتي وسنة الخلفاء الرَّاشدين ... "

(ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک ایسا وعظ کیا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے کہاکہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : "میں تمہیں سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواں تم پرکوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ حکومت کرے کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تمہیں چاہیے کہ تم میری اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو ... " اور آخر تک جوحدیث ہے)

اس حدیث میں وہی شاہد ہے جو اس سے پہلے والی حدیث میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب ارشاد فرمایا تھا یعنی صحابہ کو اور اپنی امت کو محض اپنی سنت سے تمسک کی نصیحت نہیں کی بلکہ اس پر ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کا بھی اضافہ فرمایا۔

اسی لئے ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے عقیدے، عبادت، اخلاق اور سلوک کے صحیح فہم کے لئے سلف صالحین کے فہم کی طرف رجوع کریں تاکہ ایک مسلمان کا شمار فرقۂ ناجیہ میں ہوسکے۔

یہی وہ اہم نقطۂ امتیاز ہے جس سے غفلت برت کر تمام قدیم وجدید فرقے اور جماعتیں گمراہ ہوئے کیونکہ یہ آیت مبارکہ، حدیثِ فرقۂ ناجیہ اور حدیث خلفائے راشدین جس منہج کی جانب رہنمائی کرتی ہیں انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ جس کا فطری و منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کتاب اللہ، سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور منہج سلف صالحین سے منحرف ہوئے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ منحرف ہوئے تھے۔

آیت تحکیم کی صحیح وسلفی تفسیر

انہیں گمراہ فرقوں میں سے ایک قدیم وجدید خوارج ہیں۔ تکفیر کا اصل محور جس کے گرداگرد اس دور میں تکفیر نے اپنا سر اٹھایا وہ ایک آیت کریمہ ہے جسے یہ لوگ ہمیشہ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان ہے:

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدہ: ۴۴)

(اور جو کوئی بھی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اس آیت کے خاتمے پر تین قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں:

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدہ: ۴۴)

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ (المائدہ: ۴۵)

(... پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں)

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (المائدہ: ۴۷)

(... پس ایسے ہی لوگ فاسق ہیں)

وہ اپنی جہالت کے سبب ان آیات میں سے صرف پہلی آیت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں یعنی ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ انہوں نےکم ازکم ان نصوص میں سے کچھ نصوص کو جمع تک کرنے کی زحمت گوارا نہ کی جن میں لفظ "الکفر" استعمال ہوا ہے ۔ نتیجتاً آیت میں وارد لفظِ کفر کو دین سے خارج ہونا ہی گردانتے ہیں ۔ پس ان کے نزدیک ایک مسلمان جو اس کفر میں مبتلا ہوااور ان مشرکینِ یہود ونصاری اور دیگر غیر مسلموں میں کوئی فرق نہیں !

جبکہ لغتِ قرآن وسنت میں لفظ "الکفر" کا یہ معنی نہیں جو یہ باور کراتے ہیں اور اپنے اس غلط فہم کو بہت سے ایسے مسلمانوں پر مسلط کرتے ہیں جو اس تکفیر سے بری ہوتے ہیں جسے یہ ان پر منطبق کرنا چاہتے ہیں ۔

لفظ تکفیر کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ یہ ہمیشہ صرف ایک ہی معنی یعنی دین سے خروج وارتداد پر ہی دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا باقی ماندہ ان دو لفظوں کا ہے جو آخر والی دو آیتوں میں بیان ہوئے یعنی "الفاسقین" اور "الظالمین" ۔ اب جسطرح سے ہروہ شخص جسے ظالم یا فاسق کی صفت سے موصوف کیاگیا ہو ضروری نہیں کہ وہ دین سے مرتد ہوگیا اسی طرح اگر کسی کے بارے میں وارد ہوکہ اس نے کفر کیا لازم نہیں کہ وہ دین سے مرتد ہوگیا۔

اس ایک لفظ کے معنی میں یہ فرق لغتِ عرب سے ثابت ہے اور ہماری شریعت یعنی قرآن کریم جو کہ عربی زبان میں ہے سے بھی یہی ثابت ہے ۔ اس وجہ سے جس کسی کو بھی حکم الہی کی مخالفت کا سامنا ہے چاہے وہ حکام ہوں یا عوام ان پر یہ واجب ہے کہ وہ کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین کی اساس پر حاصل شدہ علم پر قائم ہوں ۔

قرآن اوراس سے ملحقہ علوم کا فہم عربی زبان کی خصوصی معرفت کے سوا ممکن نہیں، اور ایسا عین ممکن ہے کہ کسی انسان کو عربی لغت پر اتنا قوی اور مکمل عبور حاصل نہ ہو تو ایسا شخص اپنے اس نقص کا جو وہ اپنے اندر محسوس کرتا

ہے ازالہ اس طور پر کرسکتا ہے کہ وہ ان علماء کرام کے کلام کی طرف رجوع کرے جو اس سے پہلے ہوگزرے ہیں خصوصاً جن کا تعلق ان قرون ثلاثہ سے ہو جن کے ہدایت یافتہ اور خیر پر ہونے کی گواہی خود نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دی۔ چناچہ ان کی جانب رجوع کرنا اس خلا کو پُر کرنے میں معاون ثابت ہوگا جو عربی لغت اور اس کے آداب کے تعلق سے وہ اپنے اندر پاتا ہے۔

اب ہم دوبارہ اس آیت کی طرف آتے ہیں ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کیا یہ لازم ہے کہ یہ لفظ ﴿ **فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ کا مطلب صرف ملت اسلامیہ سے خروج ہی ہے یا پھر اس کا معنی کبھی اسلام سے خروج ہوتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ یا اس سے کمتر بھی ہوتا ہے؟

یہاں اس آیت کے فہم میں کچھ دقتِ نظر سے کام لینا پڑے گا کیونکہ اس آیت ﴿ **فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ سے کبھی مراد ملت اسلامیہ سے خروج ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد عملاً ملت اسلامیہ کے بعض احکام سے خروج ہوتا ہے۔ اس کی صحیح تفسیر میں جو چیز ہماری معاونت کرے گی وہ صحابیٔ رسول ترجمان القرآن جناب عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) ہیں کیونکہ تمام مسلمان ماسوا کچھ گمراہ فرقوں کے اس بات کے معترف ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہما) تفسیر کے معاملہ میں امام تھے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں سے بعض سلف نے میرے خیال میں شاید عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے آپ (رضی اللہ عنہما) کو "ترجمان القرآن" کا لقب دیا[۴۷]۔

کفر دون کفر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تفسیر کے امام اور جلیل القدر صحابی نے اس دور میں بھی کچھ بالکل ایسی ہی باتیں سنی ہوں گی جو ہم آجکل سنتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو اس آیت کے ظاہری معنی ہی کو

---

[۴۷] شیخ ابن عثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) سے کتاب العلم صحیح بخاری کی شرح میں عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی مندرجہ بالا فضیلت کے متعلق پوچھا گیا، جب شیخ نے کہا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ان کے تفقہ فی الدین اورتاویل قرآن کے بارے میں دعا کرنا اس بات کا مستلزم نہیں ہے کہ ان کے ہر بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح صحیح ومعصوم عن الخطاء ہو۔ جس پر ایک طالبعلم نے دریافت کیا: "(ان سے غلطی کا صدور ممکن ہے) تو کیا آیت تحکیم ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم ... ﴾ سے متعلق ان کی تفسیر کفر دون کفر صحیح ہے؟" شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: "ہاں، کیوں نہیں بالکل صحیح ہے حکم کرنے والے کے مختلف حالات کے اعتبار سے یہ تفسیر بالکل صحیح وصواب ہے".

لیتے تھے اور جس تفصیل کی جانب میں نے ابھی اشارہ کیا تھا اسے نہیں مانتے تھے۔ یعنی کبھی اس کا ظاہری معنی (کافرین بمعنی دین سے مرتد ہوجانا) مراد نہیں بھی ہوتا کیونکہ کبھی اس سے کم تر کفر بھی مراد ہوتا ہے اسی لئے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا:

"ليس الأمرُ كما يذهبون أو كما يظنون وإنما هو كفرٌ دون كفر."

(معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا انہوں نے سمجھا ہے بلکہ اس سے مراد کفر دون کفر [مرتد کردینے والے کفر سے کم تر کفر] ہے)

شاید کہ ان لوگوں سے آپ (رضی اللہ عنہما) کی مراد وہ خوارج تھے جنہوں نے امیرالمؤمنین علی (رضی اللہ عنہ) پر خروج کیا تھا اور مسلمانوں کا ناحق خون بہایا تھا اور ان کے ساتھ وہ کچھ کیا کہ جو مشرکین کے ساتھ بھی نہ کیا ہوگا۔ تو اس کے بارے میں ہی ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: "معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا انہوں نے سمجھا ہے بلکہ اس سے مراد کفر دون کفر ہے[۷۳]۔"

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں ترجمان قرآن کا یہ مختصر اور واضح جواب ہے اور دیگر نصوص جن میں کفر کا لفظ وارد ہوا ہے انہیں بھی اس فہم کے علاوہ سمجھنا ممکن نہیں جن کی طرف میں نے اپنے کلام کی ابتدا میں اشارہ کیا تھا[۷۴]۔

---

[۷۳] دیکھیے ان آثار کی تخریج "الصحیحہ" جلد 6 ص (109) اور اس کے بعد رقم (2552).

[۷۴] شیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس کلام پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیخ البانی نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی اس اثر سے حجت پکڑی ہے اور ان کے علاوہ بھی علماء دین نے اسے تلقی بالقبول کے شرف سے نوازا ہے اگرچہ اس کی سند کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے لیکن ان تمام علماء نے نصوص کثیرہ میں اس قاعدے کی حقیقت کو جانتے ہوئے اسے تلقی بالقبول دیا ہے، جیسے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر" اس کے باوجود مسلمان سے قتال اسے دین سے خارج نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾ سے لیکر ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾ (الحجرات: 9-10) تک۔ لیکن جیسا کہ تکفیر کے فتنے میں مبتلا لوگوں کی مرضی کےخلاف یہ بات جارہی تھی تو اب یہ کہنے لگے کہ یہ اثر غیر مقبول ہے اور ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے صحیح طور پر ثابت نہیں۔ تو ہم انہیں جواب دیں گے: یہ کیسے صحیح ثابت نہیں جبکہ ان علماء نے جو تم سے بڑے، افضل اور حدیث کا ذیادہ علم رکھنے والے تھے اسے شرف قبولیت دیا ہے، اور تم کہتے ہو کہ ہم قبول نہیں کریں گے!!

ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ چوٹی کے علماء جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم (رحمہما اللہ) وغیرہ نے بھی اسے تلقی بالقبول کے شرف سے نوازا ہے اور اس پر گفتگو بھی کرتے ہیں اور اسے نقل بھی کرتے ہیں، چناچہ ثابت ہوا کہ یہ اثر صحیح ہے۔ بالفرض اگرہم یہ مان بھی لیں کہ یہ اثر ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے صحیح طور پر ثابت نہیں تو ہمارے پاس ایسے اور بہت سے نصوص ہیں جو اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ کفر کا اطلاق کبھی ایسے کفر پر بھی ہوتا ہے جو ملت اسلامیہ سے انسان کو خارج نہیں کرتا۔ جیسا کہ مذکورہ آیت میں بیان ہوا یا پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان "اثنتان في الناس هما بهم كفر: الطعن في النسب والنياحة على الميت" (لوگوں میں دو ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کفر پایا جاتا ہے (اوروہ یہ ہیں) حسب و نسب پر طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا) اور بلاشبہ یہ عمل انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔ مگر جسطرح کہا جاتا ہے کہ علمی بے بضاعتی اور شریعت کے قواعد عامہ کے بارے میں قلت فہم جیسا کہ شیخ البانی (وفقہ اللہ) نے اپنے کلام کے شروع میں ذکر کیا کہ گمراہی کا یہی سبب ہے۔ ←

لفظ کفر بہت سے نصوص میں استعمال ہوا ہے لیکن ان سے کفر اکبر مراد نہیں کیونکہ جو لفظ کفر ان نصوص میں بیان ہوا ہے وہ ملت اسلامیہ سے خروج کے معنی میں استعمال نہیں ہوا[۷۵]۔ انہیں نصوص میں سے مثلاً صحیح بخاری و مسلم کی ایک مشہور و معروف حدیث جو عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"سِبابُ المسلمِ فسوقٌ، وقتاله كُفر."

(مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے)

"قتاله كفر" میرے نزدیک عربی اسلوب میں فنِ تعبیر کے لحاظ سے یہ ایک قسم ہے، کیونکہ اگر کوئی کہنے والا یوں کہتا **"سباب المسلم وقتاله فسوق"** تو یہ بھی ایک صحیح کلام ہوتا کیونکہ فسق کے معنی معصیت کے ہیں یعنی اللہ کی اطاعت سے خروج کرنا۔ لیکن چونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فصاحت وبلاغت کے اعلی درجہ پر فائز تھے فرمایا: **"سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر."**

← پھر ہم اس پر ایک اور چیز کا اضافہ کریں گے اور وہ ہے سوء ارادہ جو سوء فہم کو مستلزم ہے، کیونکہ انسان جب کسی چیز کا ارادہ کرہی لیتا ہے تو اس کا فہم بھی لازماً اس ارادہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ نصوص تک میں تحریف کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ جبکہ علماء کرام کے نزدیک دین کے معروف قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "استدل ثم اعتقد" یعنی دلائل تلاش کرو پھر اس کےمطابق عقیدہ بناؤ یہ نہیں کہ پہلے دل میں ایک عقیدہ بٹھا لو پھر دلائل کوتوڑ مروڑ کر اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو اور نتجتاً گمراہ ہوجاؤ۔ لہذا یہ اسباب تین ہوئے:
1- علمی بے بضاعتی (کلاش پن)
2- شریعت کے قواعد عامہ کے بارے میں قلت فہم
3- سوء فہم جس کی بنیاد سوء ارادہ یا قصد ہے۔"

[۷۵] شیخ ابن عثیمین ایک سائل کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"اسی سوء فہم میں سے یہ قول بھی ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ "إذا أطلق الكفر فإنما يُراد به كفر أكبر" (اگر کفر کا مطلقاً ذکر ہو تواس سے مراد کفر اکبر ہی ہوتا ہے) چناچہ وہ اس قول کی بنا پر اس آیت میں وارد لفظ کفر کو تکفیر کی دلیل بناتے ہیں ﴿ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ باوجودیکہ اس آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو یہ ثابت کرے کہ اس سے مراد "الکفر" ہے۔

ہاں البتہ جو قول آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپ "الکفر" جو (ال) کے ساتھ اسم معرفہ آتا ہے اور جو "کفر" اسم نکرہ کے طور پر آتا ہے ان کے درمیان آپ تفریق کرتے تھے۔

جبکہ وصف کےاعتبار سے ہمارے لئے برابر ہے کہ ہم کہیں "هؤلاء كافرون" یا "هؤلاء الكافرون" (وہ کافر ہیں) ان دونوں سے مراد وہ کفر ہوسکتا ہے جو ملت سے خارج نہ کرے۔ چناچہ اصل تفریق جو آپ نے کی وہ تو فعل کو متصف کرنے یا فاعل کو متصف کرنے کے درمیان ہے۔ اسی بنا پر ہم اس آیت کی وہ تاویل جو ذکر ہوئی بیان کرتے ہیں کہ حکم بغیرما انزل اللہ ایسا کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کردے لیکن یہ کفر عملی ہے کیونکہ اس کے ذریعے حکم کرنے والا صحیح طریق سے خارج ہوچکا ہے۔

اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ان وضعی قوانین کو کسی غیر سے حاصل کرکےاسی کے ذریعے اپنے ملک میں فیصلے کرتا ہے یا وہ خود انہیں ایجاد کرکے ان وضعی (خودساختہ) قوانین کو نافذ کرتا ہے۔ اصل بات جسے ملحوظ رکھنا ہے وہ یہ کہ کیا یہ آسمان سے نازل شدہ قانون کے مخالف ہے یا نہیں؟"

ذرا غور کریں کیا ہمیں یہ لائق ہے کہ ہم حدیث میں وارد لفظ "فسق" کی تفسیر سابقہ آیت کے دوسرے یا تیسرے لفظ "فسق" سے کریں۔ یعنی ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** ﴾ ... صورتحال کچھ اس طرح ہو کہ ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** ﴾ اور "**سباب المسلم فسوق**" کیا یہ دونوں فسق برابر ہیں؟

بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ کبھی لفظ "فسق" اس لفظ "کفر" کے مترادف ہوتا ہے جس کفر کا معنی ملت اسلامیہ سے خروج ہوتا ہے اور کبھی یہ اس لفظ "کفر" کے معنی میں ہوتا ہے جس سے مراد ملت اسلامیہ سے خروج نہیں ہوتا، بلکہ اس سے وہی مراد ہوتا ہے جو کہ ترجمان قرآن نے بیان فرمایا یعنی کفر دون کفر۔

اور یہ حدیث اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ کفر کا کبھی یہ معنی بھی ہوتا ہے، کیوں؟

کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ **وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ** ﴾ (الحجرات: ٩)

(اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر ذیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو ذیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے)

اس مشہور آیت میں ہمارے رب تعالی باغی فرقے کا ذکر فرماتے ہیں جو فرقۂ ناجیہ یعنی برحق و مومن فرقہ سے قتال کرتا ہے اس کے باوجود ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا، جبکہ حدیث کہتی ہے کہ: "مسلمان کا قتل کفر ہے"۔ چنانچہ ثابت یہ ہوا ان کا قتال کفر ہے لیکن دون کفر جیسا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے سابقہ آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

کفر عملی و کفر اعتقادی

مسلمان کا مسلمان سے قتال کرنا بغاوت ہے، زیادتی ہے، فسق وکفر ہے لیکن اس تفصیل کے ساتھ کہ کفر کبھی عملی ہوتا ہے اور کبھی اعتقادی۔ یہ اس تفصیلِ دقیق کا نقطۂ آغاز ہے جس کا عَلَم ترجمان قرآن نے اپنے ان جامع ومختصر کلمات کے ذریعے بلند کیا۔ جس کی شرح وبیان کی نیابت آپ (رضی اللہ عنہا) کے بعد امام برحق شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے ہونہار شاگرد رشید امام ابن قیم الجوزیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کی کیونکہ انہوں نے بھی ترجمان قرآن کی بیان کردہ کفر کی اس تقسیم پر خصوصی توجہ عنایت فرمائی۔ لہٰذا امام ابن تیمیہ اوران کے تلمیذ ابن قیم الجوزیہ (رحمۃ اللہ علیہا) اپنے کلام میں ہمیشہ کفر اعتقادی اور کفر عملی کے درمیان فرق کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا کرتے تھے، کیونکہ اگر اس فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو مسلمان لاشعوری طور پر مسلمانوں کی جماعت سے خروج کے اس فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں جس میں زمانۂ قدیم کے خوارج مبتلا ہوئے تھے یا پھر دور حاضر میں انہیں کے کچھ دُم چھلے مبتلا ہیں۔

تو ثابت یہ ہوا کہ **"قتاله کفر"** کا معنی ملت اسلامیہ سے خروج نہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث انہیں معنوں میں وارد ہوئیں ہیں کہ اگر کوئی انہیں جمع کرنا چاہے تو ایک مفید رسالہ وجود میں آسکتا ہے، جس میں ناقابل تردید حجت ہے ان لوگوں کے لئے جو اس آیت کی تفسیر صرف اور صرف کفر اعتقادی سے کرتے ہیں۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے نصوص کثیر تعداد میں موجود ہیں جن میں لفظ "الکفر" آیا ہے لیکن اس کا وہاں معنی ملت اسلامیہ سے خروج نہیں اور فی الحال تو ہمیں یہ حدیث ہی کافی ہے جو ایک دلیل قاطعہ ہے اس بات پر کے مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے قتال کرنا کفر عملی ہے نا کہ کفر اعتقادی۔

اب اگر ہم جماعۃ التکفیر اور ان کے نظریہ یعنی حکام اور ان کے ماتحت عوام اور خصوصاً جو ان کی حکومت میں کام اور ملازمت کرتے ہیں کی تکفیر کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ ان (ماتحتوں تک) کی تکفیر اس زاویہ سے کی جاتی ہے کہ وہ اس (حکم کے تحت راضی رہنے کی) معاصی کے مرتکب ہوکر کافر ہوچکے ہیں[۴۷]۔

---

[۴۷] ہم اللہ ہی سے عافیت کے طلبگار ہیں (کہ ہم مسلمانوں کی بےجا تکفیر کریں)۔ [شیخ ابن عثیمین]

تکفیر حکام و محکومین

من جملہ ان باتوں کو جو مجھے ہمارے سائل بھائی کے سوال سے یاد آئی یہ ہے کہ میں نے بعض ان ساتھیوں سے سنا جو پہلے جماعت التکفیر میں ہوا کرتے تھے پھر اللہ تعالی نے انہیں ہدایت عطا فرمائی۔ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ ہمیں معلوم ہے آپ بعض حکام کی تکفیر کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ آپ آئمہ، خطباء، مؤذن وخدام مساجد کی بھی تکفیر کرتے ہیں اور اسی طرح علم شرعی کے اساتذہ جو مدارس ثانویہ اور جامعات میں پڑھاتے ہیں ان کی بھی تکفیر کرتے ہیں!!

تو وہ جواباً یہی کہتے تھے: کیونکہ یہ لوگ ان حکام کے ان احکامات سے راضی ہیں جو وہ اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے خلاف کرتے ہیں۔

اے جماعت والوں! اگر یہ رضا دلی رضا ہے تب تو کفر عملی کفر اعتقادی میں تبدیل ہوجاتا ہے، پس کوئی بھی حاکم اللہ کی نازل شدہ شریعت کی علاوہ فیصلہ کرتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی حکم اس عصر حاضر کے ذیادہ لائق ہے جبکہ قرآن وسنت میں موجود حکم پر مبنی فیصلہ اس زمانے کے لائق نہیں تو بلاشبہ اس کا یہ کفر کفر اعتقادی ہے ناکہ کفر عملی اور جو کوئی بھی اس قسم کے حکم سے راضی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے[77]۔

مگر اولاً تو آپ ہر حاکم پر جو بعض یا اکثر کافرانہ مغربی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتا پر حکم نہیں لگا سکتے کہ اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ یہ جواب دیں کہ موجودہ دور میں ان قوانین کے ذریعے حکم کرنا لازم ہے اور اسلام کے مطابق حکم کرنا جائز نہیں ۔ وہ کبھی بھی آپ کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا جواب یہ ہی ہوگا کہ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ کرنا آج کے دور میں لائق نہیں کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں تو بیشک وشبہ وہ کافر ہوجائیں گے۔

اب اگر ہم محکومین یعنی رعایا جن میں علماء اور صالحین وغیرہ بھی شامل ہیں کی طرف آتے ہیں تو آپ لوگ کس طرح ان کی بھی تکفیر کرتے ہیں؟ محض اس وجہ سے کہ وہ ان حکام کے حکم کے تحت زندگی بسر کررہے ہیں حالانکہ

---

[77] اس کے باوجود ان لوگوں نے ہمیں باطل طور پر مرجئۃ العصر کی تہمت لگانا شروع کردی۔ [شیخ البانی]

ان حکام کے حکم کے تحت زندگی گزارنے میں تو آپ لوگ (جماعت تکفیر) بھی مکمل طور پر ان کے برابر ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ آپ لوگ ان حکام کے کفار ہونے کا اعلان کرتے پھرتے ہیں لیکن علماء انہیں اس طور پر کفار نہیں کہتے کہ وہ دین سے ہی مرتد ہوگئے ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی نازل ہوئی شریعت کے مطابق حکم کرنا واجب ہے اور صرف عملی طور پر کسی حکم کی مخالفت ہوجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عالم یا حاکم دین اسلام سے مرتد ہوگیا۔

ایک شبہ

(ایک بار یا کسی معین معاملہ میں کبھی حکم بغیر ما انزل اللہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا لیکن اگر بار بار یا ہمیشہ حکم بغیر ما انزل اللہ کیا جائے تو کافر ہوجاتا ہے)

ان مناقشوں میں سے جن سے ان کی گمراہی و غلطی واضح ہوتی ہے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے ان سے پوچھا: ہم کب ایک مسلمان جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے اور کم وبیش نماز بھی پڑھتا ہے ... ہم کب اس پر حکم لگائیں گے کہ وہ دین سے مرتد ہوگیا ہے؟

گویا کہ ان کے نزدیک محض ایک دفعہ ہی حکم بغیر ما انزل اللہ کرنا اس مسلمان کے دین سے مرتد ہونے کے لئے کافی ہے، اگرچہ یہ تکفیری لوگ اپنی زبان حال یا مقال سے یہ جواب نہ بھی دیں مگر ان کا نظریہ تو یہی ہے۔

تو اس سوال سے وہ شش وپنج میں پڑ جاتے ہیں اور ان سے اس کا جواب نہیں بن پاتا۔ تب میں انہیں یہ مندرجہ ذیل مثال دینے پر مجبور ہوجاتا ہوں، چناچہ میں ان سے کہتا ہوں:

ایک قاضی ہے جو شریعت کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور یہی اس کی عادت ہے لیکن کسی ایک فیصلے میں اس کا قدم پھسل گیا اور وہ شریعت کی مخالفت کر بیٹھا یعنی کسی ظالم کو حق دے دیا اور مظلوم کو محروم کردیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ حکم بغیر ما انزل اللہ نہیں؟

کیا آپ کہیں گے کہ وہ کفر یعنی مرتد ہونے والے کفر کا مرتکب ہوا؟

انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

ہم نے کہا: کیوں نہیں اس نے اللہ کی شریعت کی مخالفت کی ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ: یہ تو اس سے صرف یک بار ہی صادر ہوا ہے۔

ہم نے کہا: بہت خوب اب اس قاضی سے یہی خلافِ شرع حکم دوبارہ صادر ہوا یا اس کے علاوہ کوئی اور حکم صادر ہوا جس میں اس نے شریعت کی مخالفت کی، تو کیا اب وہ کافر ہوا؟

میں نے سہ بار، چار بار اس بات کو دھرایا کہ کب ہم کہیں گے کہ اس نے کفر کیا؟ وہ اس کی کوئی حد مقرر نہ کر پائے کہ کتنی تعداد میں وہ شریعت کے خلاف حکم کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔

جبکہ اس کے بالکل برعکس ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ یہ جان جائیں کہ وہ اپنی زندگی کے ایک غیر شرعی حکم کو بھی مستحسن گردانتا ہے اور حکم اسلامی سے قباحت کا اظہار کرتا ہے تو آپ اس کے بارے میں ارتداد کا حکم لگا سکتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب اگر آپ اسے دسیوں خلاف شرع حکم کرتے ہوئے پائیں مگر آپ کے اس پوچھنے پر کہ اے شیخ آپ نے اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ وہ قسمیں کھاتے ہوئے کہے گا کہ میں ڈر گیا تھا یا مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق تھا یا پھر میں نے رشوت لی تھی وغیرہ اور اس آخرالذکر عذر کا حال تو پہلے دو سے بھی بدتر ہے لیکن باوجود اس کے آپ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کافر ہے یہاں تک کہ وہ اعلان کرے۔ یعنی اپنے دل میں پنہاں کفر کو آشکارا کرے کہ وہ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم کو جائز نہیں سمجھتا تب کہیں جا کر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافر ومرتد ہے۔

استحلال قلبی اور استحلال عملی میں فرق

چنانچہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس چیز کی معرفت بے حد ضروری ہے کہ کفر بھی فسق وظلم کی طرح دو اقسام میں تقسیم ہوتا ہے یعنی ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا کفر، فسق اور ظلم، اور یہ تب ہوتا ہے جب استحلال قلبی (دلی

طور پر حرام کو حلال جاننا) کیا جائے اور اس کے برعکس یعنی کفر، فسق اور ظلم جو ملت اسلامیہ سے خارج نہ کرے اس وقت ہوتا ہے جب استحلال عملی (عملاً حرام کا مرتکب ہونا لیکن دل سے اسے حرام جاننا) کیا جائے۔

لہذا تمام گناہگار اور خصوصاً سود کا استحلال جو دور حاضر میں بہت عام ہے، یہ سب کفر عملی کی مثالیں ہیں۔ اسی لئے ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم ان گنہگاروں کو کافر قرار دیں محض ان کے معصیت کے مرتکب ہونے اور عملی استحلال کرنے کی بنیاد پر یہاں تک کہ جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے ہم پر ظاہر ہوجائے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حرام کردہ کو عقیدۃً حرام نہیں سمجھتے۔ اگر ہم یہ جان جائیں کہ وہ اس دلی طور پر مخالفت کے مرتکب ہوئے ہیں تب ہم ان پر مرتد ہونے والے کفر کا حکم لگائیں گے اور اگر ہم یہ نہ جان پائیں تو ہمیں قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ ہم ان پر کفر کا حکم لگائیں کیونکہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ بادل ناخواستہ ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیان کردہ اس وعید کے مستحق نا بن جائیں:

"من كفّر مسلماً فقد باء به أحدهما."

(جس نے کسی مسلمان کی تکفیر کی تو وہ ان میں سے کسی ایک پر لوٹتی ہے)

اور اس حدیث کے ہم معنی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس مناسبت سے ہم اس صحابی کا قصہ ذکر کریں گے کہ جنہوں نے ایک مشرک پر غلبہ حاصل کیا تو یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ اس مسلمان صحابی کے تلوار کی زد میں ہے اس مشرک نے جھٹ سے کلمہ پڑھ لیا **(أشهد أن لا إله إلا الله)** اس صحابی نے اس کے کلمہ پڑھنے کی کوئی پروہ نہیں کی اور اسے قتل کردیا۔ جب اس ماجرے کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انتہائی شدت کے ساتھ اس پر انکار کیا جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ اس نے محض اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"هلاّ شققت عن قلبه؟!"

(کیوں نہ تو اس کا دل چاق کرکے دیکھ لیتا کہ اس نے جان بچانے کے لئے ایسا کہا تھا؟!)

لہذا جو کفر اعتقادی ہوتا ہے اس کا اساسی تعلق مجرد عمل سے نہیں ہوتا[۴۸] بلکہ اس کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے اور ہم یہ بالکل نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں معلوم ہے اس فاسق یا فاجر یا چور یا سود خور وغیرہ کے دل میں کیا ہے یہاں تک کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے زبان اس کی گواہی دے۔ جہاں تک اس کے عمل کا معاملہ ہے تو وہ یہی ظاہر کرتا ہے کہ اس نے شریعت کی مخالفت کی یعنی عملی مخالفت۔

جس پر ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ تو نے مخالفت کی اور فسق وفجور کیا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ تو نے کفر کیا اور دین سے مرتد ہوگیا تا آنکے اس سے کوئی چیز ایسی ظاہر ہو جو اللہ تعالی کے پاس ہمارا عذر بن سکے کہ ہم نے اس ظاہر ہونے والی چیز کی بنیاد پر ارتداد کا حکم لگایا تھا۔ اور اس کے مرتد ہوتے ہی اسلام کا معروف حکم اس پر نافذ ہوگا میری مراد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان ہے:

"مَنْ بدَّلَ دينَه فاقتلوه."

(جو مسلمان ہونے کے بعد اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو)

مرتد کے بارے میں حکم کا عملی نفاذ؟

مزید یہ کہ میں نے ان حکام کی تکفیر کرنے والوں سے کہا اور اب بھی کہتا ہوں کہ، بالفرض مان لو کہ ان حکام کا کفر کفر ارتداد ہے اور ان کے اوپر ایک اور حاکم اعلی ہے تو اس حاکم اعلی پر یہ واجب ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا حدیث میں وارد حد کو ان پر نافذ کرے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ عملی اعتبار سے آپ لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا اگر ہم بالفرض یہ تسلیم کرلیں کہ تمام حکام کافر ہیں مرتد ہیں؟

آپ کے لئے کیا کارگزاری کرنا ممکن ہے؟

---

[۴۸] شیخ البانی اس پر تعلیق فرماتے ہیں کہ: "اعمال میں کچھ ایسے ہیں کہ جن کے مرتکب پر کفر اعتقادی کا حکم لگایا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اس کے کفر پر اس طور پر یقینی و قطعی دلالت کررہے ہوتے ہیں کہ گویا اس کا وہ فعل اس کے زبان کے قائم مقام کفر کا اقرار کررہا ہوتا ہے۔ مثلاً مصحف کو پیروں تلے روندنا جانتے ہوئے کہ یہ مصحف قرآنی ہے اور پھر بھی اس کی اہانت کا قصد کرتے ہوئے ایسا کرے۔"

یہ کفار (بقول آپ کے) تو اکثر اسلامی ممالک پر قابض ہیں اور حکومت کر رہے ہیں اور افسوس کی بات ہے کہ ہم بھی یہاں فلسطین پر یہود کے قبضہ کا شکار ہیں۔

تو سوال یہ ہے کہ آپ یا ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، کیا آپ جن حکام کو اپنے زعم میں کافر قرار دیتے ہیں ان کے خلاف کوئی عملی کاروائی کرنے کی ہمت رکھتے ہیں[۷۹]؟

اس لئے کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس معاملہ کو ایک طرف رکھ دیں اور اس قاعدہ واصول کی بنیاد ڈالنے میں سرگرم ہوجائیں جس کی اساس پر ایک حقیقی اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے۔ اور وہ سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع ہے جس پر کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تربیت کی اور اسی کے نظام واساس پر انہیں پروان چڑھایا۔

غلبہ واقامت دین کا صحیح طریقۂ کار کیا ہے؟

---

[۷۹] شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں: "شیخ البانی نے یہ بہت بہترین بات کہی یعنی جو لوگ حکام پر کفر کا حکم لگاتے ہیں تو اس سے انہیں کچھ استفادہ بھی پہنچتا ہے؟ کیا وہ ان حکام سے گلوخلاصی حاصل کرسکتے ہیں؟ نہیں وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے جب یہود جو تقریباً پچاس برس سے فسلطین پر قابض ہےاس کےباوجود پوری امت عرب ہوں یا عجم اسے اس کی جگہ سےٹس سےمس تک نہیں کرسکے تو ہم کس طرح اپنی زبان کو ان حکام کےخلاف آلودہ کریں جوہم پر حکومت کرتے ہیں؟ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم انہیں زائل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو پھر اندازہ کریں کہ ہمارے کسی اقدام سے سوائے خون بہنے، مال لوٹنے اور عین ممکن ہے کہ عزت بھی لٹنے کے سوا کسی اور نتیجہ کی امید نہیں، اس طرح ہم ہرگز کسی نتیجہ خیز بات تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو پھر کیا فائدہ؟ حتی کہ اگر کوئی انسان دل میں یہ اعتقاد رکھتا ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے کہ ان حکام میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کا کفر انہیں حقیقتاً ملت سے خارج کرتا ہے، تب بھی اس کے اعلان کرنے اور اشاعت کرنے سے اسے سوائے فتنے کی آگ کو ہوا دینے کہ اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ لہذا شیخ البانی کا یہ کلام نہایت مفید ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں ان سے اختلاف کرنے کی گنجائش ہے کہ آپ ان پر کفر کا حکم نہیں لگاتے سوائے اس کے کہ وہ دلی طور پر اسکے حلال ہونے کا عقیدہ رکھیں، اس مسئلہ میں کچھ مزید غوروفکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے لیکن وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ غیراللہ کا حکم ذیادہ لائق ہے تو وہ کافر ہے اگرچہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کرے، اور اس کا کفر عقیدہ کا کفر ہے۔"

(شیخ البانی اس بات پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مجھے (شیخ ابن عثیمین کی) اس مخالفت کی کوئی وجۂ احتمال نظر نہیں آتی کیونکہ میرا تو یہی کہنا ہے کہ اگر کوئی انسان چاہے وہ حاکم نہ بھی ہو یہ سمجھتا ہے کہ غیر اسلامی حکم اسلامی حکم سے بہتر ہے خواہ وہ عملی طور پر اسلام کے موافق ہی فیصلہ کیوں نہ کرے، وہ کافر ہے۔ تو پھر ثابت یہ ہوا کہ اس بات میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ اصل مرجع تو جو انسان کے دل میں ہے وہی ہوا۔ مگر ہمارا کلام تو عمل سے متعلق ہے۔ اور میرے گمان میں یہ ممکن نہیں کے کوئی غیر شرعی قانون نافذ کرے جس سے وہ اللہ کے بندوں میں فیصلے کرے الا یہ کہ وہ اسے استحلال ہی کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ شرعی قانون سے بہتر ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایسا شخص تو کافر ہے، ورنہ کس چیز نے اسے اس بات پر ابھارا؟ (کہ وہ غیر شرعی فیصلہ کرے)

لیکن ہاں! یہ عین ممکن ہے کہ جس چیز نے اسے اس پر ابھارا ہووہ دوسرے لوگوں کا خوف ہو جو اس سے ذیادہ طاقتور ہیں اور اگر وہ اس غیر شرعی فیصلے کو نافذ نہیں کرتا تووہ اسے اپنے حق میں مداہنت متصور کریں گے۔ تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ اس کا حکم دیگر معاصی کے بارے میں مداہنت سے کام لینے والے کے حکم کا سا ہے۔ جو چیز اس باب میں سب سےاہم ہے وہ مسئلۂ تکفیر ہے جو اس عمل یعنی ان حکام کے خلاف خروج پر منتج ہوتا ہے اور یہی اصل مصیبت ہے۔ جی ہاں! اگر انسان کے پاس اتنی طاقت وقدرت ہو کہ وہ ہر اس کافر حاکم کا صفایا کردے جس کی مسلمانوں پر حکومت ہےتوہم اسے خوش آمدید کہیں گے اس صورت میں کہ وہ (حدیث میں مذکور شرط کےمطابق) کفر بواح (کھلم کھلا کفر) کا مرتکب ہو اور ہمارے پاس اس پر اللہ تعالی کی طرف سے برھان (واضح دلیل) ہو۔ لیکن حقیقت میں مسئلہ کی یہ نوعیت نہیں اور نہ ہی یہ اس قدر آسان ہے")۔ [شیخ البانی]

ہم اس طرح کی کئی ایک مناسبات میں یہی تعبیر پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ ہر اس جماعت کے لئے یہ ایک لازم امر ہے جو نہ صرف اسلامی ممالک میں بلکہ پوری دنیا میں کما حقہ اسلامی حکم کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے اللہ کے اس فرمان کے پیش نظر:

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾
(التوبة : ۳۳)

(اسی (اللہ تعالی) نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے تمام دیگر ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرک برا ہی مانیں)

اسی طرح بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ یہ آیت آنے والے دور میں متحقق ہوجائے گی۔ تو کیا اس آیت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسلمانوں کو ان حکام کے خلاف انقلاب کے اعلان سے کام شروع کرنا چاہیے جن کے بارے میں ان کا گمان ہے کہ ان کا کفر کفرِ ارتداد سے کم نہیں اگرچہ یہ گمان فاسد ہے لیکن پھر بھی وہ انہیں کافر قرار دینے کے باوجود کچھ کرنے کی سکت نہیں رکھتے[۸۰]۔

---

[۸۰] شیخ ابن عثیمین (رحمۃ اللہ علیہ) سے مندرجہ ذیل شبہہ کے متعلق سوال کیا گیا:

بہت سے نوجوانوں کو ایک شبہہ درپیش ہے جو ان کے ذہنوں پر سوار رہتا اور انہیں اس مسئلہ خروج پر عمل پیرا ہونے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ وہ شبہہ یہ ہےکہ چونکہ یہ حکام اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت کے بجائے خودساختہ وضعی قوانین کو نافذ کئے ہوئے ہیں اس لئے یہ نوجوان ان پر کفروارتداد کا حکم لگاتے ہیں، اور اسی بات کو بنیاد بناتے ہوئے کہ جبتک یہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان کے خلاف قتال واجب ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ نوجوان اپنے ضعف وکمزوری کی طرف بھی نظر نہیں کرتے کیونکہ کمزوری کی حالت میں جو خاص احکامات نازل ہوئے تھے وہ ان کے نزدیک آیت سیف [سورۂ توبہ: 5] سے منسوخ ہوچکے ہیں۔ اب مسلمانوں پر اس مرحلۂ کمزوری پر عمل کرنے کا موقع لوٹ کر نہیں آیا جس میں وہ اپنے ابتدائی دور مکی میں مبتلا تھے!!!

آپ نے اس شبہہ کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"سب سے پہلے ہم پر یہ جاننا لازم ہے کہ کیا ان حکام پر مرتد ہونے کا حکم چسپاں ہوتا بھی ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے ان دلائل کی معرفت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے جو اس بات پے دال ہوں کہ آیا یہ قول یا عمل ارتداد ہے اورپھر اس کا اطلاق کسی معین شخص پر کرنا اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا کہ مبادا اس شخص کے پاس کوئی شبہہ تو نہیں؟ یعنی کبھی کوئی نص اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فلاں عمل یا فلاں قول کفر ہے لیکن ساتھ ہی کوئی ایسا مانع موجود ہوسکتا ہے جو اس شخص معین پر کفر کے اطلاق کی راہ میں مانع ہو۔ اور موانع تو بہت سے ہو سکتے ہیں جیسے ظن یعنی جہل اور جذبات کا غلبہ وغیرہ۔

مثال کے طور پر وہ شخص جس نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ: "جب میں مرجاؤں تو مجھے جلادینا اورمیری راکھ کوریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہا دینا کیونکہ اگر اللہ تعالی نےمجھ پر قابو پالیا تو ایسا عذاب کرے گا جو سارے جہان میں سے کسی کو نہیں دیگا" - اس حدیث کو بخاری ومسلم نے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ اب اگردیکھا جائے تو اس شخص کا ظاہر عقیدہ تو کفر اوراللہ کی قدرت کاملہ پر شک کرنے پر مبنی تھا لیکن جب اللہ تعالی نے اس کی راکھ کو جمع کرکے زندہ سالم کھڑا کردیا اور مخاطب ہوا تو اس شخص نے کہا: "اے میرے رب میں تجھ سے ڈر گیا تھا" یا اسی جیسا کوئی کلمہ کہا اوراللہ نے اسے معاف فرما دیا۔ گویا کہ اس کا یہ فعل اس سے تاویلاً صادر ہوا۔ (یعنی اس کا یہ مراد ومقصود نہ تھا)

اسی کی مانند اس شخص کا قصہ جس کے خوشی کے جذبات اس پر غالب آگئے اور وہ اپنی اونٹنی کو پکڑتے ہی پکار اٹھا: "اللهم أنت عبدي وأنا ربك" (اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب!!) اسے بھی بخاری ومسلم نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ بیشک یہ تو ایک کلمہ کفر ہے مگر کیا اس شخص کی اس بنا پر تکفیر کی گئی کیونکہ وہ تو اپنی شدت خوشی میں اپنے آپے سے باہر ہوگیا اور اس شدت جذبات کی رو میں بہہ کر اس سے اس صحیح کلمہ کی ادائیگی میں خطا ہوگئی۔ یعنی وہ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ اے اللہ! میں تیرا بندہ اورتو میرا رب لیکن کہہ یہ گیا کہ اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب۔ ←

پھر وہ کیا منہج اور کیا طریق کار ہے کہ جس پر چل کر اس برحق نباء قرآنی کہ ﴿ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ** ... ﴾ کو حقیقت کا روپ دیا جاسکتا ہے۔ بیشک اس کا ایک ہی طریقۂ کار ہے جس کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو تذکیر کیا کرتے تھے اور اپنے ہر خطبہ میں دہراتے رہا کرتے تھے:

"وخير الهدي هدي محمد."

(اور بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا طریقہ ہے)

← اسی طرح سے وہ شخص جسے کفر پر مجبور کیا جائے اوروہ حالت اکراہ میں کلمہ کفر کہہ دے یا کسی کفریہ فعل کا ارتکاب کرلے تو نص قرآنی اس بات پر شاہد ہے کہ وہ کافر نہیں کیونکہ اس میں اس کا اپنا ارادہ واختیار شامل نہیں تھا۔

جہاں تک ان حکمرانوں کا تعلق ہے تو یہ اپنے انفرادی وشخصی مسائل جیسے نکاح ووراثت وغیرہ میں تواسی چیز کے مطابق حکم کرتے ہیں جس پر قرآن دلالت کرتا ہے اپنے اپنے اختلاف مذاہب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، لیکن جب معاملہ لوگوں کے درمیان حکم کرنےکا آتا ہے تو یہاں وہ مخالفت کرتے ہیں ... اور ان کے پاس ایک شبہہ ہوتا ہے جو علماء سوء نے ان کے دلوں میں ڈالا ہوتا، کہتے ہیں: نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "أنتم أعلم بأمور دنياكم" (تم لوگ اپنے دنیا کے معاملات کو ذیادہ بہتر جانتے ہو) اوریہ حکم عام ہے پس ہر اس بات میں جس سےدنیاوی مصالح حاصل ہوتے ہوں ہمیں آزادی حاصل ہے، کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہی فرمان ہے: "أنتم أعلم بأمور دنياكم".

بلاشبہ یہ ایک شبہہ ہے لیکن ہم یہ دیکھیں کہ کیا یہ انہیں اس بات کا جواز فراہم کرتا ہے کہ وہ اقامت حد اورشراب نوشی سے منع کرنے وغیرہ جیسے اسلامی قوانین سے روگردانی کریں؟ اگر بالفرض بعض اقتصادی مسائل میں انہیں یہ شبہہ لاحق ہو لکین ان(مذکورہ بالا) امور میں تو کوئی شبہہ کی بات ہی نہیں۔

اس بیان کردہ اشکال کے آخر میں جو (ضعف وقوت سے متعلق) پیش کیا گیا کہ جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ جب اللہ تعالی نے جہاد فرض ہوجانے کے بعد بھی فرمایا:

﴿ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ ﴾ (الأنفال: 65)

(اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے، تو وہ دوسو پرغالب رہیں گے۔ اور اگرتم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کے وہ بے سمجھ لوگ ہیں)

تو یہاں کیا تناسب ہے ایک کے مقابلہ میں دس۔

پھر اللہ تعالی اس کے بعد کیا فرماتے ہیں:

﴿ الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُواْ أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّهِ وَاللّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾ (الأنفال: 66)

(اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کئے دیتا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے اور اگرتم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے، اوراللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حالت کمزوری کی مناسبت سے ہے اورحکم اپنی علت کے ساتھ ہی گردش کرتا ہے۔ لہذا بعد اس کے کہ اللہ تعالی نے ان پر دس کے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا تھا اب فرمایا: ﴿ الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ﴾ (اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کئے دیتا ہے، اور وہ خوب جانتا ہےکہ تم میں ناتوانی ہے)

پھر ہم ان سے یہ بھی کہتے ہیں ہمارے پاس ایسے محکم نصوص موجود ہیں جو اس امر کو بیان کرتے ہیں اور اس کی خوب وضاحت کرتے ہیں مثلاً ان ہی میں سے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا ﴾ (البقرة: 286) (اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے ذیادہ کا مکلف نہیں بناتا) پس اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی قدرت واستطاعت سے ذیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالی کا یہ بھی فرمان ہے کہ: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن: 16) (پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو)

اگر ہم بالفرض یہ مان بھی لیں کے راسخ العلم علماء کرام کی بیان کردہ شروط وضوابط کے تحت ایسے حاکم پر بیان کردہ خروج واجب ہے، تب بھی وہ ہم پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ ہم اس کو راہ سے ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتے، لہذا یہ بات تو بالکل واضح ہے... مگر ہوائے نفس انسان کو کہیں کانہیں چھوڑتی۔"

اسی لئے تمام مسلمانوں اور خصوصاً جو نہ صرف مسلم ممالک کو بلکہ پوری دنیا کو اسلامی حکم کے زیر سایہ لانے کا اہتمام کرتے ہیں پر یہ واجب ہے کہ وہ وہاں سے دعوت کا آغاز کریں جہاں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا۔ جسے ہم دو ہلکے سے کلمات کے ساتھ کنایہ کرتے ہیں اور وہ ہیں: التصفیہ والتربیہ۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسوۂ حسنہ التصفیہ والتربیہ

کیونکہ ہم ایک ایسی حقیقت جانتے ہیں جس سے یہ لاعلم ہیں یا تجاہل عارفانہ برتتے ہیں بلکہ تجاہل عارفانہ ہی کہنا ان کے ذیادہ مناسب حال ہوگا کیونکہ اس سے لاعلمی تو ممکن نہیں، پس اس حقیقت سے یہ غالی شدت پسند کہ جن کے پاس ماسوائے حکام کو کافر قرار دینے کے اور کچھ نہیں تجاہل برتتے ہیں۔ اور ان کا بھی وہی حال ہونا ہے جو ان سے پہلے اللہ کی زمین پر اقامت دین اور حکم اسلامی کی طرف دعوت دینے کے لئے جماعتوں کا ہوا کہ حکام کی تکفیر کا اعلان کیا پھر اس کے بعد سوائے فتنہ وفساد کے ان سے کچھ صادر نہ ہوا۔

گزشتہ کچھ برسوں میں جو کچھ ہوا جیسا کہ آپ کے علم میں ہے حرم مکی کے فتنے سے لیکر فتنۂ مصر پھر سادات کا قتل اور بہت سے معصوم مسلمانوں کا خون انہیں فتنوں کے سبب ناحق بہایا گیا اور پھر آخر میں یہاں سوریا (شام) میں اور افسوس کے ساتھ اب تو الجزائر میں بھی ... الخ۔

ان سب کا ایک ہی سبب ہے انہوں نے کتاب وسنت کے نصوص کی مخالفت کی اور ان میں سے سب سے اہم امر کی بھی مخالفت کی یعنی:

﴿ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ** ﴾ (الأحزاب : ۲۱)

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے)

چناچہ اگر ہم زمین پر حکم الہی نافذ کرنا چاہتے ہیں تو کیا ہمیں اپنے کام کی ابتدا حکام کے قتال سے کرنی چاہیے جبکہ ہم ان سے قتال کی طاقت بھی نہیں رکھتے یا وہاں سے کرنی چاہیے جہاں سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کی؟

بیشک اس کا یہی جواب ہے کہ: ﴿ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** ﴾

ہم دیکھیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کس چیز سے ابتدا کی:

آپ جانتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بعض ایسے افراد کے درمیان دعوت کا آغاز کیا کہ جن میں وہ قبولیت حق کی استعداد محوس کرتے تھے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت پر لبیک کہنے والوں نے لبیک کہا جیسے کہ سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں یہ بات معروف ہے۔ پھر کمزوری اور مخالفین کے تشدد سے مکہ میں دوچار ہونا، بعد ازین پہلی پھر دوسری ہجرت کا حکم اور پھر جو اس کے بعد ہوا ... یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مدینہ میں اسلام کو قائم کر دیا، پھر جس مڈبھیڑ کا آغاز ہوا تو ایک طرف مسلمان کفار سے معارکہ آرا تھے تو دوسری طرف یہود سے برسرپیکار ...

اس لئے ہمیں تعلیم سے آغاز کرنا چاہیے جیسا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا، لیکن ہم صرف تعلیم نہیں کہیں گے، کیوں؟ یعنی ہم صرف لفظ "تعلیم" پر اکتفا نہیں کرسکتے کہ امت مسلمہ کو تعلیم دینی ہے کیونکہ فی زمانہ ان اسلامی تعلیمات میں وہ چیزیں شامل ہوگئیں ہیں جن کا اسلام سے مطلقا کوئی واسطہ نہیں بلکہ وہ تو اسلام کی تخریب کاری کا سبب ہیں اور ان ثمرات کو زائل کرنے کا بھی سبب ہے جو صحیح اسلام پر کاربند ہونے کی صورت میں ہمیں وصول ہونے کا یقین ہے۔

پس داعین اسلام پر یہ واجب ہے کہ اس چیز سے ابتدا کریں جو ابھی بیان کی گئی یعنی:

۱- تصفیہ (پاک کرنا):

پاک کرنا اسلام کو ان چیزوں سے جو اس میں داخل ہوگئی ہیں اور اس کے شفاف چہرے کو داغدار کر رہی ہیں۔ جن کا تعلق محض فروعی مسائل یا اخلاقیات سے ہی نہیں بلکہ انہوں نے عقیدے تک میں فساد برپا کیا ہوا ہے۔

۲-تربیہ (تربیت کرنا):

دوسری چیز جو اسی تصفیہ کے مرحلے سے وابستہ ہے "تربیت" ہے یعنی نوجوانان اسلام کی اس خالص شدہ اسلام پر تربیت کرنا[۸۱]۔

اب جب ہم ان موجودہ اسلامی جماعتوں پر نظر دوڑاتے ہیں جو تقریباً پچھلی ایک صدی سے وجود پزیر ہوتی رہی ہیں قطع نظر ان کے چیخنے چلانے اور اسلامی حکومت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ کبھی تو معصوم جانوں کا بے دریغ خون بھی بہا مگر سرے سے ہی کوئی فائدہ حاصل نا ہوا۔ اور ان تمام باتوں پر مستزاد یہ کہ ان کے کتاب و سنت کے مخالف عقائد ہم سنتے ہی رہتے ہیں اور دعوی یہ کہ دولت اسلامی قائم کرنی ہے[۸۲]۔

---

[۸۱] شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں:
"شیخ البانی سب سے پہلے اسلام کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آج اسلام میں بہت سی شاخیں (فرقے) پائے جاتے ہیں، عقیدے میں شاخیں، اخلاق میں شاخیں، معاملات میں شاخیں، عبادات میں شاخیں یعنی ان چاروں اہم دینی شعبوں میں۔
مثلاً عقیدے میں: کوئی اشعری ہے کوئی معتزلی ہے اورکوئی یہ ہے کوئی وہ ہے۔
عبادات میں: کوئی صوفی ہے کوئی قادری ہے تو کوئی تیجانی ہے --- الخ۔
معاملات میں: کوئی استثماری (سرمایہ کاری والے) سود کو جائز کہہ رہا ہے تو کوئی حرام، کوئی جوئے کو حلال ٹھہرا رہا ہے تو کوئی حرام۔
تو اس صورتحال میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو پہلے ان مختلف شاخوں سے تصفیہ کی ضرورت ہے اور اس کے لئے علماء اور طالبعلموں کی جانب سے بہت سخت محنت درکار ہے۔ پھر اس کے بعد ہم نوجوانوں کی ان مختلف شاخوں سے پاک وصاف اسلام پر تربیت کریں گے۔ آخرکار نوجوانوں کی ایک ایسی نسل پروان چڑھی گی جو قرآن وسنت اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق عقائد سلیمہ اور آداب واخلاق کریمہ کے حامل ہوں گے۔"

[۸۲] یہ حقیقت ہے کہ ان کےتمام بڑے بڑے رہنما خود عقیدے کی خرابی کا شکار تھے اور ہیں۔ مثال کے طور پر اخوان المسلمین کے بانی حسن البنا اقرار کرتے ہیں کہ وہ شیخ بدوی کے عرس میں پابندی سے شرکت کرتے ہیں اور عیدمیلاد النبی بھی مناتے ہیں اسی طرح ان کے اشعار میں بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلے سے دعائیں پائیں جاتی ہیں [الاخوانیہ وعقیدہ السلفیہ]، اور مولانا مودودی بانی جماعت اسلامی بھی اللہ تعالی کی صفات کے معاملے میں اشاعرہ کے گمراہ مذہب پر تھے اور احادیث صحیحہ کا اپنی ناقص عقل سے رد کیا کرتے تھے،انبیاء کرام کی گستاخی اور شیعہ وروافض کے طرز پر صحابہ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے [تفسیر فہم القرآن، خلافت وملوکیت اور مختلف رسائل ومقالات]، یہی حال سید قطب کا بھی تھا مزید یہ کہ وہ بدترین کفریہ عقیدے "وحدت الوجود" کے بھی قائل تھے اور مسلم معاشروں اور حکام کی خوارج کے طرز پر تکفیر کیا کرتے تھے اور اپنے روحانی پیشوا مودودی کی طرح انبیاء وصحابہ کے گستاخ تھے [تفسیر فی ظلال القرآن، معالم الطریق اور العدالۃ الاجتماعیۃ وغیرہ]، اور آخر میں پاکستان میں ڈاکٹر اسرار احمد بھی انہیں عقیدے کی خرابیوں کا شکار ہیں جیسے وحدت الوجود [تفسیر سورۃ الحدید]، صفات الہی کے بارے میں اشاعرہ وماتریدیہ کے گمراہ عقیدے کے قائل ہیں، خوارج کے طرز پر مسلم معاشروں کو کافر معاشرہ تصور کرتے ہیں ان کی نظر میں کوئی بھی اسلامی ملک نہیں خواہ بلاد توحید سعودی عرب ہی کیوں نہ ہوں بلکہ انہیں وائس رائے آف امریکہ کہتے ہیں [تعارف تنظیم اسلامی اور دیگر مشہور تنظیمی لٹریچر وغیرہ]، صحیح احادیث کے مقابلے میں حنفی مذہب کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور امت میں تفرقہ یعنی مختلف جماعتوں کے وجود کو خوش آئند سمجھتے ہیں اوربدعتیوں کے مذہب تصوف اور بدعتیانہ بیعت پر بھی عمل پیرا ہیں [مختلف لٹریچر از تنظیم اسلامی وانجمن خدام القرآن]۔

اور اسی مناسبت سے ہم ایک جملہ اکثر بیان کرتے رہتے ہیں جو انہیں میں سے کسی داعی کا ہے اور جس کے بارے میں ہم یہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش ان کے پیروکار اس کا التزام کریں اور اسے عملی جامہ پہنائیں، اور وہ جملہ یہ ہے کہ:

"أقيموا دولة الإسلام في قلوبكم، تقم لكم في أرضكم."

(اپنے دل پر حکومت اسلامی قائم کرو، وہ تمہارے لئے اللہ تعالی کی جانب سے اپنے آپ ہی زمینوں پر قائم کردی جائے گی[۸۳])

کیونکہ اگر کسی مسلمان کا عقیدہ قرآن وسنت کی روشنی میں درست ہوجائے تو اس کے بعد اس کی عبادات، اخلاق و سلوک وغیرہ اپنے آپ ہی درست ہوتے چلے جائیں گے۔

لیکن میری نقد ونظر میں یہ لوگ اس عمدہ جملے پر عمل پیرا نہیں ہوئے اور بس دولت اسلامیہ کے قیام کے کھوکھلے نعرے پر گزارا ہے، لہذا ان پر کسی شاعر کا یہ شعر فٹ ہوتا ہے۔

ترجوا النَّجاةَ ولم تَسْلُكْ مَسَالكها إنَّ السفينةَ لاتَجري على اليَبس.

(تو نجات کا تو خواستگار ہے مگر اس کے مسالک نہیں اپناتا

تو جان لے کہ کشتی کبھی بھی خشکی پر نہیں چلاکرتی)

شاید کہ جو کچھ بیان کیا وہ کفایت کرے اس سوال کے جواب میں ...

---

[۸۳] شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ یہ بہت ہی پیارا کلمہ ہے۔ واللہ المستعان۔

تقریظ از سماحۃ العلامہ شیخ عبدالعزیز بن باز (رحمۃ اللہ علیہ) [۸۴]

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وأصحابه ومن اهتدى بهداه أما بعد:

میں فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی (وفقہ اللہ) کے اس نہایت مفید جواب پر مطلع ہوا جو فضیلۃ الشیخ نے سوال "حکم بغیر ماانزل اللہ کے مرتکب کی بلا کسی تفصیل کے تکفیر" کے جواب میں ارشاد فرمایا جسے "صحیفۃ المسلمون" نے نشر کیا۔

آپ اپنے تالیف کردہ قیمتی کلمات میں حق وصواب موقف پر ہیں اور سبیل المومنین کے مسلک کو اپنایا ہے اور آپ (وفقہ اللہ) نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ حکم بغیر ماانزل اللہ کرنے والے کی محض اس کے اس فعل کی بنیاد پر تکفیر کرے بنا یہ جانے ہوئے کہ وہ اسے دلی طور پر حلال جانتا ہے یا نہیں۔ اور آپ نے اس سلسلے میں عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اور دیگر سلف امت سے مروی اثر سے حجت پکڑی ہے۔

بلاشبہ آپ نے جو اللہ تعالی کے فرمان ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ اور ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ اور ﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** ﴾ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے وہی حق وصواب ہے۔ اور آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے: اکبر اور اصغر جسطرح ظلم کی دو اقسام ہوتی ہیں اور فسق کی بھی دو اقسام ہوتی ہیں یعنی اکبر اور اصغر۔

جو حکم بغیر ماانزل اللہ یا زنا یا سود وغیرہ جیسے محرمات کہ جن کی حرمت پر امت کا اجماع ہے کو حلال جانتا ہے تو اس کا کفر کفرِ اکبر ہے اور ظلم ظلمِ اکبر ہے اور فسق فسقِ اکبر ہے۔

---

[۸۴] یہ تعلیق سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز نے علامہ محمد ناصر الدین الالبانی کے سابقہ کلام پر فرمائی ہے۔ (رحمهما الله جميعاً) جو مجلة "الدعوة" العدد (1511) بتاریخ 1416/5/11ھ الموافق 1995/10/5م میں شائع ہوا اسی طرح جریدة "المسلمون"، العدد (557) بتاریخ 1416/5/12ھ الموافق 1995/10/6م میں بھی شائع ہوا۔

اور جو بنا انہیں حلال جانے ہوئے ان کا مرتکب ہو تو اس کا کفر کفرِ اصغر ہے اور ظلم ظلمِ اصغر ہے اسی طرح فسق بھی۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی حدیث میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے کہ:

"سِبابُ المسلمِ فسوقٌ، وقتاله كُفر."

(مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے)

اس سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مراد فسقِ اصغر اور کفرِ اصغر ہے لیکن اس لفظ کا اطلاق اس فعل منکر سے نفرت دلانے کے لئے کیا گیا۔ اسی کی مانند رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان ہے کہ:

"اثنتان في الناس هما بهم كفر: الطعن في النسب والنياحة على الميت."

(لوگوں میں دو ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کفر پایا جاتا ہے [اور وہ یہ ہیں] حسب ونسب پر طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا)

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا۔

اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان:

"لا ترجعوا بعدي كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض."

(میرے بعد کفار نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو) اسے بخاری ومسلم نے جناب جریر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا، اور اسی معنی کی احادیث بہت سی ہیں۔

اسی لئے ہر مسلمان پر اور خصوصاً علماء کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام امور کی اچھی طرح سے جانچ کر لیا کریں، اور کسی بارے میں حکم کتاب وسنت اور سلف صالحین کے طریقہ کی روشنی میں ہی صادر کیا کریں اور اس کج روی سے بچیں جس پر بہت سے لوگ گامزن ہیں کہ وہ (لوگوں پر) احکام کا اطلاق بنا کسی تفصیل کے کر دیتے ہیں۔

علماء کرام کو چاہیے کہ وہ یہ احتیاط کریں کہ دعوت الی اللہ اور دین اسلام کی وضاحت کا کام قرآن وسنت کے تفصیلی دلائل کی روشنی میں کیا کریں۔ اور لوگوں کو اس پر استقامت کی ترغیب دیں۔ اور وصیت و نصیحت کو بروکار لاتے ہوئے انہیں ہر اس چیز سے خبردار کریں جو احکام اسلام کے منافی ہو۔

یہی وہ طریقۂ کار ہے کہ جس پر چل کر ہم اس مسلک کی پیروی کرنے والے کہلائیں گے جسے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے سبیل حق کو واضح کرنے اور اس کی جانب رہنمائی کرنے اسی طرح اس سبیل حق کے مخالف امور سے خبردار کرنے کے سلسلے میں اپنایا تھا۔ اللہ تعالی کے ان فرامین پر عمل کرتے ہوئے کہ:

﴿ **وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ** ﴾ (فصلت: ۳۳)

(اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں)

اور:

﴿ **قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ** ﴾ (يوسف: ۱۰۸)

(آپ کہہ دیجئے کہ میری راہ یہی (دین وتوحید) ہے جس پر میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں)

اور:

﴿ **ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ** ﴾ (النحل: ۱۲۵)

(اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے جدال بھی کریں تو احسن طریقہ سے ...)

اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان کہ:

"من دل على خير فله مثل أجر فاعله."

(جو خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کرے تو اسے بھی اس بھلائی پر عمل کرنے کی مانند ثواب ہوگا)

"من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً."

(جو ہدایت کی طرف دعوت دے اسے اس ہدایت کی اتباع کرنے والوں کی مانند ثواب ہوگا، اور یہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کرے گا۔ اور جو گمراہی کی طرف دعوت دے اسے اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کی مانند گناہ ہوگا، اور یہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں کرے گا)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب خیبر کے یہودیوں کی جانب علی (رضی اللہ عنہ) کو مبعوث فرمایا تو ہدایت فرمائی کہ:

"ادعهم إلى الإسلام وأخبرهم بما يجب عليهم من حق اللّٰه فيه، فواللّٰه لئن يهدي اللّٰه بك رجلاً واحداً خيرٌ لك من حمر النعم."

(انہیں سب سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دینا اور اسلام کی نسبت سے اللہ تعالی کا جو حق ان پر بنتا ہے اس کے متعلق انہیں خبر دینا، اللہ کی قسم اگر تمہاری سبب سے ایک شخص بھی ہدایت پاگیا تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے بہتر ہے) **(متفق علیہ)**

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں تیرہ سال رہے جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی توحید اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی طرف نصیحت، حکمت، صبروخوش اسلوبی سے لوگوں کو دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ جن کے نصیب میں سعادت مندی لکھی جاچکی تھی انہیں اللہ تعالی نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ہاتھوں ہدایت سے سرفراز کیا۔

بعدازیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اورآپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) بدستور مستقل مزاجی سے حکمت، بہترین نصیحت، صبر اور احسن طور پر جدال کے ساتھ دعوت الی اللہ کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے کافروں کے خلاف تلوار کے ساتھ جہاد کو مشروع کردیا۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اورآپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اس فریضۂ جہاد کو کماحقہ بوجوہ اکمل انجام دیا۔ تب اللہ تعالی نے بھی ان کی مدد ونصرت فرمائی اور وہ بالآخر انجام بخیر کے سزاوار ٹھہرے۔

اور اسی طرح کی نصرت وانجام بخیر تاقیام قیامت ہر اس شخص کا مقدر ہے جو احسن طریقہ پر ان کی اتباع کرے اور ان کے منہج پر پر گامزن ہو۔ اللہ تعالی سے یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام اسلامی بھائیوں کو ان کی احسن طور پر اتباع کرنے والوں میں بنادے۔ اور وہ ہمیں اور تمام داعیان دین بھائیوں کو کارآمد بصیرت افروزی اور عمل صالح کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور حق بات پر صبر کرنے کی توفیق سے نوازے یہاں تک کہ ہم اس (سبحانہ وتعالی) سے ملاقات کریں۔ **إنه ولي ذلك والقادر عليه.**

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

شیخ البانی وابن باز (رحمہما اللہ) کے کلام پر تقریظ از فقیہ الزمان محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ)

جو کچھ شیخین کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے[۸۵] وہ یہ ہے کہ: کفر اس شخص کا ہوگا جو اسکا استحلال کرے اور جو معصیت ومخالفت جانتے ہوئے ایسا حکم کرے تو ایسا شخص کافر نہیں کہلائے گا، کیونکہ وہ اسے حلال جانتے ہوئے ایسا نہیں کرتا بلکہ کبھی خوف یا عجز یا اسی طرح کے حالات میں ایسا کرگزرتا ہے۔ چناچہ اس صورت میں یہ تین آیات[۸۶] تین قسم کے احوال سے متعلق ہوئیں:

۱۔ جو بغیر ماانزل اللہ حکم کرتا ہے اللہ کے دین کو بدل کر تو یہ کفر اکبر ہے جس سے وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالی کے ساتھ شریعت ساز بنالیا اور اس کی شریعت کو اپنے رسم ورواج کے خلاف جانا۔

۲۔ جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے یا خوف وغیرہ کی وجہ سے ایسا حکم کرتا ہے تو ایسا شخص کافر تو نہیں ہوگا لیکن فسق کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

۳۔ جو سرکشی وظلم سے ایسا حکم کرتا ہے لیکن وہ عام قوانین میں ایسا نہیں کرتا بلکہ کسی خاص حکم میں ایسا کرگزرتا ہے مثلاً ایک انسان سے انتقام لینے کی غرض سے اس کے حق میں اس نے حکم بغیر ماانزل اللہ کیا، تو ایسے شخص کو کہا جائے گا کہ یہ ظالم ہے۔ لہذا یہ اوصاف حسب احوال ہی نازل ہوئے۔

اور علماء میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ تینوں اوصاف ایک یہ موصوف کے ہیں کیونکہ ہر کافر ظالم ہوتا ہے اسی طرح سے ہر کافر فاسق بھی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں:

﴿ **وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ** ﴾ (البقرۃ: ۲۵۴)

(اور کافر ہی ظالم ہیں)

---

[۸۵] شیخ ابن عثیمین پر شیخ البانی کے مسئلۂ تکفیر وحکم بغیر ماانزل اللہ سے متعلق سابقہ کلام پیش کئے جانےکے بعد آپ پر اسی کلام پر لکھی گئی شیخ ابن باز کی تعلیق بھی پیش کی گئی تو آپ نے ان دونوں شیخین کے کلام پر ایک مجمل ونافع تعلیق فرمائی جو دراصل خلاصہ ہے شیخین کے مندرجہ بالا کلام کا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس سے ہم سب کو نفع پہنچائے۔

[۸۶] یعنی اللہ تعالی کا فرمان ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾، ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾، اور ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [المائدة، الآيات: 44، 45، 47].

اور اس فرمان سے کہ:

﴿ **وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ** ﴾ (السجدة: ٢٠)

(لیکن جن لوگوں نے فسق کیا تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے)

یہاں فسق سے مراد فسقِ اکبر ہے۔

تاہم معاملہ ان میں سے جو بھی ہو اس کے نتیجہ پر نظر رکھیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا جس کی طرف شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اشارہ فرمایا؟ یہ محض نظریاتی مسئلہ نہیں بلکہ جو چیز اہم ہے وہ اس کی عملی تطبیق ہے اس کا کیا نتیجہ ہوگا (اس بارے میں سوچنا چاہیے)؟

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

فتویٰ کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وأصحابه ومن اهتدى بهداه أما بعد:

کبار علماء کمیٹی نے اپنے انچاسویں (٤٩) اجلاس منعقدہ ١٤١٩/٤/٢ھ بمقام طائف میں اس مسئلہ پر غورو غوض کیا جو بہت سے اسلامی ممالك میں برپا ہے ۔ یعنی تکفیر و تفجیر (دھماکے) جس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے آثرات سیئہ جیسے خون ناحق کا بہنا، عمارتوں وتنصیبات کی تخریب کاری، معصوم جانوں کی ہلاکت، لوگوں کی اموال کا تلف ہونا، ان کا خوف وہراس کی فضا میں زندگی بسر کرنا، امن وامان کو متزلزل کرنا وغیرہ کے پیش نظر مجلس علماء نے اس سے متعلق وضاحت نشر کرنے کا بیڑا اٹھایا تاکہ اللہ تعالی اور اس کے بندوں کے لئے خیر خواہی کا تقاضہ پورا کر کے ایسے اعمال سے بری الذمہ ہوا جائے اور صحیح دینی مفاہیم بیان کئے جائیں جو ان لوگوں کے (جن پر اس مسئلہ کو مشتبہ کر دیا گیا) التباس کو زائل کریں ۔ پس ہم اللہ تعالی کی توفیق سے یہ کہتے ہیں کہ:

اولاً: تکفیر ایك شرعی حکم ہے، جس کا حکم لگانا اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے، جسطرح تحلیل وتحریم وایجاب کا مرجع اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اسی طرح تکفیر کا بھی اصل مرجع اللہ اور اسکا رسول ہیں ۔ ہر وہ قول یا عمل جس پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہو لازم نہیں کہ وہ کفر اکبر ہی ہو جو انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے ۔

اور جب ہم نے یہ تسلیم کیا کہ تکفیر کا اصل حق اللہ اور اس کے رسول کا ہے تو ہمارے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ کسی کی تکفیر کریں سوائے اس کے جس کی تکفیر پر قرآن وسنت دلالت کرتے ہیں ۔ اور وہ دلالت بھی بالکل واضح ہو محض شبہ یا گمان کے بل بوتے پر نہ ہو کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے خطرناك احکام مرتب ہوتے ہیں ۔

جب حدود کے معاملے میں شبہات (احتمالات) اس کے نفاذ کو روك سکتے ہیں جبکہ اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے احکامات اتنے سنگین نہیں جتنا کہ تکفیر سنگین نتائج کا پیش خیمہ ہے، تو تکفیر زیادہ اس لائق ہے کہ اس کے معاملے میں احتمالات کا پاس کیا جائے ۔

اسی وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امت کو کسی ایسے شخص کی تکفیر سے سختی کے ساتھ خبردار کیا ہے جو کہ کافر نہیں چناچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے:

"ایما أمریء قال لاخیه: یا کافرفقد باء بها أحدهما، إن کان کما قال، وإلا رجعت علیه."

(جو کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ حکم ان میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا تو صحیح ہے ورنہ وہ تکفیر خود کہنے والے پر لوٹ آتی ہے[۸۷])

اور اس طرح کی آیات واحادیث وارد ہیں جن میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول یا یہ فعل یا یہ اعتقاد کفر ہے لیکن جس شخص کو اس سے متصف کیا جارہا ہے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ ایسا سبب موجود ہوسکتا ہے جو اس کی تکفیر میں مانع ہے۔

اور یہ حکم دیگر ایسے احکام کی طرح ہے جو کہ اپنے اسباب وشروط کے پائے جانے اور موانع (رکاوٹوں) کے رفع ہو جانے کے سوا مکمل نہیں ہوتے۔ جیسا کہ وراثت کے بارے میں ہوتا ہے اس کا سبب قرابت داری ہوتی ہے مثلاً اس سبب قرابت داری ہونے کے باوجود کسی مانع کی وجہ سے وراثت کا حکم نافذ نہ ہو جیسے اختلاف ادیان۔ اور اسی طرح کفر کا معاملہ ہے مثلاً کسی مومن کو کفر کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور کبھی ایک مومن کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا جذبات فرحت یا غضب وغیرہ کے غلبہ کی وجہ سے تو اس صورت میں بھی اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ اس کا قصد وارادہ نہیں رکھتا تھا جیسے کہ حدیث میں وارد قصہ میں اس اللہ کے بندے نے کہا: "اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب[۸۸]" وہ خوشی کی شدت کے سبب یہ غلطی کر گیا[۸۹]۔

پس تکفیر میں جلد بازی سے کام لینے سے بہت سے پر خطر امور مرتب ہوتے ہیں جیسے جان ومال کا حلال ہونا، وارثت کا نہ ملنا، نکاح کا فسخ ہونا وغیرہ احکام جو مرتد ہونے کی وجہ سے نافذ ہوتے ہیں۔

---

[۸۷] أخرجه البخاری (6104)، ومسلم (60) عن ابن عمر -رضی الله عنهما-.

[۸۸] أخرجه مسلم (2747) عن أنس بن مالك -رضي الله عنه-.

[۸۹] یہاں شدت فرحت وخوشی "سبب" ہے اس "مانع" کے وجود کا جو اس کی تکفیر کی راہ میں حائل ہے۔ یعنی "عدم قصد"۔ اس بارے میں جو غلطی اورخلط ملط کیا گیا اس کی حقیقت کو جاننے کے لئے دیکھیے میری کتاب "التعریف والتنبئه" (ص 74-75) و "مع شیخنا ناصر السنة والدین ... " (ص 23) و "التنبیهات المتوائمه ... " (ص 111 - الأصل). [شیخ علی حسن بن عبدالحمید الحلبی (حفظہ اللہ)]

توہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ایک مومن کے لئے یہ کیسے زیبا ہے کہ وہ ایک ادنی سے شبہ کی بنیاد پر اتنے خطرناک حکم پر پیش قدمی کرے؟!

اور اگر یہ معاملہ حکام سے متعلق ہو تو اس کی قباحت اور بھی شدید ہوجاتی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے فساد میں سے ان کی حکم عدولی، اور ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا، انارکی کا پھیلنا، خون ناحق بہنا، عوام وملک میں فساد برپا ہوجانا وغیرہ ہے۔

اسی لئے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا تختہ الٹنے کی کارروائی سے منع فرمایا: " ... **إلا أن تروا كفراً بواحاً، عندكم فيه من الله برهان.**"
(الا یہ کہ تم اسے کھلم کھلا کفر کا ارتکاب کرتے دیکھو، جس کی تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے دلیل ہو[۹۰])

تشریح:

☆ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قول "**كفراً**" سے معلوم ہوا کہ کفر سے کم کوئی چیز ہو یعنی فسق چاہے کتنا ہی کبیرہ کیوں نہ ہو کافی نہیں مثلاً ظلم کرنا، شراب نوشی، جوا بازی اور حرام اجارہ داری وغیرہ۔

☆ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قول "**بواحاً**" سے معلوم ہوا کہ ایسا کفر بھی کافی نہیں جو بواح یعنی ظاہر وصریح نہ ہو۔

☆ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قول "**عندكم فيه من الله برهان**" سے معلوم ہوا کہ بالکل صریح دلیل ہونی چاہیے یعنی ثبوت کے اعتبار سے صحیح اور دلالت کے اعتبار سے صریح ہونی چاہیے، اس لئے یہ بھی کافی نہیں کہ دلیل کی سند ضعیف ہو اور اس کی دلالت غیر واضح وغیر صریح ہو۔

☆ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قول "**من الله**" سے معلوم ہوا کہ کسی عالم کے قول کا اگر اس کے پاس کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صحیح وصریح دلیل نہ ہو کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ علم وامانت کے کتنے ہی بلند مقام پر فائز کیوں نہ ہو۔

---

[۹۰] أخرجه البخارى (7056) ومسلم (1709) عن عباده بن الصامت -رضى الله عنه-.

اتنی ساری شرائط وپابندیوں سے اس معاملے کی سنگینی وخطرانگیزی آشکارا ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے:

تکفیر میں جلدبازی بہت بڑی خطرناک غلطی ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُواْ بِاللّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ ﴾ (الأعراف: ٣٣)

(آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہرگناہ کی بات کواور ناحق کسی پر ظلم کرنے کواوراس بات کوکہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراو جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کوکہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادوجس کوتم جانتے نہیں)

ثانیاً: اس برمبنی خطا عقیدے کے نتیجے میں مرتب ہونے والے انجام میں سے لوگوں کے خون کا مباح ٹھہرایا جانا، عزتوں کا لٹنا، عام وخاص کے بلاامتیازمال کا سلب ہونا، گھروں اور گاڑیوں کا دھاکے سے اڑا دیا جانا، اہم عمارتوں میں تخریب کاری کرنا تو یہ سب اوران جیسے دیگر اعمال مسلمانوں کے اجماع کے مطابق شرعاً حرام ہیں کیونکہ اس سے جو معصوم جانوں، اموال، امن وامان کی حرمت کوپامال کیا جاتا ہے، اپنے گھروں اور کاروبارِدنیا میں چین واطمئنان سے زندگی بسرکرنے والوں کی صبح وشام کی آمد ورفت، اور عامۃ الناس کے ایسے مصالح جن سے وہ اپنی زندگی میں مستغنی نہیں ہوسکتے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کے مال، عزت اور جسم کی حفاظت کی ہے اور ان کی پامالی کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور اس پر بہت ذیادہ زور دیا ہے یہاں تک کہ ان آخری پیغاموں میں سے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امت کو پہنچائے یہ بھی تھا جوآپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبۂ حجۃالوداع میں ارشاد فرمایا:

"أن دماءكم، واموالكم، واعراضكم، عليكم حرام: كحرمة يوكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا" ثم قال -صلى الله عليه وسلم-: "الاهل بلّغت؟ اللهم فاشهد[٩١]".

---

[٩١] أخرجه مسلم (1218) - جابر (رضی اللہ عنہ) کی طویل حدیث کے ضمن میں بیان ہوا۔

(یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت ایک دوسرے پر حرام ہے اس شہر میں اس مہینے میں اس دن کی حرمت کی طرح۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ [صحابہ نے جواب دیا جی ہاں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا] اے اللہ تو گواہ رہنا")

اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ:

"كل المسلم على المسلم حرام: دمه، وماله، وعرضه"[٩٢].

(ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، مال اور عزت حرام ہے)

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے:

"اتقوا الظلم، فأن الظلم ظلمات يوم القيامه"[٩٣].

(ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت اندھیریوں کا باعث ہوگا)

اللہ تعالی نے ایک مومن کے حق میں یہ فرما کر ڈرایا ہے کہ:

﴿ **وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً** ﴾ (النساء: ٩٣)

(اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کرڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالی کا غضب ہے، اسے اللہ تعالی نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے)

اور اللہ تعالی نے اس کافر کے قتل خطاء ہوجانے کے حق میں فرمایا جو کہ ذمی ہے:

﴿ **وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ** ﴾ (النساء: ٩٢)

(اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد وپیمان ہے تو خون بہا لازم ہے، جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی ضروری ہے)

---

[٩٢] أخرجه مسلم (2564) عن ابى هريره -رضى الله عنه-.

[٩٣] أخرجه مسلم (2578) عن جابر -رضى الله عنه-.

سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کافر جسے امان دیا گیا تھا کو غلطی سے قتل کرنے پر دیت بھی ہے اور کفارہ بھی تو جو کوئی اسے عمداً قتل کرے اسکا کیا وبال ہوگا؟ بیشك اس صورت میں اس جرم کی شناعت اور بڑھ جائے گی اور گناہ بھی زیادہ ہوگا اسی وجہ سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صحیح سند کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"من قتل معاهدا: لم يرح رائحة الجنة[۹۴]."

(جس نے کسی معاہد[وہ کافر جس سے معاہدہ ہو] کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تك نہ پائے گا)

ثالثاً: مجلس علماء جہاں بلادلیل قرآن وحدیث لوگوں کی تکفیر کرنے کے خطرے کو بیان کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے شرپسندی وبرائی کی مذمت کرتی ہے وہیں مجلس دنیا کے سامنے یہ اعلان بھی کرنا چاہتی ہے اسلام اس غلط اعتقاد سے بری ہے اور جو کچھ بعض ممالك میں ہورہا ہے کہ معصوم جانوں کا خون بہایا جارہا ہے، عمارتوں، گاڑیوں اور قومی وذاتی املاك کو دھماکوں سے اڑایا جارہا ہے اور عمارتوں میں تخریب کاری کی جارہی ہے یہ سب مجرمانہ اعمال ہیں اور اسلام اس سے بری ہے۔ اوراسی طرح ہر مسلمان جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اس سے بری ہے۔ ایسی حرکت تو کوئی گمراہ کن عقائد اور منحرف افکارات رکھنے والے ہی کرسکتا ہے جو اپنے اس جرم اور گناہ کا بار آپ ہی اٹھائے گا۔ اس کا یہ عمل ہرگز بھی اسلام میں شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی صحیح راہ اسلام سے ہدایت یاب ہونے والے مسلمان جو کتاب وسنت سے تمسك اختیار کرنے والے اور اللہ کی مضبوط رسی کو تھامنے والے ہیں سے ان کا کوئی سروکار ہے۔ بلکہ یہ تو محض ایسا فساد ہے کہ جسے شریعت وعقل تسلیم نہیں کرتی اسی لئے نصوص شریعہ میں اس کی حرمت بیان کی گئی ہے اور ایسے کاموں میں ملوث لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے بھی خبردار کیا گیا ہے۔

چناچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

[۹۴] أخرجه البخاري (3166) عن عبد الله بن عمرو -رضي الله عنه-.

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ○ وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ (البقرة: ۲۰۴-۲۰۶)

(اورلوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ جس کی باتیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس دنیاوی زندگی میں خوش آئند لگیں اوروہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو بھی گواہ کرتا ہے، حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر جاتا ہے توزمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالی فساد کو ناپسند کرتا ہے۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر وتعصب اسے گناہ پر آمادہ کردیتا ہے، ایسے کے لئے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے)

تمام مسلمانوں پر چاہے وہ جہاں کہیں بھی بستے ہوں یہ واجب ہے کہ وہ تواصی بالحق اور نصیحت کوبروکار لائیں اور نیکی وبھلائی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں، حکمت وخوش کلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے احسن انداز میں جدال کریں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ (المائدة: ۲)

(نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہواور گناہ وظلم وزیادتی میں تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے)

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (التوبة: ۷۱)

(مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، عنقریب اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے گا، بیشک اللہ تعالی ہی غالب حکمت والا ہے)

اور فرمایا:

﴿ **وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ** ﴾ (العصر: ١-٣)

(زمانے کی قسم۔ بیشک انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی)

اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین بار فرمایا:

"الدين النصيحه (ثلاثا) قيل: لمن يا رسول الله؟ قال: لله، ولكتابه، ولرسوله، ولأئمة المسلمين وعامتهم[٩٥]."

(دین تو خیرخواہی کا نام ہے، دریافت ہوا کہ خیرخواہی کس کے لئے؟ فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکام اور عام مسلمانوں کے لئے)

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى[٩٦]."

(مسلمانوں کی آپس میں محبت، رحم اور ہمدردی کی مثال تو ایک جسم کی مانند ہے، کہ اگر جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو پورا جسم اس کے سبب حالت کرب وبخار میں جاگ کر گزارتا ہے)

اس معنی کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں۔

ہم اللہ تعالی کے اسماء حسنی اور اعلی صفات کی وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں سے ان مصائب کو دور کردے، اور تمام مسلم حکمرانوں کو اس کام کی توفیق دے جس میں لوگوں اور ملکوں کی خیروبھلائی ہو، اور فسادیوں کے

[٩٥] أخرجه مسلم (55) عن تميم الداري -رضي الله عنه- اور بخاری نے اپنی صحیح میں صحابی کا نام ذکر کیئے بغیر تعلیقاً روایت کی (کتاب الإيمان / باب: 42).

[٩٦] أخرجه البخاري (6011) ومسلم (2586) عن النعمان ابن بشير -رضي الله عنه-.

فساد کا قلع قمع کردے، اوران حکام کے ذریعے اپنے دین کی نصرت فرمائے اور مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ان کے احوال کی اصلاح فرمائے اوراس کے ذریعے حق کی نصرت فرمائے۔ **أنه ولى ذلك، والقادر عليه.**

وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وآله، وصحبه.

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (حفظہ اللہ)

(مفتیٔ اعظم، سعودی عرب)

سماحۃ الشیخ "نواقص الاسلام" پر لکھی گئی اپنی شرح کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

"ایک مسلمان کو یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ نواقص اسلام پر کلام کرنا یا ایسے مسئلے کہ بارے میں کلام کرنا جس کا سبب کفروگمراہی ہو، یہ ان انتہائی اہم اور عظیم ترین امور میں سے ہے جن پر قرآن وسنت کی موافقت کے سوا پیش قدمی ناجائز ہے۔

اور کسی کی تکفیر کا معاملہ ایسا نہ ہوکہ جس کی بنیاد محض اپنی اہوا پرستی و خواہش نفس ہو، کیونکہ اس صورت میں تو یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ لہذا ایک مسلمان کی تکفیر یعنی اس پر کفر کا حکم لگانا جائز نہیں الایہ کہ وہ کوئی ایسے (قول وعمل) کا مرتکب ہو جو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی تکفیر کا شرعی موجب ہو۔

مگر اس کے سوا لوگوں کی تکفیر کرتے پھیرنا اور کہنا کہ فلاں فلاں کافر ہے یا محض اپنی خواہشات اور دلی میلانات ورجحانات کی بل بوتہ پر کسی پر کافر یا فاسق ہونے کا حکم چسپاں کرنا قطعی حرام ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ (الحجرات: ٦)

(اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو)

پس ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی پر کفر یا فسق کا حکم چسپاں نہ کریں جبتک اس پر قرآن وسنت کی دلیل واضح نہ کردے، کیونکہ یہ جو تکفیر وتفسیق (کسی کو فاسق قراردینا) کے معاملے ہیں اس میں بہت سو کہ قدم پھسل جاتے ہیں اور فہم گمراہی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اور اس لئے کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کو چھوٹے سے گناہ یا غلطی پر کافر قرار دینے لگ جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگ خود بھی سیدھی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔"

اسی طرح سماحۃ الشیخ نے "صحیفۃ الشرق الأوسط" کو اپنے ایک انٹرویو بتاریخ ۲۰۰۱/۴/۲۱م میں فرمایا:

"التكفير أمر خطير، يجب على المسلمين عدم الخوض فيه، وتركه لأهل العلم الراسخين."

(تکفیر ایک نہایت پر خطر وحساس مسئلہ ہے جس میں عام مسلمانوں کو طبع آزمائی نہیں کرنی چاہئیے بلکہ اس میدان کو راسخ العلم علماء کرام کے لئے چھوڑ دینا چاہئیے)۔

شیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ)

(رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

اس بات کا خلاصہ جو فضیلۃ الشیخ (حفظہ اللہ) نے اپنے رسالے "ظاہرۃ التبدیع، والتفسیق والتکفیر، وضوابطہا" (ص ۲۷) میں فرمایا:

"تکفیر کا لاپرواہانہ طور پر کسی پر اطلاق کرنا ان جاہلوں کا کام ہے جو سمجھتے ہیں کہ ہم علماء ہیں! انہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ حاصل نہیں بلکہ انہوں نے تو محض کچھ کتابیں پڑھ کر اور غلط لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تفسیق جیسے مسمیات کو اس کے مرتکبین یا حقداروں پر بنا علم کے چسپاں کردیا! کیونکہ وہ اللہ کے دین میں عدم فقاہت کی وجہ سے ان حساس امور کو ان کے اصل مقام پر رکھنا نہیں جانتے تھے ...

ان کی مثال تو اس جاہل انسان کی سی ہے جو کسی اسلحہ پر قابو پالیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا صحیح استعمال کسطرح کیا جائے۔ ایسے شخص سے کوئی بعید نہیں کہ وہ مبادا اپنے آپ کو یا اپنے اہل وعیال کو ہی قتل کردے کیونکہ وہ اس آلہ کے صحیح استعمال سے واقف نہیں۔"

اسی طرح فضیلۃ الشیخ (حفظہ اللہ) نے اپنے فتوی "المنتقی من فتأویہ" (۱۱۲/۱) میں فرمایا:

"ہر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی پر تکفیر کا اطلاق کرے یا پھر مختلف جماعتوں یا افراد کی تکفیر سے متعلق کلام کرے۔ تکفیر کے اپنے ضوابط ہیں جو کوئی نواقص اسلام میں سے کسی قول وفعل کا مرتکب ہوگا تو صرف اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اور نواقص اسلام معروف ہیں جیسے ان میں سے سب سے بڑا اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا، علم غیب کا دعوی کرنا، حکم بغیر ما انزل اللہ[۹۷] کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ** ﴾ (المائدہ: ۴۴)

(اور جو کوئی بھی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

چنانچہ تکفیر ایک خطرناک معاملہ ہے کسی کے لئے لائق نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے حق میں تکفیر کا اعلان کرے یہ تو شرعی عدالت اور راسخ العلم علماء کرام کا حق ہے جوکہ اسلام اور اس کے نواقص سے پوری طرح باخبر ہیں، اسی طرح لوگوں اور معاشروں کے موجودہ احوال سے بھی بخوبی آگاہ ہیں تو ایسے ہی لوگ تکفیر وغیرہ کا حکم لگانے کے اہل ہیں۔

جہاں تک سوال ہے جاہلوں، عوام الناس اور مختلف اقسام کے پڑھے لکھے لوگوں کا تو انہیں بالکل بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی شخص، جماعت یا ملک پر کفر کا حکم لگائیں کیونکہ یہ لوگ قطعاً اس کے اہل نہیں۔"

اپنی کتاب "البیأن لأخطاء بعض الکتّاب" (ص ۱۰۴) کے ایک مقام پر فضیلۃ الشیخ (حفظہ اللہ) نے فرمایا:

"وأما كون التكفير فيه قسوة وخطوره، فذلك لا يمنع من اطلاقه على من اتصف به ... "

---

[۹۷] **شیخ صالح الفوزان (حفظہ اللہ) "الخطب المنبریہ" (24/1) میں اس کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

"اسلام سے مرتد ہونے کی اقسام میں سے الحکم بغیر ماانزل اللہ بھی ہے۔ جو اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتا اور وہ اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلے سے بہتر سمجھتا ہے، یا یہ لوگوں کے حق میں ذیادہ بہتر ومفید ہے، یا یہ سمجھتا ہے کہ اسے مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کرے یا دیگر خودساختہ قوانین کے مطابق تو ایسا شخص کافر اور اسلام سے مرتد ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ اور یہ برابر ہے کہ وہ تمام قوانین میں غیر شرعی فیصلے کرتا ہے یا بعض قوانین میں جبتک وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ معاشرے کے لئے ذیادہ بہتر ومفید ہے، یا یہ بالکل جائز ہے تو وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہی کہلائے گا چاہے وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے ... "

(اگرچہ تکفیر میں سنگدلی اور خطرہ پایا جاتا ہے، لیکن یہ اس بات سے مانع نہیں کہ جسے (نصوص میں) اس صفت سے متصف کیا گیا ہے اس پر اس کا اطلاق نہ کیا جائے[۹۸] ...)

الحکم بغیر ما انزل اللہ اور موجودہ جماعتوں کی حالت زار:

شیخ صالح الفوزان (حفظہ اللہ) شیخ ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ) کی مایہ ناز تصنیف "منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ، فیہ الحکمہ والعقل" کے مقدمہ (ص ۹-۱۱) میں بعض جماعتوں اوراحزاب کی انبیاء کرام کے منہج سے دوری کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" ... اس کی بہترین مثال دورحاضر کی وہ جماعتیں ہیں جنھوں نے اپنی دعوت کے لئے وہ منہج متعین کیا جو انبیاء کرام (علیہم السلام) کے منہج سے مختلف ہے اور ان میں سے اکثر جماعتوں نے عقیدے کے معاملے میں غفلت برتی، اصول کو چھوڑ کر چند گوشوں کی اصلاح کی دعوت دینی شروع کردی، ایک جماعت نے سیاست اور حکومت کی اصلاح کی دعوت سے اپنی تحریک کو شروع کیا اور لوگوں پر شریعت کی حکمرانی اور حدود قائم کرنے کا مطالبہ کرنے لگی، یہ ایک اہم زاویہ ضرور ہے، لیکن سب سے اہم ترین نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چور اور زانی پر شرعی حد کے نفاذ کا مطالبہ، مشرک پر اللہ کے حکم کے نفاذ سے پہلے کیا جائے؟ بکری اور اونٹ کے لئے لڑنے والوں پر اللہ کے فیصلے کا نفاذ، قبروں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات میں الحاد کرنے اوراس کی صفات کو معطل کرنے اوراس کے کلمات میں تحریف کرنے والوں سے پہلے کیا جائے؟ کیا یہ لوگ ذیادہ مجرم ہیں یا وہ لوگ جو زناکاری، شراب نوشی اورچوری میں ملوث ہیں؟ بیشک یہ جرائم لوگوں کے حق میں برے ہیں جبکہ شرک اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی نفی، خالق کے حق میں بری ہے، اور خالق کا حق مخلوق کے حق پر مقدم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"فھذہ الذنوب - مع صحة التوحید - خیر من فساد التوحید مع عدم ھذہ الذنوب."

---

[۹۸] لیکن مندرجہ بالا شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورہ بالا اہل ہی اسے انجام دے سکتے ہیں۔

(یہ گناہ توحید کی صحت وسلامتی کے ساتھ بہتر ہیں، اس سے کہ یہ گناہ نہ ہوں مگر توحید میں فساد ہو[۹۹]) **(الاستقامۃ: ۴۶۶/۱)**

ایک جماعت ہے جو دعوت کا کام سرانجام دے رہی ہے، لیکن وہ اس منہج پر چل رہی ہے جو انبیاء کرام (علیہم السلام) کے منہج سے مختلف ہے، یہ جماعت عقیدے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، بس اس نے عبادت کے چند گوشوں کا احاطہ اور صوفی منہج کے مطابق کچھ ذکرواذکار کی مشق کرلی ہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ نکلنے اور سیاحت کرنے کی ترغیب دیتی ہے، ان کے پاس اہمیت اسی کی ہے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ نکالا جائے، چاہے ان کے عقائد جیسے بھی ہوں، یہ تمام نئے طریقے ہیں جو وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں سے انبیاء (علیہم السلام) کی دعوت ختم ہوتی ہے، ان کی مثال اس ڈاکٹر کی سی ہے جو ایسے جسم کا علاج کررہا ہے جس کا سر تن سے جدا ہوچکا ہے، اس لئے کہ دین میں عقیدے کا مقام جسم میں سر کی طرح ہے[۱۰۰]، اس جماعت سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کا منہج جاننے کے لئے کتاب وسنت کی جانب رجوع کریں اور اپنے منہج وفکر کو صحیح کرلیں۔

حکومت اور اقتدار جو دوسری جماعت کا محور ہے، جس کی جانب ہم نے پہلے اشارہ کیا، اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ صرف ایک اللہ (وحدہ لاشریک لہ) کی عبادت نہ کی جائے اور اس کے سوا تمام چیزوں کی عبادت کو نہ چھوڑا جائے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنْكُمْ وَعَمِلُواْ الصَّلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِى ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِى لاَ يُشْرِكُونَ بِى شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَـسِقُونَ ﴾ (النور: ۵۵)

---

[۹۹] اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی اس بات پر شاہد ہے:
﴿ إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ **(النساء: 48)**
(اللہ تعالی اسی بات کو معاف نہیں فرماتے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، بجز اس کے جو گناہ بھی ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں)۔ [مترجم]

[۱۰۰] یہی بات نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی ایک حدیث میں فرمائی "رأس الأمر الإسلام" (دین کا سر اسلام ہے)۔ اسلام کی تعریف میں جو بات سب سے پہلے ارشاد فرمائی وہ توحید یعنی شہادت کا اقرار ہے جیسا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی صحیح مسلم کی مشہور حدیث جبرئیل (علیہ السلام) میں بیان ہوا۔ [مترجم]

(اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جما دے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے اور ان کے (موجودہ) خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (شرط یہ ہے کہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، جس نے اس کے بعد انکار کی روش اپنائی، پھر ایسے لوگ ہی فاسق ہیں)

کیا یہ لوگ ملک کو بت پرست عقائد، مردوں کی عبادت اور درگاہوں سے تعلق کو (جو لات، عزیٰ اور منات کی پرستش سے کچھ بھی مختلف نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے) پاک کرنے سے پہلے اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں؟ گویا یہ ایک ایسی کوشش ہے جو کبھی بارآور نہیں ہوگی:

[ومن طلب العلا من غير كد،

أضاع العمر في طلب المحال]

(جو مشقتوں کے بغیر بلند درجے حاصل کرنا چاہتا ہے، گویا اس نے اپنی عمر ایک ناممکن کام میں گنوا دی)

بیشک شریعت کی حاکمیت، حدود اور اسلامی اسٹیٹ کا قیام، حرام سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی یہ تمام توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل اور اس کے تابع ہیں، پھر کیسے تابع کا تو اہتمام کر لیا جائے لیکن اصل کو چھوڑ دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان جماعتوں کی دعوت کے طریقے میں انبیاء کرام (علیہم السلام) کے منہج کی مخالفت پائی جاتی ہے، وہ اسی لئے اس منہج سے ناواقف ہیں اور جاہل کے لئے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ داعی بنے، کیونکہ دعوت کی اہم شرائط میں سے ایک شرط علم ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿ قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِى أَدْعُوٓ إِلَى ٱللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى وَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴾ (يوسف: ١٠٨)

(آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف مکمل بصیرت کے ساتھ بلا رہا ہوں، میں بھی اور میرے متبعین بھی، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی قابلیت میں سب سے اہم علم ہے، بہت سے وہ لوگ جو دعوت کی طرف منسوب ہیں اگر ان میں سے کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے نواقص کیا ہیں یعنی وہ کن چیزوں

سے ٹوٹ جاتا ہے؟ تو وہ اس کا صحیح جواب بھی نہیں دے سکیں گے، تو پھر ایسے لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ داعی بنیں؟

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جماعتیں خود آپس میں دست بگریباں ہیں، کیونکہ ہر جماعت کا پلان (منشور) اور منہج دوسری جماعت سے مختلف ہے اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی منہج سے روگردانی کرنے کا لازمی نتیجہ ہے، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا منہج ایک ہے جس میں نہ تو کوئی تقسیم ہے اور نہ اختلاف۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿ **قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي** ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

(آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف مکمل بصیرت کے ساتھ بلا رہا ہوں، میں بھی اور میرے متبعین بھی)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متبعین اسی ایک راہ پر گامزن ہیں، اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ اختلاف ان میں ہے جو اس منہج کی مخالفت کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿ **وَأَنَّ هَـذَا صِرَطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ** ﴾ (الأنعام: ۱۵۳)

(یہ دین میری سیدھی راہ ہے، پس تم اس ہی کی پیروی کرو، دیگر راہوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اس (اللہ) کی راہ سے گمراہ کردیں گی)

یہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی مختلف جماعتیں، خود دین کے لئے خطرہ اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اس بنا پر یہ ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے اختلاف کو واضح کیا جائے اور یہ بات سب پر عیاں کردی جائے کہ ان کے اس اختلاف کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿ **إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ** ﴾ (الأنعام: ۱۵۹)

(جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور مختلف گروہ ہوگئے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اس لئے کہ اسلام دین پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ **أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ** ﴾ (الشوری: ۱۳)

(دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا)

نیز ارشاد ہوا:

﴿ **وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ** ﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

(اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت کرو)

جب اس حقیقت کو منکشف کرنا لازم اور ضروری ہوگیا تو باغیرت اور محقق علماءکرام کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی تاکہ ان جماعتوں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرے اور دعوت الی اللہ میں ان کی انبیاء (علیہم السلام) کے منہج سے مخالفت کو واضح کرے، تاکہ وہ حق کی طرف پلٹیں، اس لئے کہ حق تو مومن کا گمشدہ مال ہے اور اس لئے بھی کہ وہ شخص دھوکہ نہ کھائے جو ان کی غلطیوں سے آگاہ نہیں ہے۔ جن علماء کرام نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے:

"الدين النصيحة، الدين النصيحة، الدين النصيحة، قلنا: لمن يا رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)؟ قال: لله، ولكتابه، ولرسوله، ولأئمة المسلمين وعامتهم[۱۰۱]**."**

(دین تو خیرخواہی کا نام ہے، دین تو خیرخواہی کا نام ہے، دین تو خیرخواہی کا نام ہے، ہم نے دریافت کیا: "کس کی خیرخواہی؟" آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کی، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکام اور عام مسلمانوں کے لئے۔")

---

[۱۰۱] تخریج حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ان علماء کرام نے اس عظیم مہم کو سرانجام دیا، ان جماعتوں کی حقیقت کو کھول کھول کر بیان کیا اور امت کی خیر خواہی کی، انہیں میں سے ایک، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ) بھی ہیں[۱۰۲] ... "

[۱۰۲] **"منهج الأنبياء في الدعوة الى الله، فيه الحكمه والعقل" للشيخ ربيع بن هادى المدخلى، مترجم محمد انور محمد قاسم سلفى سے معمولى تبديلى كے ساته اقتباس۔**

کیا شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) مرجیئہ[١٠٣] تھے؟

امام البانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس تناظر کو واضح کیا ہے کہ جس کے تحت ایمان کے اندر اعمال بھی داخل ہیں اور یہ کہ اس میں کمی و ذیادتی بھی ہوتی رہتی ہے۔ (ان کا یہ کلام) جو انہوں نے "کتاب الایمان" میں بیان فرمایا ہے مزید کسی وضاحت کا محتاج نہیں، پس جس کسی کو مزید تفصیل کی ضرورت ہو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ: یہ وہی بات ہے جو میں بیس سال سے زائد عرصے سے لکھتا چلا آیا ہوں جس میں ایمان سے متعلق سلف کے مذہب اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا اثبات ہے، والحمد للہ۔ پھر کہیں جاکر ہمارے اس موجودہ دور میں سفہاء الاحلام (بیوقوف) اور حدثاء الاسنان (نوجوان) آئے جو ہم پر ارجاء کے تہمت لگانے لگے!! ہم تو ان کی شیطانیوں کا شکوہ اللہ تعالی کے آگے ہی پیش کرتے ہیں، گمراہی، جہالت اور پروپیگنڈہ کی شیطانی ... "

شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعریف وثناء اور ارجاء کی تہمت سے برأت سے متعلق علماء کرام کا کلام

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رحمۃ اللہ علیہ)

آپ نے فرمایا:

"ما رأيت تحت أديم السماء عالمًا بالحديث في العصر الحديث مثل العلامة محمد ناصر الدين الألباني."

(میں نے آسمان کی چھت کے نیچے علامہ ناصر الدین البانی سے بڑھ کر کسی کو اس دور میں عالم حدیث نہیں پایا)

---

١٠٣ مرجیئہ ایک قدیم گمراہ فرقہ ہے جس کے نزدیک عمل ایمان میں داخل نہیں، اور محض ایمان کا اقرار کرنے والا بے عمل اور گنہگار مسلمان کا ایمان جبرئیل اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایمان کے برابر ہے الغرض ایمان میں کوئی کمی یا ذیادتی نہیں ہوتی۔ نہ نیکی کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ گناہ کرنے سے اس میں کوئی نقص ہوتا ہے۔ [مترجم]

اسی طرح سے سماحۃ الشیخ (رحمۃ اللہ علیہ) سے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): **"إن اللّٰہ یبعث لهذه الأمّة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها."**

(بیشک اللہ تعالی اس امت کے لئے ہر صدی میں ایک مجدد بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا)

کہ متعلق دریافت کیا گیا کہ اس صدی کا مجدد کون ہے؟

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: **"الشيخ محمد ناصر الدين الألباني هو مجدد هذا العصر في ظني، و اللّٰہ أعلم."**

(میرے رائے کے مطابق اس دور کے مجدد شیخ محمد ناصر الدین البانی ہیں، واللہ اعلم)

سوال: کیا وہ علماء کرام جو شہادتین کا اقرار اور دل میں ایمان کی بنیاد موجود ہونے والے کے تمام اعمال ترک کردینے پر بھی تکفیر کے قائل نہیں مرجیئہ عقیدے پر ہیں؟

سماحۃ الشیخ: "نہیں، جو کوئی تارک صوم وزکوۃ وحج کی تکفیر نہیں کرتا، ایسا کہنے والا تو اہلسنت والجماعت میں سے ہی ہے۔ کیونکہ ان (اعمال) کو ترک کرنے والا کافر نہیں۔ بہرحال وہ ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ضرور ہوا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں ایسا شخص بھی کافر ہے لیکن صحیح ترین موقف یہی ہے کہ وہ کفر اکبر والا کافر نہیں ہوا۔ جہاں تک جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے کا تعلق ہے تو راجح ترین قول کے مطابق یہ کفر اکبر ہے۔ البتہ جہاں تک اسکا زکوۃ، روزہ اور حج ترک کرنے کا تعلق ہے تو وہ کفر دون کفر (کم تر کفر) ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے[۱۰۲]۔"

علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ)

آپ نے شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں فرمایا:

[۱۰۲] "حوار حول مسائل التکفیر" شیخ کے 1418ھ میں دیئے گئے لیکچر سے ماخوذ، جمع واعداد خالد الخراز طبع مکتبہ الامام ذہبی، کویت 1420ھ بمطابق 2000ع۔

➤ "من رمى الشيخ الألباني بالإرجاء: فقد أخطأ إمّا أنّه لا يَعرفُ الألباني، وإمّا أنّه لا يَعرفُ الإرجاءَ، الألباني رجل مِن أهلِ السنة -رحمه الله-، مدافع عنها، إمام في الحديث، لا نعلم له أحداً يباريه في عصرنا، لكن بعض الناس -نسأل اللهَ العافية- يكون في قلبه حقد، إذا رأى قبولَ الشخص ذهب يلمزه بشيء؛ كفعل المنافقين الذين يلمزون المطوِعين من المؤمنين في الصّدقات، والذين لا يجدون إلا جُهدهم؛ يلمزون المتصدق المكثر من الصدقة، والمُتصدّق الفقير."

"جو شخص شیخ البانی پر ارجاء کی تہمت لگاتا ہے وہ خطاکار ہے یا تو وہ شیخ البانی کو نہیں جانتا یا پھر اسے نہیں معلوم کہ ارجاء کیا ہوتا ہے۔ شیخ البانی تو اہل سنت میں سے ہیں اللہ تعالی ان پر رحم کرے اور سنت کا دفاع کرتے تھے، حدیث کے امام تھے اور میں ان کا ہم پلہ اس دور میں کسی کو نہیں پاتا، لیکن بعض لوگ (ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں) جن کے دل میں حسد ہوتا ہے، جب وہ کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ اسے مقبول عام حاصل ہورہا تو اس پر کوئی نہ کوئی طعنہ زنی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ منافقین ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے جو دل کھول کر خیرات کرتے تھے اور ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں[۱۰۵]، جو دل کھول کر صدقہ کرتا اس کا بھی مذاق اڑاتے اور جو فقیر صدقہ کرتا اس کا بھی۔"

➤ "الرجلُ -رحمه الله- نعرفُه من كتبه، وأعرفُه بمجالسته – أحياناً -: ((سلفي العقيدةِ، سليمُ المنهج؛ لكن بعض النّاس يُريد أن يكفر عباد الله بما لم يكفرهُم الله به، ثم يدّعي أنّ من خالفه في هذا التّكفير فهو مرجئ – كذباً وزوراً وبهتاناً – ، لذلك لا تسمعوا لهذا القول من أيّ إنسان صَدَر))."

"شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ)، انہیں ہم ان کی کتابوں اور ان کے ساتھ کبھی کبھار مجالسوں کے ذریعہ سے جانتے ہیں کہ:
سلفی العقیدہ اور صحیح منہج پر تھے لیکن بعض لوگ اللہ کے بندوں کی اس بات پر تکفیر کرنے پر تلے ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالی نے ان کی تکفیر نہیں کی، اور پھر جسے وہ اپنی اس تکفیر میں ہمنوااور موافقت کرتا نہیں پاتے تو اسے

[۱۰۵] مفہوم آیت (83) سورۂ توبہ۔

جھوٹ، افتراپردازی اور بہتان طرازی سے کام لیتے ہوئے مرجئی کہنے لگ جاتے ہیں۔ اسی لئے اس بات کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کرنا چاہیے خواہ اس کا قائل کوئی بھی شخص ہو[۱۰۶]۔"

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایمان کے بارے میں جو موقف تھا وہ وہی ہے جو مرجیئہ کا تھا، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

الشیخ: " ... شیخ البانی ایک عالم، محدث اور فقیہ ہیں، اگرچہ وہ فقیہ سے زیادہ محدث ہی کیوں نہ ہوں، اور میرے علم میں ان کا کوئی بھی ایسا کلام نہیں جس سے کبھی ارجاء کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہو۔ البتہ یہ وہ تکفیری لوگ ہیں جو شیخ پر مرجیئہ ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ میں شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نیکی پر ہونے، استقامت، سلیم العقیدہ اور نیک نیتی کی گواہی دیتا ہوں[۱۰۷] ... "

علامہ شیخ صالح بن فوزان الفوزان (حفظہ اللہ)

سوال: شیخ ہم نے آپ کا ایک سوال کے سلسلے میں دیا گیا جواب پڑھا تھا کہ جو شخص اپنے جوارح سے عمل نہ کرے اس کے لئے مؤمن کہلانا جائز نہیں، تو کیا ہمارے لئے لائق ہے کہ ہم ایسے شخص کو مسلمان کہیں اور اسم ایمان کا اس پر اطلاق نہ کریں۔ کیونکہ ہم ابن مندہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول کتاب الایمان (۱۹۸/۱) میں پاتے ہیں جس میں آپ نے وہ دلائل ذکر کئے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کہنے سے اسم اسلام واجب ہوتا ہے اور اس کے قائل کا خون ومال حرام ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں مقداد (رضی اللہ عنہ) کی حدیث بیان کی ہے جو صحیحین میں ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کیا کہ:

[۱۰۶] کیسٹ "مقالات مع مشائخ الدعوۃ السلفیۃ" چوتھا حصہ 12 جون، 2000ع۔

[۱۰۷] 7 مئی، 2000 کو شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) اور وزارۃ شؤون الإسلامیۃ، قطر کے درمیان وقوع پذیر ہونے والی ملاقات سے لیا گیا۔

(یا رسول اللہ! آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں کہ اگر میرے اور مشرکین میں سے کسی شخص کے درمیان مڈبھیڑ ہو اور لڑتے لڑتے وہ میرا ہاتھ کاٹ دے پھر میں اس پر قابو پا لو تو وہ پکار اٹھے "لا الہ الا اللہ" تو کیا میں اسے قتل کردو یا چھوڑ دوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اسے چھوڑ دے")۔

اور یہی قول شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے جو کتاب فتح المجید سے نقل کیا گیا ہے، اور امام نووی کا شرح مسلم میں، ابن رجب حنبلی، ابن حجر عسقلانی، ابن خزیمہ، غنیمان کا بھی یہی قول ہے اور اسی طرح شیخ البانی کا بھی یہی قول ہے جنہیں قطبی لوگ ارجاء کی تہمت سے متہم کرتے ہیں، کیا ہمارے لئے ایسا اطلاق کرنا جائز ہے؟ اور کیا اس قول کے قائلین مرجیئہ میں سے ہیں، بارک اللہ فیکم؟

<u>الشیخ</u>: "یہ قول بعض اہل سنت کا ہی ہے جسے شیخ الاسلام نے مجموع الفتاوی میں نقل کیا، لیکن علماء کے صحیح تر قول کے مطابق تارک نماز کافر ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"العهد الذي بينناو بينهم الصلاة من تركها فقد كفر."

(وہ عہد جو ہمارے اور ان [مشرکین] کے درمیان ہے وہ نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا پس اس نے کفر کیا)

اور فرمایا:

"بين الرجل وبين الكفر ترك الصلاة."

(بندے اور کفر کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے)

لیکن تارک نماز کی تکفیر نہ کرنے والے پر ارجاء کے کلمے کا اطلاق کرنا جائز نہیں[۱۰۸]، اور شیخ البانی اہل سنت میں سے ہیں، اور اس شخص نے غلطی کی اور راہ صواب سے ہٹ گیا جس نے آپ کو مرجئ کہا۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا کوئی ایسا قول نہیں جو ارجاء پر دلالت کرتا ہو اگرچہ ہم بعض مسائل میں آپ سے موافقت نہیں رکھتے تھے اور

---

۱۰۸ ہمارے یہاں کراچی میں بھی تکفیریوں نے یہ نیا حربہ شروع کردیا ہے کہ آپ سے پوچھیں کے کہ تم بے نمازی کی تکفیر کرتے ہو یا نہیں اسی طرح دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور اگر آپ کے حسب منشاء جواب نہ دے پائیں تو آپ پر مرجیئہ کی تمہت چسپاں کردیں گے، حالانکہ آئمہ کرام میں اکثر بے نمازی کی تکفیر کے قائل نہیں جیسا کہ آگے شیخ عبید الجابری کے بیان میں آئے گا (ان شاء اللہ)۔ اللہ تعالی انہیں ہدایت دے اور ان کے فتنوں سے ہمارے نوجوانوں کو محفوظ رکھے۔ [مترجم]

انہی میں سے یہ بھی تھا کہ اس شخص کی (اخروی) نجات جو اپنے اعضاء سے کوئی عمل نہ کرے، لیکن خبردار وہ اہل سنت میں سے ہیں اور ان کا قول اہل سنت کا قول ہے[۱۰۹]۔"

شیخ عبدالعزیز الراجحی (حفظہ اللہ)

(استاد مشارک جامعہ امام محمد بن سعود شعبہ "اصول الدین قسم العقیدہ والمذاہب المعاصرہ"، ریاض)

سوال: احسن اللہ الیک، شیخ آپ کی کیا نصیحت ان بیوقوفوں اور مختلف متعلمین کے لئے جو ان علماء کرام پر ارجاء کی تہمت لگاتے ہیں؟

الشیخ: "میری ان کے لئے یہ نصیحت ہے کہ وہ اللہ تعالی کے حضور توبہ کریں اور کوئی کلام کرنے سے پہلے اچھی طرح سے علم حاصل کریں، اور اس کلام سے توبہ کریں جس میں وہ حد سے تجاوز کرگئے ہیں اور اپنی زبانوں کی بلاعلم کوئی بات کہنے سے حفاظت کریں کیونکہ بلاعلم کوئی بات کہنا یا اللہ تعالی کے ذمہ کوئی ایسی بات کہنا جس کا علم نہ ہو اکبر الکبائر میں سے ہے اور اللہ تعالی نے اسے شرک سے بھی اوپر رکھا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُواْ بِاللّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَاناً وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ ﴾ (الأعراف: ٣٣)

(آپ فرمائیں کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراو جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں)

یعنی شرک کو بھی اور اس کے علاوہ کو بھی یہ بات شامل ہے، اور (قول علی اللہ بلاعلم) کو شیطان کی چاہت بھی قرار دیا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاء وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرة: ١٦٨-١٦٩)

---

[۱۰۹] كيسٹ "تبرئة العلماء للألباني من تهمة الإرجاء".

(لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا اور اللہ تعالی پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں)۔"

شیخ عبید الجابری (حفظہ اللہ)

(سابق مدرس جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ و مشہور ومعروف سلفی عالم دین)

سوال: فضیلۃ الشیخ عبید (حفظہ اللہ تعالی)، آپ کی کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ ارجاء کی بدعت کا اصل منبع شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) تھے اور یہی (بدعت ارجاء) ان کے تلامیذ نے ان سے وراثت میں حاصل کی ہے؟

الشیخ:

"اولاً: ارجاء کیا ہے؟ ارجاء کا لغوی معنی تأجیل وتأخیر اور مہلت ہے۔ اللہ تعالی نے فرعون اور آل فرعون کا موسی (علیہ السلام) کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ **قَالُوا أَرْجِهِ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِين ○ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ** ﴾ (الأعراف: ۱۱۱-۱۱۲)

(انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیجئے، کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کر دیں)

یعنی انہیں کچھ مجال و مہلت دیں۔

اور شرعی اعتبار سے: **"تأخير العمل عن مسمى الإيمان."**

(عمل کا اسم ایمان سے پیچھے رہ جانا)، اور مرجئیہ اس باب میں دو اقسام کے ہیں:

غالی: غالیوں کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی موجودگی میں ہر گناہ بے ضرر ہے، جسطرح کفر کی موجودگی میں کوئی نیکی سودمند نہیں ہوتی، اس مذہب کے اعتبار سے گناہ و معاصی نہ ایمان میں کسی قسم کے نقص کا سبب

بنتی ہے اور نہ ہی اسے کوئی ضرر پہنچاتی ہے، انسان جو چاہے کرتا رہے وہ کامل ایمان والا مومن ہی رہتا ہے اور اسے کوئی معاصی ضرر نہیں پہنچاتی۔ یہ مذہب ہے غالیوں کا خواہ وہ ایمان کو مجرد اقرار وتصدیق کہیں یا ... (کچھ بھی) یہی کچھ ہے جس پر اس کی بنیاد ہے یا ان کے مذہب اور فاسد معتقدات کا ماحصل یہی ہے۔

اور ان غالیوں کے علاوہ جو ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ: ایمان زبان سے اقرار اور دل سے اعتقاد کا نام ہے اور عمل کمالِ ایمان کی شرط ہے نہ کہ صحت ایمان کی، لہذا عمل ان کے نزدیک اسم ایمان میں داخل نہیں۔

چاہے وہ پہلا مذہب ہو یا دوسرا دونوں غلطی پر ہیں اور مذہب اہل سنت سے منحرف ہیں لیکن ان میں سے پہلا والا (گمراہی میں) ذیادہ شدید ہے، ... یہ تو رہا پہلا زاویہ۔

ثانیاً: دوسرا زاویہ جو شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے متعلق ہے، تو جو کوئی بھی شیخ البانی کے اصولوں کا علم رکھتا ہو اور ان سے اچھی طرح باخبر ہو تو اس پر دو چیزیں واضح ہوں گی۔

پہلی چیز: کہ شیخ البانی ہمارے اور سابقہ آئمہ اہل سنت کے ساتھ موافق ہیں اس بات پر کہ:

"أن الإيمان قول باللسان واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح، يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية."

(ایمان زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد اور جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے جو نیکی کرنے سے بڑھتا ہے اور گناہ کرنے سے گھٹتا ہے)

اور وہ معاصی سے ڈراتے ہی نہیں بلکہ ان کے استحلال (حلال جاننے) کو کفر کہتے ہیں، یہاں تک کہ (مَردوں کا) اسبال (ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا) وغیرہ کرنے تک سے سختی سے ڈراتے ہیں، (جو ایسے گناہوں کو بھی ایمان میں کمی کا سبب سمجھتا ہو) پھر (ان میں) ارجاء کہاں سے آگیا؟!

دوسری چیز: وہ ہماری اور ہمارے سابقہ آئمہ کی مخالفت کرتے ہیں کچھ امور میں جن میں سے بعض امور میں ان سے پہلے بھی سلف ان کے ساتھ ہیں، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ بلا عمل بھی جنت میں داخلہ ممکن ہے ... غور فرمائیں، کہتے ہیں: وہ اگرچہ جنت میں بلا عمل داخلہ کو ممکن سمجھتے ہیں لیکن ترک عمل پر (دنیا وآخرت میں) عقوبت کے منکر نہیں۔ اور انہی میں سے یہ ہے کہ جو کاہلی و سستی سے نماز ترک کرتا ہے وہ فاسق ہے نہ کہ کافر اور اس

مؤقف میں ان کے سلف (امام ابو حنیفہ ومالک) امام احمد (سے ایک روایت ہے)، امام شافعی، امام زہری (امام ابن تیمیہ وابن القیم) بلکہ جمہور علماء بھی، یہ سب شیخ کے سلف ہیں (اس قول میں)۔

جبکہ دوسرا قول سستی و کاہلی سے نماز ترک کرنے والے کی تکفیر کی جائی گی جیسے اس کا انکار کرنے والے کی کی جاتی ہے۔ مگر یہ سب اور شیخ البانی بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اسے (تارک نماز کو) توبہ کرنے کے لئے کہا جائے گا، اگر توبہ کرلی (اور نماز پڑھی) تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔ لیکن (فرق یہ ہے) جو تکفیر کے قائلین ہے ان کے نزدیک وہ بطور مرتد قتل کیا جائے گا چناچہ نہ اسے غسل دیا جائے گا اور نہ ہی کفن، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کیا جائے گا اور اس کے اہل وعیال اس کے وارث نہیں ہوں گے، دوسری طرف جو اس (تارک نماز) کی تفسیق (فاسق کہنے) کے قائل ہیں ان کے نزدیک اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اس بنا پر اسے غسل اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دعائے مغفرت کی جائے گی، اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اس کے اہل وعیال وارث بنیں گے۔

یہاں سے ایک اہم بات معلوم ہوتی ہے، وہ آئمہ جو تارک نماز کی تکفیر کے قائل ہیں (اگرچہ تارکِ نماز نماز کے وجوب کا قائل ہی کیوں نہ ہو) ان میں اور جو تفسیق کے قائل ہیں کے درمیان کوئی ناچاکی اور ناراضی نہیں اور دونوں اہل سنت کے وصف سے متصف ہیں۔ پس جو تکفیر کے قائل ہیں وہ تفسیق کے قائلین کو ارجاء سے متصف نہیں کرتے اور نہ ہی تفسیق کے قائلین تکفیر کے قائلین کو خروج سے متصف کرتے ہیں، ... ایسا کبھی نہیں ہوا۔

بلکہ یہ تو سروریوں (محمد سرور کے پیروکاروں) کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے اور میرے خیال کے مطابق سب سے پہلے (ایسی باتیں) محمد قطب سے صادر ہوئیں پھر اسے اس کے بعض شاگردوں نے اسے اس سے حاصل کیا جن میں سے سفر الحوالی بھی ہے جس نے پوری کتاب ہی "ظاھرۃ الارجاء" کی نام سے لکھ ڈالی، جس کا نام تو "ظاھرۃ الارجاء" ہے لیکن میرے خیال میں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جو تکفیر نہ کرے وہ مرجئ ہے، یعنی جو تکفیر کرنے میں ان کی موافقت نہ کرے وہ مرجئ ہے، میں نے یہ بطور تحذیر بیان کیا ہے (تاکہ آپ ایسے لوگوں اور کتابوں سے خبردار ہوجائیں)۔

ثالثاً: جو شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) پر ارجاء کا اطلاق کرتا ہے وہ مندرجہ ذیل دو اقسام میں سے ایک قسم کا شخص ہوسکتا ہے:

"إما أنه يجهل الإرجاء؛ لا يعرفه ولا يعرف أهله - وإما أنه لم يعرف الشيخ الألباني على حقيقته."

([الف]: یا تو وہ ارجاء کے بارے میں جہالت میں مبتلا ہے نہ ارجاء کو جانتا ہے اور نہ ہی مرجیئوں کو، [ب]: یا پھر وہ شیخ البانی کو بر مبنئ حقیقت نہیں جانتا)

ولعله استبانت لكم المحجة واتضحت لكم الحجة إن شاء الله تعالى[110]."

شیخ احمد بن یحیی النجمی (حفظہ اللہ)

(مفتی جنوبی سعودی عرب)

__سوال:__ احسن اللہ الیک، شیخ ایک سائل پوچھتا ہے کہ کچھ ایسے لوگ جن کی تربیت سروری اور حزبی کتابوں پر ہوئی ہے وہ آئمہ ثلاثہ امام ابن باز، عثیمین اور البانی (رحمہم اللہ) پر ارجاء کی تہمت لگاتے ہیں کیونکہ وہ حکام کو کافر قرار نہیں دیتے، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

__الشیخ:__ "یہ تو سراسر جہالت اور گمراہی ہے اور یہ بدعتی لوگ ہر روز ایک نئے چہرے کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ اگر البانی، ابن باز اور عثیمین (رحمہم اللہ) جیسے علماء امت اور رہنمائے امت، احبار الامۃ اور کبار علماء واہل علم پر مرجیئہ ہونے کا اتہام لگایا جائے تو پھر کون باقی رہ جاتا ہے؟ یہ کوئی جو باقی رہ جائے پھر؟ کوئی نہیں۔

ان للہ وانا الیہ راجعون، یہ ایک مصیبت وآفت ہے، میری ایسے لوگوں کے بارے یہ رائے ہے کہ جس کسی سے یہ بات صادر ہو اور وہ اس پر مصر رہے اسے قید کرکے تأدیبی کارروائی کرنی چاہیے اور اسے مارنا چاہیے، اور اگر وہ (اس پر بھی) رجوع نہ کرے تو ممکن ہے کہ اس کے خلاف مزید سنگین تأدیبی کارروائی کی جائے[111]۔"

---

[110] كيسٹ "تبرئة العلماء للألباني من تهمة الإرجاء".

[111] كيسٹ "تبرئة العلماء للألباني من تهمة الإرجاء".

شیخ ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ)

سوال: ہمارے پاس ایک کتاب پہنچی ہے جس کا نام "رفع اللائمۃ علی اللجنۃ الدائمۃ" اور اس کے مصنف شیخ محمد سالم الدوسری ہیں، جس میں کبار علماء کرام جیسے شیخ صالح الفوزان، الراجحی اور سعد الحمید (حفظھم اللہ) کا مقدمہ بھی ہے سو اس کتاب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الشیخ: "اس کتاب کے خلاف کچھ سلفی بھائیوں کے اعتراضات ہیں البتہ مجھے (تاحال) اسے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

سوال: تو کیا شیخ آپ کتاب کو پڑھنے کی تجویز دیں گے؟

الشیخ: "میں اس کتاب کو پڑھنے کا مشورہ کیسے دے سکتا ہوں جسے خود میں نے نہ پڑھا ہو؟ اس کے خلاف ہمارے کچھ سلفی بھائیوں کو اعتراضات ہیں۔ بہرحال اس کے تعلق سے میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) اہل بدعت کے خلاف برسرپیکار سلفیت اور سنت کے ایک عظیم امام تھے، اور انہوں نے اس امت کے لئے وہ شاندار کارنامے سرانجام دیئے جو کہ پوری ایک قوم کے لئے ناممکن تھے۔ بہت سی اقوام نے سنت کی ترویج کا کام شروع کیا ہے لیکن ان کی کاوشیں اس شخص کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں جسے اللہ تعالی نے عصر حاضر میں احیاء وتجدید دین کے لئے چن لیا تھا۔ شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) سلفی علماء اور ان کے بڑے امام شیخ ابن باز (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ تھے، وہ سب آپس میں شدید محبت، الفت اور قربت کے جذبات رکھتے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی دوسرے کے خلاف منفی بیانات نہیں دیئے، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تائید کرتے اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے تھے۔ اور جہاں تک تعلق ہے حزبیوں اور جماعتوں کا تو وہ ان کے لئے نیک جذبات کا اظہار محض اسی لئے کیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی جماعتوں کے جواز اور دیگر (مذموم) مقاصد حاصل کرسکیں۔ پھر جب آپ (رحمۃ اللہ علیہ) انتقال فرما گئے، تو سب مل کر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) پر ارجاء کی تہمت لگانے لگے! جبکہ شیخ البانی تو بدعات کے خلاف جنگ کے لئے مشہور ومعروف تھے، خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی الف سے یا تک تمام بدعات کے خلاف

آپ محاذ آرا تھے ۔ اس سلسلے میں اپ نے بہت سی کتب تالیف فرمائیں پس آپ نے نماز پر کتاب لکھی تو اس سے متعلقہ بدعات کی نشاندہی کی، اسی طرح حج اور جنازہ پر کتابیں لکھی تو ان سے متعلقہ بدعات کی بھی نشاندہی کی، اور ان بدعات کا رد کیا کرتے تھے اور ان کے خلاف باقاعدہ سختی سے جنگ کا اعلان کرنے والے تھے ۔ اسی طرح آپ (رحمۃ اللہ علیہ) مختلف فرقوں اور ان کی گمراہیوں کے خلاف بھی نبرد آزما تھے چاہے جمیہ ہوں، معتزلہ ہوں، خوارج ہوں یا پھر مرجیئہ ۔ اور ارجاء کے خلاف تو آپ نے خصوصی جنگ کی ایسی جنگ کے جس میں کوئی نرمی نہ تھی[۱۱۲] ۔

اور آپ نے اس میں کسی قسم کی مصلحت سازی سے کام نہ لیا، نہ امام طحاوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ اور نہ ہی ابن ابی العزا لحنفی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ (کوئی رورعایت سے کام لیا) ۔ اور ان کی یہ کتابیں اور کیسٹیں اسی طرح ان غلط مناہج کے خلاف جنگ سے تعبیر ہیں جسطرح کہ وہ بدعات کے خلاف ڈرانے سے لبریز ہیں ۔ پھر جب شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) وفات پا گئے تو قطبی لوگ (سید قطب کے پیروکار) روزافزوں ترقی پذیر ہونے لگے اور اپنے آپ کو باقاعدہ بطور ایک فوج کے منظم کر کے سلفی منہج اور اس کے عَلَم کو بلند کرنے والوں کے خلاف معرکہ آرائی شروع کردی ۔ ان قطبیوں کے نزدیک سید قطب جو حلول اور وحدۃ الوجود کے عقیدے کا قائل تھا اور جس نے رافضہ اور خوارج کے عَلَم کو بلند کیا، بلکہ اس سے بھی ذیادہ جو فتنہ فساد، خون خرابہ اور مسلم ممالک میں مصائب و پریشانیوں کا آپ مشاہدہ کررہے ہیں یہ سب اسی شخص کے پھیلائے ہوئے منہج کے مرہون منت ہے ۔ اس سب کے باوجود یہ لوگ اس کی تائید و حمایت کرتے ہیں اور دوسری طرف اہلسنت کے امام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور ان پر ارجاء کی تہمت لگاتے ہیں! جبکہ سید قطب (مودودی، ڈاکٹر اسرار وغیرہ) میں (نہ صرف خود) یہ (ارجاء

---

[۱۱۲] اور یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ گناہوں سے (جن سے متعلق آپ نے سینکڑوں اور ہزاروں احادیث کی تخریج کی) ایمان کی کمی کے قائل ہیں۔ جبکہ یہ قطبی اور جماعت اسلامی والے خود ارجاء پر عمل پیرا ہیں کیونکہ سید قطب اور مولانا مودودی جن کی ظاہر حالت ہی یہ ہے کہ کفر و ارتداد پر مبنی اقوال، داڑھی مونڈنا [قطب]، جمعہ نماز تک نہ پڑھنا [قطب]، انبیاء کی گستاخی (حصول حکومت کو اصل مقصد قرار دے کربعض انبیاء کو اس میں ناکام کہنا) [مودودی، اسرار احمد] اور موسی (علیہ السلام) کو متعصب کہنا [قطب، اسرار]، گستاخی صحابہ [مودودی، قطب]، امیر المؤمنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا کہنا [مودودی، قطب]، عقل پرستی کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کا انکار [مودودی]، بدترین کفریہ عقیدہ وحدت الوجود اور تصوف [قطب، اسرار]، اللہ کی صفات کی تاویل کرنا، خمینی جیسے دجال کے کفریہ انقلاب کو مثالی وآئیڈیل انقلاب کہنا اور مملکت توحید وسنت سعودی عرب کو غیراسلامی اور امریکی کالونی کہنا اور دیگر تمام بدعات وشرکیات کے باوجود محض خود ساختہ تصور حاکمیت، تکفیر، اقامت دین اور طاغوت وغیرہ پر کلام کرنے سے یہ تمام برائیاں جن میں سے بعض تو خود کفر وارتداد کو مستلزم ہیں ان کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں بلکہ ان کے سارے گناہ معاف ہوچکے ہیں اسی لئے اسے "شہید" کا لقب دیا جاتا ہے اور اس دور کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہا جاتا ہے (جیسا کہ سفر الحوالی نے دعوی کیا تھا) اس سے بڑھ کر اور ارجاء کیا ہوگا۔ ہم پر نظریاتی طور پر ارجاء کی جھوٹی تہمت لگانے والے خود نظریاتی ہی نہیں بلکہ عملاً ارجاء پر عمل پیرا ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ [مترجم]

وغیرہ کی بدعات) موجود تھیں بلکہ کچھ تو ارجاء سے بھی کئی گناہ بڑھ کر تھیں لیکن وہ اس پر کوئی تنقید نہیں کرتے بلکہ وہ اس کا بڑی جانفشانی سے دفاع کرتے ہیں۔ آپ غور کریں اگر انہیں حق بات سے محبت ہوتی اور اس کی نصرت کرنے کی لگن ہوتی تو کیا وہ سید قطب (مودودی، ڈاکٹر اسرار وغیرہ) جیسے کا دفاع کرتے اور اس کی خاطر دوسروں سے جنگ مول لیتے، اور سنت کے امام کے خلاف ارجاء کی تہمت لگاتے!۔

ایسے لوگ اہل اہوا (اپنی خواہش نفسانی کے پیروکار) ہیں اور فتنے کی آگ بھڑکانے والے ہیں۔ جہاں تک بات رہی ریاض کے مشائخ شیخ فوزان اور مفتئ مملکت وغیرہ کی تو وہ سلفیت کے علماء اور شیخ البانی کے (دینی وسلفی) بھائیوں میں سے ہیں، اور یہ سب ارجاء کے خلاف جنگ میں متحد ومتفق ہیں، اور ان سب کا یہ قول ہے کہ ایمان قول، عمل و اعتقاد کا نام ہے اور اس میں کمی و ذیادتی ہوتی رہتی ہے۔ یہ رحمان کی اطاعت کرنے سے بڑھتا ہے اور شیطان کی اطاعت کرنے سے گھٹتا ہے۔ اور جو موجودہ دور کے مرجیئہ ہیں وہ تو سارے عالم میں بکھرے ہوئے ہیں سو یہ لوگ ان کے خلاف کیوں جنگ نہیں کرتے جو اعمال کو ایمان سے خارج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی و ذیادتی نہیں ہوتی اور یہ کہ لوگوں میں سب سے ذیادہ گنہگار کا ایمان جبرئیل (علیہ السلام) کے ایمان کی مانند ہے[۱۱۳]!؟

درحقیقت ان سب (بدعات) کے خلاف تو شیخ البانی اور ان کے تلامیذ عملاً لڑتے چلے آئے ہیں اور دوسری جانب صد افسوس کے آپ ان اہل اہوا کو صرف "مرجیئہ" اور "ارجاء" چیختا چلاتا پائیں گے! جبکہ درحقیقت یہ ان کی طرف سے ایک بہت گھناؤنی دھوکہ بازی اور جھوٹ کا پلندا ہے۔ یہ محض سلفیوں کو آپس میں دست و گریبان کرنے اور سید قطب (مودودی، ڈاکٹر اسرار وغیرہ) کا منہج جوکہ سب سے ذیادہ خطرناک منہج ہے کو فروغ دینے کی سازش

---

[۱۱۳] جبکہ احناف اور ان کے علاوہ لوگوں میں سے مرجیئۃ الفقہاء باکثرت موجود تھے لیکن قطبیوں نے محمد قطب (جو اپنے بھائی سید قطب کے گمراہیوں کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے) کی ارجاء کی تہمت کا اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر ڈھنڈھورا پیٹنے سے قبل تو ان مرجیئوں اور ان کے سرغنائوں کے رد میں کوئی کلام نہ کیا اور نہ کچھ تحریر ہی کیا۔ جبکہ دوسری طرف شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی بہت سے تقاریر و تالیفات میں ان کا رد بھی کیا اور ان کے چند مشہور علماء ومفکرین کی حقیقت حال بھی منکشف کی جیسا کہ "الذب الأحمد عن مسند الإمام الأحمد" (ص: 31-33) اور سلسلۃ الصحیحۃ والضعیفۃ میں اور اسی طرح کئی دہایوں پہلے ہی امام طحاوی اور ابن ابی العز (رحمہمااللہ) کا رد بھی کرچکے ہیں۔ پس اگر انہیں عقیدۂ ارجاء کی اتنی ہی فکر دامن گیر تھی اور وہ اس میں مخلص تھے تو وہ مرجیئۃ الفقہاء اور ان جیسے دوسروں کے رد سے ابتداء کرچکے ہوتے۔ [مترجم]

ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے منہج میں ہر گمراہی وانحراف کی بنیادوں کو یکجا کردیا ہے، پس جہاں اس نے خروج کا عَلَم بلند کیا وہاں (تقدیر میں) جبر کا بھی عَلَم بلند کیا، اسی طرح جہاں تصوف کا عَلَم بلند کیا وہاں اعتزال اور رفض (گستاخئ صحابہ) کا بھی عَلَم بلند کیا، یہاں تک کہ اس نے سنت کی کوئی بھی بنیاد نہیں چھوڑی جسے کھوکھلا نہ کیا ہو اور اپنے باطل اصولوں کے ذریعہ اس کا انکار کرکے اس کی مخالفت نہ کی ہو[۱۱۴]۔

اس سب کے باوجود ان کے نزدیک وہ ایک مقدس اور آئیڈیل ہستی ہے اور اس کا منہج بھی مقدس اور آئیڈیل منہج ہے۔ لہذا آپ چوکنہ ہوجائیں اگر آپ اللہ کی رضا، آخرت کا گھر اور نصرت اسلام چاہتے ہیں تو اس قسم کی گمراہیوں سے قطعاً متاثر نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ کی قسم یہ لوگ حق بات کی حمایت کرنے والے نہیں بلکہ بجائے اس کے یہ لوگ ایسے مناہج ایجاد کرتے ہیں تاکہ اہلسنت کے خلاف لڑا جاسکے، جیسے منہج موازنات[۱۱۵] اور دیگر منحرف مناہج جو درحقیقت باطل کی پشت پناہی کرنے والے، باطل پرستوں اور اہلسنت والجماعت کی مخالفت میں کھڑے ہونے والوں کو تحفظ فراہم کرنے والے ہیں۔ مزید برآں یہ لوگ خود بدعات اور ایسے منحرف اصولوں کو ایجاد کرنے والے ہیں جو کہ اسلام کے سخت ترین مخالف اور سرتاپا گمراہی میں ڈوبے فرقوں کے بھی وہم وگمان میں نہ آئے تھے۔

لہذا آپ کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے بچیں، اللہ کی قسم! ان کی یہ تگ ودو اسلام کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر یہ اسلام کی خاطر ہوتی تو کبھی بھی یہ ایسے مخالف اسلام کاموں میں مبتلا نہ ہوتے۔ میں اپنی گفتگو کی طرف واپس آتا ہوں کہ شیخ البانی (رحمۃ اللہ علیہ) مرجیئہ نہ تھے اور نہ ہی ریاض میں موجود ان کے ساتھی علماء کرام بلکہ پوری دنیا میں موجود سلفی لوگ بدعات اور اس میں موجود ارجاء کے خلاف جنگ میں ایک منہج پر ہیں۔ اور میں پہلے ہی یہ بیان کرچکا ہوں کہ شیخ البانی ایمان کی تعریف میں اہلسنت والجماعت کے ساتھ ہیں کہ ایمان قول، عمل اور اعتقاد کے مجموعے کا نام

---

[۱۱۴] مودودی صاحب احادیث متواترہ جو دجال سے متعلق وارد ہوئی ہیں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ محض رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک گمان تھا جسے تاریخ نے غلط ثابت کردیا ہے ["رسائل والمسائل" ص: 55، 57 - 1351ھ ایڈیشن) اس کے باوجود وہ امام، مقدس ہستی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحیح مشن پر گامزن اور اقامت دین کے علمبردار ہیں اور شیخ البانی اور دیگر سلفی علماء دین کی اصل کو نہ سمجھنے والے، سیاست سے نابلد اور محض حیض ونفاس کے مسائل کو جاننے والے ہیں۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔ [مترجم]

[۱۱۵] منہج موازنات یہ ہے کہ جب اہل بدعت کا رد کیا جائے تو جو اس کی اچھی باتیں ہیں یا جو امت کو (ان کے نزدیک) فائدہ پہنچایا ہے کا بھی ذکر کرنا انصاف کا تقاضہ ہے۔ اور یہ ایک گمراہی ہے جس کا علماء حق نے رد کیا ہے۔ کیونکہ بدعتیوں کے رد سے مقصود لوگوں کو ان سے خبردار کرنا اور ان کی تقریر سننے اور کتابیں پڑھنے سے روکنا ہے جبکہ ان کی جو نیکیاں ہیں وہ تو انہی کے لئے ہیں اس کا حساب اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ لیکن ہمارا لوگوں کو ان کے محاسن بتانے سے تو یہ مقصد تحذیر ہی فوت ہوجائے گا۔ [مترجم]

ہے جو اطاعت گزاری سے بڑھتا اور نافرمانی سے گھٹتا ہے اور اس اصل سے متعلق جو دیگر تفصیلات ہیں اور جو امور اس کے منافی ہیں (ان سب میں آپ اہلسنت والجماعت کے ساتھ ہیں)۔ پھر کس طرح آپ کو مرجیئہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو محض ایک جھوٹ وافترا ہے جس سے باطل اور باطل پرستوں کو تقویت پہنچانا مقصود ہے۔ چناچہ بہت محتاط رہیں اور خبردار ہوں جائیں کہ مبادا آپ ایسے لوگوں کے چنگل میں نہ پھنس جائیں[۱۱۶]۔"

---

[۱۱۶] شیخ (حفظہ اللہ) کے لیسسٹر، بریطانیہ بتاریخ 11 جنوری، 2002ع کو منعقدہ ٹیلیفونک خطاب سے لیا گیا۔

اختتام

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو خالص اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے اور اس سلسلے میں جو نادانستہ طور پر غلطی یا لغزش ہوئی ہو اسے معاف فرمائے اور تمام معاونین کو جزائے خیر سے نوازے اور اسے تمام مسلمانوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنادے۔ اسی طرح قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں یا تجاویز سے ضرور آگاہ فرمائیں، ہم آپ کے تعاون پر انتہائی مشکور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

******